وَتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا
اور تم وہ زیور نکالتے ہو
جو تمہارے پہننے کے کام آتے ہیں
زیورات کے مسائل
تصدیق
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم
مرتب
مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مکتبۃ الاسلام کراچی

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

عنوانات — صفحہ نمبر

پہلا باب

ناجائز اور سودی معاملات پر وعیدیں اور حلال کمائی کے فضائل

دوسرا باب

سونے اور چاندی کے کاروبار کے چند بنیادی اصول

تیسرا باب

خام سونے اور چاندی کی نقد خرید وفروخت

چوتھا باب

خام سونے اور چاندی کے ادھار معاملات

پانچواں باب

سونے میں ملاوٹ اور کاریگروں کے ساتھ معاملات کی تفصیل

چھٹا باب

ٹانکہ کا استعمال اور اس کے مسائل

ساتواں باب

کاریگر اور دوکاندار کے درمیان سونے کے لین و دین کے مسائل کی تفصیل

آٹھواں باب

تیار زیورات کی تجارت دوکاندار اور کاریگر کے درمیان

نواں باب

زیورات کی خرید وفروخت گاہک اور دوکاندار کے درمیان

دسواں باب

آرڈر کے معاملات کی تفصیل

گیارہواں باب

پرانے زیورات کی خرید وفروخت

بارہواں باب

زیور رکھ کر قرض لینے کے احکام

تیرھواں باب

زیورات کے متفرق مسائل

چودھواں باب

زکوٰۃ کے چند مسائل

تصدیق
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم
نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین، و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہٖ الکریم، و علیٰ آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین، و علیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدّین.

أما بعد!

سونے چاندی اور ان کے زیورات کی خرید وفروخت کے شرعی احکام بڑے نازک اور بسا اوقات پیچیدہ ہوتے ہیں، جو مسلمان حضرات زیورات کا کاروبار کرتے ہیں، ان میں سے جن کو شرعی احکام کی پابندی کی فکر ہے، وہ اپنے کاروبار سے متعلق مسائل مفتی حضرات سے پوچھا کرتے ہیں، لیکن بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی وہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور اس وجہ سے غلطی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور بہت سے حضرات ایسے ہیں جو مسائل کی اہمیت کا ادراک رکھنے کے باوجود ہر مسئلہ میں رجوع کرنا عملاً دشوار سمجھتے ہیں، اس لئے بعض فکر مند حضرات نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ زیورات کی خرید وفروخت میں جو شرعی مسائل پیش آتے ہیں وہ

کسی ایک کتاب میں جمع ہو جائیں تاکہ تاجر حضرات ان سے مسائل کا صحیح شرعی حکم معلوم کر سکیں، لیکن اس کے لئے معاملات کی عملی صورتوں سے مکمل واقفیت اور آگاہی ضروری تھی، چنانچہ زیورات کے بعض تاجر حضرات نے ہمارے دار الافتاء کے حضرات بالخصوص جناب مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی حفظہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ کر کے سوالات کی ایک فہرست تیار کی، جس میں زیورات کی خرید و فروخت کی مختلف صورتیں اور سونے کے کاریگروں، دکانداروں اور گاہکوں کے معاملات کی مختلف صورتیں جمع کیں، اور انہیں سوالات کی شکل میں مرتب کیا، پھر ان تمام سوالات کے جوابات دارالافتاء کے رفقاء بالخصوص مولانا سید حسین احمد صاحب رفیق دارالافتاء نے مرتب کئے اور دوسرے حضرات سے اس کی تصدیق حاصل کی۔

سوالات و جوابات کا یہ مجموعہ جب قابلِ اشاعت شکل میں آیا تو مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب نے مجھ سے فرمائش کی کہ اس پر نظرِ ثانی کر کے کچھ لکھوں، چنانچہ ایک سفر کے دوران بندے نے ان سوالات و جوابات کو اول تا آخر دیکھا، اور یہ بات واضح طور پر محسوس ہوئی کہ الحمد اللہ اس میں ضروری مسائل پوری وضاحت کے ساتھ آ گئے ہیں، اور بازار میں عموماً جو صورتیں پیش آتی ہیں، ان سب کی شرعی حیثیت اس میں واضح کی گئی ہے، اور جہاں کوئی عملی دشواری نظر آئی، وہاں اس شرعی کا حل بھی تجویز کیا گیا ہے، نظرِ ثانی کے دوران بندے کو بعض جگہ ترمیم و اضافے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی جس کا مشورہ دے دیا گیا، اور مولانا سید حسین احمد صاحب نے ان مشوروں کے مطابق جہاں کوئی تبدیلی ضروری تھی وہ کر کے بھی مجھے دکھا دی، اور بعض مقامات ایسے تھے جہاں تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

بہرحال! یہ اب اپنے موضوع پر الحمدللہ ایک جامع اور منفرد کتاب ہے جو انشاء اللہ متعلقہ تاجروں کی رہنمائی کرے گی، البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ ان مسائل کے احکام کا بیشتر دار و مدار رائج الوقت کرنسیوں کے شرعی حکم سے متعلق ہے، نیز بعض ایسے مسائل پیدا ہوئے ہیں جن کا شرعی حکم نہیں ملتا، اس سلسلے میں غور و فکر اور مشورے اور تحقیق کے نتیجے میں جو حکم سمجھ میں آیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے توفیقِ صواب مانگتے ہوئے لکھ دیا گیا ہے، لیکن یہ ایک بَشَری کوشش ہے، لہٰذا اگر اہلِ علم و افتاء اس میں کوئی تسامح محسوس فرمائیں تو براہِ کرم دار العلوم کراچی کے ذمہ دار حضرات کو مطلع فرمائیں۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور اس کو ہمارے بازار کے معاملات میں اصلاح کا ذریعہ بنائیں، نیز دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سوالات مرتب کرنے والے اور جوابات لکھنے والے تمام حضرات کو اس خدمت کے صدقۂ جاریہ میں شامل فرمائیں، اور یہ ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہو۔ آمین۔

محمد تقی عثمانی
(نائب صدر جامعہ دار العلوم کراچی)
۲۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ
13/اگست 2012ء

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

أمابعد!

کافی عرصہ سے احقر کے دل میں یہ خواہش تھی کہ سناروں کے معاملات، لین و دین کے طریقے اور خرید و فروخت کی مروجہ صورتوں کو سمجھا جائے اور ان میں جائز امور کی وضاحت اور ناجائز معاملات کا شرعی حل بتایا جائے کیونکہ ذہن میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ ان کے بیشتر معاملات ناجائز ہیں اور ان کے معاملات میں سود کا عنصر بہت پایا جاتا ہے اور یہ ایک حقیقت بھی ہے اس لئے ان کے یہاں جانے اور ان کی خاطر تواضع سے بچنے کا اکثر اہتمام رہتا تھا۔ اس دوران جناب ممتاز احمد صاحب اور ان کے بعض احباب کا ترتیب دیا ہوا ایک کتابچہ ''سونا چاندی اور اس کے زیورات کے کاروباری مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں'' سیدی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے نظرِ ثانی کے لئے احقر کے پاس بھیجا۔ احقر نے اوّل تا آخر اس کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس میں بعض سوالات میں معاملہ کی پوری اور صحیح صورت مذکور نہیں اور کہیں جواب بہت مختصر دیا گیا ہے جس سے تسلی نہیں ہوتی لہٰذا ضرورت محسوس

ہوئی کہ سونے وچاندی کے زیورات کے مسائل اور ان کے جوابات از سرِ نو مرتب کئے جائیں جن میں سونے چاندی کے زیورات کے مروّجہ معاملات کی صورتیں واضح ہوں اوران کا جواب بھی بے غبار ہواور جو معاملات ناجائز ہوں ان کے ناجائز ہونے کا حکم بتانے کے بعدان کا جائز طریقہ بھی تحریر کیا جائے۔

یہ صورت حال احقر نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے عرض کردی، حضرت والا نے غالبًا یہ صورتحال ان حضرات سے فرمادی۔

ایک روز میں دارالافتاء میں بیٹھا ہوا تھا، جناب ممتاز احمد صاحب اور ان کے بعض احباب تشریف لائے اور اپنا مدعا بیان کیا اور سونے وچاندی کے زیورات کے مسائل کے بارے میں ان سے گفتگو ہوئی، احقر نے اپنا قدیم تاثر ان کے سامنے پیش کیا اور ناجائز معاملات کو جائز طریقہ سے کرنے پر آمادہ کیا جسے سن کران حضرات نے خوشی کا اظہار کیا اور ناجائز معاملات کو چھوڑ کر جائز طریقے اختیار کرنے کو بڑی فراخدلی سے قبول کیا جس سے مجھے بے حد خوشی ہوئی کیونکہ اس سے پہلے جتنے سناروں سے اس سلسلے میں گفتگو ہوئی تھی وہ اپنے ناجائز معاملات کو بدلنے اور چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے تھے بلکہ ناجائز معاملات ہی کو کسی طرح جائز کہلوانا چاہتے تھے جس پر احقر تیار نہیں ہوسکتا تھا اس لئے ان سے ملاقات ایک بے معنی ملاقات یا بحث ہوکر رہ جاتی تھی۔

اس کے بعدان حضرات سے ایک دو نشستیں ہوئیں جس میں ان کے معاملات کو مرتب کرنے کے لئے صبح کا ایک گھنٹہ طے ہوا جس میں روزانہ یہ حضرات شہر سے تشریف لایا کریں گے اور باہم بیٹھ کر ایک خاص ترتیب سے

بازار میں سونے وچاندی اور ان کے زیورات کی خرید وفروخت وغیرہ کے معاملات کو اچھی طرح سمجھیں گے اور پھر ان کو لکھیں گے جس میں درج ذیل حضرات شرکت فرماتے رہے۔

۱...... جناب ممتاز احمد صاحب	مرحبا ایجنسی
۲...... جناب شمیم احمد صاحب	شمیم احمد جیولرز
۳...... جناب بھائی سلیمان صاحب	زیبی جیولرز
۴...... جناب حمید الرحمٰن صاحب	کوالٹی کاٹنرز
۵...... جناب محمد صادق صاحب	فینسی جیولرز
۶...... جناب نثار احمد صاحب	النثار جیولرز
۷...... جناب ذوالفقار حمید صاحب	خواجہ جیولرز
۸...... جناب ممتاز نسیم صاحب	الاعظم جیولرز

ان میں سے بعض احباب کا تعلق حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم اور بعض کا حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے اور بعض کا ہمارے دیگر اکابر سے تھا۔ اوران سب کا اپنے معاملات کی اصلاح کا ارادہ بہت حوصلہ افزاء تھا۔

سفر وحضر میں بھی ان حضرات سے ملاقاتیں رہیں اوران کے مسائل پر غور ہوتا رہا اورتمام جاری معاملات مرتب ہوتے رہے، اس طرح الحمدللہ تقریباً مروّجہ تمام معاملات واضح اور بے غبار انداز میں مرتب ہو گئے۔

احقر نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ ان تمام مسائل کا مدلّل جواب خود لکھے گا

لیکن اگلے سال تقسیمِ اسباق میں اس گھنٹہ میں میرے پاس ایک سبق آگیا جس کی وجہ سے اس گھنٹہ میں بلکہ دیگر اوقات میں بھی ان کا جواب لکھنے کا موقع نہ ملا اور آہستہ آہستہ ان حضرات کے آنے کا سلسلہ بھی موقوف ہوگیا۔

کئی بار میں نے بھی اور ان حضرات نے بھی کوشش کی کہ وہ گھنٹہ دوبارہ اس کام کے لئے فارغ ہوجائے لیکن نہ ہوسکا اور یہ حضرات برابر ان مسائل کے جواب کا تقاضا کرتے رہے اور میں بھی کبھی ہاں اور کبھی معذرت کرتا رہا اس طرح ایک طویل عرصہ گذر گیا۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم کچھ نہیں ہیں، ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ قادرِ مطلق اور کام لینے والی ذات محض اللہ جل شانہ کی ہے وہ جب چاہتے ہیں جس سے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں کام لے لیتے ہیں، ان کی توفیق کے بغیر انسان کچھ نہیں کرسکتا۔ بہرحال اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور انہوں نے ان معاملات کے جوابات کی تکمیل کے لئے ایک تدبیر ذہن میں ڈالی کہ ان تمام معاملات کو الگ الگ استفتاء کی شکل دی جائے اور ان پر دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے فتویٰ لیا جائے اور ان فتاویٰ کو ترتیب دے لیا جائے۔ اس تجویز کو سب احباب نے پسند کیا اور پھر ماشاء اللہ بھائی ممتاز احمد صاحب اور ان کے رفقاء نے ان مسائل کو استفتاء کی شکل دینے کا کام شروع کیا جو الحمدللہ جلد ہی مکمل ہوگیا۔

احقر نے دارالافتاء میں فاضلِ رفیق دارالافتاء مولانا سید حسین احمد صاحب کو ان سوالات کا مدلّل جواب لکھنے پر آمادہ کیا جو بخوشی راضی ہوگئے، چنانچہ وہ اور بعض دیگر رفقاء دارالافتاء اس کام میں معاون بنے اور جوابات لکھ کر سیدی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، جناب مولانا محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم

اور احقر کو دکھلاتے رہے اور جوابات مکمل کر کے مجھے دیتے رہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ چند سالوں میں یہ جوابات مکمل ہو گئے اس کے بعد احقر نے جناب مولانا سید حسین احمد صاحب سے ان کو ترتیب دینے کے لئے عرض کیا لیکن بعض اعذار کی بناء پر وہ ان کو ترتیب نہ دے سکے لیکن اول تا آخر اس کام میں بھرپور تعاون فرماتے رہے، جس سے میرے لئے اس کو مرتب کرنا آسان ہوا۔

بالآخر احقر نے انہیں مرتب کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن اسباق، دارالافتاء کی مصروفیت اور اسفار کی وجہ سے موقع نہیں ملتا تھا۔ دوسری طرف ان کو ترتیب دینے کا تقاضا زور پکڑتا گیا اور میں ایک معقول فرصت کی تلاش میں تھا جو الحمد للہ ماہِ رجب ۱۴۲۴ھ میں ختم بخاری شریف کے بعد میسر آئی، احقر نے بھائی ممتاز احمد صاحب سے صورتحال عرض کی انہوں نے الحمد للہ اس سلسلے میں بھرپور تعاون کیا اور اس سے پہلے بھی وہ جزوی طور پر تمہید اور فتاویٰ کی ترتیب کا کام انجام دے چکے تھے۔

بہر حال! احقر نے ان فتاویٰ کو از سرِ نو مرتّب کیا، اس کے بعد اس کو کمپوز کروایا، اور پھر احقر اور مولانا سید حسین احمد صاحب نے ان پر بغور نظرِ ثانی کی جس میں بعض جوابات قابلِ اصلاح معلوم ہوئے، ان کی اصلاح کی، بعض قابلِ وضاحت تھے، ان کی وضاحت کی، بعض قابلِ حذف تھے، ان کو حذف کیا، بعض جگہ حوالوں کی ضرورت تھی وہاں حوالوں کا اضافہ کیا، اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ مجموعہ اپنا طویل سفر طے کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اس کے بعد بندہ نے یہ مجموعہ اصلاح و درستی کے لئے سیدی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی خدمت میں پیش کیا، اور نظرِ ثانی کی درخواست کی

جو حضرت نے قبول فرمائی، چنانچہ حضرت نے ایک سفر میں اول تا آخر اس کا مطالعہ فرمایا، بعض جگہ اصلاح فرمائی اور بعض جگہ مسئلہ کی دوبارہ تحقیق کرنے کے لئے فرمایا، چنانچہ وہ کردی گئی، جس کے بعد حضرت والا نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی، جس سے بہت اطمینان ہوا اور مسرت ہوئی، جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً. کیونکہ یہ مسائل اکثر جدید اور رائج الوقت ہیں، ان پر حضرت کی نظرِ تصویب بے حد ضروری تھی، اس کے بغیر ان کو شائع کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، حضرت والا کے نظر فرمانے اور اشاعت کی اجازت دینے کے بعد ان کو شائع کرنے کی ہمت ہوئی۔ فللّٰہ الحمد

ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس مجموعہ کو محض اپنی ذات اقدس کے لئے خالص فرمالیں اور قبول فرمالیں اور سونے و چاندی کے زیوارت کے کاروبار میں ناجائز معاملات کو چھوڑنے اور جائز طریقے اختیار کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

اس تمہید کے بعد پہلے سود کے بارے میں کچھ وعیدیں اور حلال کمائی کے چند فضائل لکھے جائیں گے، ان کو پڑھ کر سونے و چاندی اور ان کے رائج الوقت معاملات کو پڑھئے سمجھئے اور عمل کیجئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین۔

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفاء اللہ عنہ

۳۰ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بروز پیر، بوقت صبح 11:20

پہلا باب

ناجائز اور سودی معاملات پر وعیدیں
اور
حلال کمائی کے فضائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم
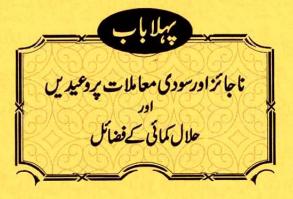
سودی معاملات پر وعیدیں

سود قرآن وسنت کی روشنی میں حرام اور سخت حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے جس پر دل ہلانے والی وعیدیں آئی ہیں اور حرام وناجائز معاملات بھی بحکمِ سود ہیں اس لئے دونوں سے بچنا واجب ہے اور تمام معاملات کو جائز طریقہ سے کرنا ضروری ہے، سود اور سودی معاملات کے بارے میں چند وعیدیں ملاحظہ کیجئے!

سودی لین و دین کرنے والوں کے بارے میں اعلانِ جنگ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوْسُ أَمْوَالِكُمْ لَاتَظْلِمُوْنَ وَلَاتُظْلَمُوْنَ. (بقرۃ:۲۷۹)

ترجمہ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا باقی حصہ ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا اعلانِ جنگ سن لو، اور اگر تم توبہ کرلو تو تم کو

تمہارے اصل اموال مل جائیں گے، نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور
نہ کوئی دوسرا تم پر ظلم کرنے پائے گا۔"

تفسیر

یہ آیات سود کی حُرمت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ عرب اور خاص طور پر قریش تجارت کیا کرتے تھے اور تجارتی مقاصد کے لئے سود کا لین و دین کیا کرتے تھے، قبیلۂ بنو ثقیف سودی کاروبار میں سب سے زیادہ مشہور تھا، اس کا بنو مغیرہ سے سودی لین و دین اسلام سے پہلے سے چلا آتا تھا جب یہ دونوں قبیلے مسلمان ہو گئے تو قبیلۂ بنو ثقیف کے سود کی ایک بڑی رقم بنو مغیرہ پر واجبُ الاداء تھی، انہوں نے اپنی سود کی رقم کا مطالبہ کیا تو بنو مغیرہ نے جواب دیا مسلمان ہو جانے کے بعد ہم سود ادا نہیں کریں گے، کیونکہ سود کا لینا جس طرح حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ بہر حال ان کے انکار پر معاملہ امیرِ مکہ کی معرفت رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اسی طرح تجارتی سود کے ایک دو واقعات اور بھی پیش آئے اس پر یہ دو آیات نازل ہوئیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سود کی بقایا رقم کا لین و دین بھی جائز نہیں۔

چنانچہ یہ حکمِ قرآنی سن کر ان حضرات نے اپنے مطالبات چھوڑ دیئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔

(ماخذۂ مسئلہ سود)

ہر مسلمان کو چاہئے وہ سود کے لین و دین سے بچے اور ان آیات میں سود کے حرام ہونے کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے جو سخت وعید سنائی

گئی ہے اس کو ضرور مدِّ نظر رکھے جو یہ ہے کہ ''اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو!'' یہ ایسی دھمکی اور ایسی وعید ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم وگناہ پر ایسی وعید کہیں قرآنِ کریم میں مذکور نہیں جس سے سود خوری اور سودی لین و دین کے گناہ کا انتہائی شدید اور سخت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سونے اور چاندی کے تبادلہ میں سود

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم، گندم کے بدلے، جو، جو کے بدلے، چھوارا، چھوارے کے بدلے اور نمک ،نمک کے بدلے میں اگر لیا اور دیا جائے تو ان کا لین و دین برابر، برابر اور ہاتھ در ہاتھ ہونا چاہئے، اس میں کمی وبیشی (یا ادھار) ربا کے حکم میں ہے جس کے گناہ میں لینے والا اور دینے والا برابر ہیں۔''

(بخاری)

تشریح

اس حدیث میں جن چھ چیزوں کا ذکر ہے ان کی آپس میں خرید وفروخت اور باہمی تبادلہ میں کمی وبیشی کرنا بھی ربا ہے اور ادھار کرنا بھی ربا ہے خواہ ادھار میں مقدار کے اندر کوئی زیادتی اور اضافہ نہ ہو بلکہ برابر برابر لیا دیا جائے تب بھی جائز نہیں۔ (مأخذہ مسئلۂ سود)

خلاصہ یہ ہے کہ سونا یا چاندی یا نقد رقم وغیرہ قرض دیکر نفع لینا تو حرام

ہے ہی، سونا یا چاندی کا سونے یا چاندی کے ساتھ تبادلہ کرنے میں زیادتی، لینا دینا یا ادھار کرنا بھی ربا ہے جو حرام ہے۔

سود خور کا جنت میں نہ جانا

''حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے ایک شراب پینے کا عادی، دوسرے سود کھانے والا، تیسرے ناحق یتیم کا مال کھانے والا اور چوتھے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔''

مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ ان گناہوں کو حلال سمجھنے والا جنت میں نہ جائے گا اور جو حلال نہیں سمجھتا لیکن یہ گناہ کرتا ہے اور توبہ بھی نہیں کرتا تو بغیر سزا پائے جنت میں نہ جائے گا۔ بہرحال سود کا لین و دین بڑے وبال کی چیز ہے۔

سود کا ایک درہم ۳۶ مرتبہ زنا سے بدتر ہے

''حضرت انس بن مالک ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور سود کا بڑے اہتمام سے ذکر فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ: کسی شخص کا سود کا ایک درہم کھانا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے۔''

(رواہ ابن ابی الدنیا)

سود کا ادنیٰ گناہ ماں سے زنا کرنے کے برابر

''حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

سود کے ستر گناہ ہیں، ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔'' (ابن ماجہ)

دوزخ کی خوشخبری

'' حضرت قاسم بن عبدالواحد وزّاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اَبِیْ اَوْفیٰ ﷛ کو سناروں کے بازار میں دیکھا، آپ نے فرمایا: اے سنارو! خوشخبری سنو! سناروں نے کہا: اے ابومحمد! اللہ تعالیٰ آپ کو جنت سے سرفراز فرمائے، آپ ہمیں کس چیز کی بشارت دے رہے ہیں حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: تمہیں دوزخ کی خوشخبری ہو (یعنی تم دوزخ کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ سونے چاندی کے کاروبار میں ادھار جائز نہیں اور سنار عموماً حساب کھاتہ پر ادھار کے معاملات کرتے رہتے ہیں اور وہ سود ہیں)۔'' (رواہ الطبرانی)

﴿یہ تمام آیات واحادیث مسئلہ سود سے ماخوذ ہیں۔﴾

حلال کمائی کے فضائل

حلال کمانا فرض ہے

حضرت عبداللہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال کا طلب کرنا فرض کے بعد فرض ہے۔ ❶

ف:۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حلال مال حاصل کرنا فرض تو ہے لیکن اس کا درجہ ارکانِ اسلام جیسے نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ سے کم ہے۔

افضل کمائی

حضرت ابو بردہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین کمائی وہ تجارت اور ہاتھ کی کمائی ہے جس میں گناہ کی آمیزش نہ ہو۔ ❷

پیشہ ور مسلمان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پیشہ ور مسلمان کو پسند فرماتے ہیں۔ ❸

---

❶ عن عبد الله رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: طلب الحلال فريضة بعد الفريضة. (المعجم الكبير للطبرانی) ❷ عن أبی بردة رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: أفضل الكسب بيع مبرور وعمل الرجل بيده. (مسند احمد والطبرانی) ❸ عن ابن عمر رضی الله عنهما عن رسول الله ﷺ قال: إن الله تعالى يحب العبد المؤمن المحترف. (المعجم الاوسط للطبرانی)

حلال کمانے میں تھکنا موجبِ بخشش ہے

حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو رزقِ حلال کی طلب میں تھکا ہارا رات گذارتا ہے رات ہی کو اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ ❶

سب سے اچھا کھانا اپنی کمائی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلا شک و شبہ بہترین کھانا جو تم نے کھایا وہ ہے جو تمہاری کمائی سے ہو، اور تمہاری اولاد (کی کمائی بھی) تمہاری کمائی کا حصہ ہے۔ (لہٰذا بوقتِ ضرورت والدین اپنی اولاد کا مال استعمال کر سکتے ہیں)۔ ❷

بہترین کھانا

حضرت مقداد ﷺ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے لئے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے، اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ ❸

حلال روزی تلاش کرنے پر حق تعالیٰ کی رضا ملنا

حضرت سکن ﷺ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال

---

❶ عن انس ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: من بات كالا فى طلب الحلال بات مغفورا له. (ابن عساكر، كنز العمال) ❷ عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: إن أطيب ما أكلتم من كسبكم وإن أولادكم من كسبكم. (الترمذى باب ما جاء أن الولد ياخذ من مال ولده) ❸ عن المقداد ﷺ عن رسول الله ﷺ قال: ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن يأكل من عمل يده وإن نبى الله داود كان يأكل من عمل يده. (صحيح البخارى)

روزی تلاش کرنا ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں بڑے بہادروں سے ٹکرانا، اور جو شخص رات کو تھکا ہارا سوتا ہے تو اس کی رات ایسے گذرتی ہے کہ اللہ پاک اس سے راضی ہوتے ہیں۔ ❶

گھریلو ضروریات کے لئے کمانا راہِ خدا ہے

حضرت کعب بن عجرہ ﷛ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی اپنے چھوٹے بچوں کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لئے گھر سے نکلے تو وہ ''راہِ خدا'' میں ہے، اور اگر کوئی اپنے بوڑھے ماں باپ کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لئے گھر سے نکلے تو وہ بھی ''راہِ خدا'' میں ہے اور اگر کوئی اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچنے کے لئے گھر سے نکلے تو وہ بھی ''راہِ خدا'' میں ہے اور اگر کوئی ریاکاری اور فخر پسندی کے جذبے سے نکلے تو وہ شیطان کے راستہ میں نکل گیا۔ ❷

حلال سے عار کرنا حرام میں مبتلا ہونے کا سبب ہے

حضرت انس ﷛ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ حلال سے عار محسوس کرتا ہے اللہ پاک اسے حرام میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ ❸

---

❶ عن السكن ﷛ قال قال رسول الله ﷺ: طلب الحلال مثل مقارعة الأبطال فى سبيل الله ومن بات عييا من طلب الحلال بات والله عز وجل عنه راض (شعب الإيمان للبيهقى)

❷ عن كعب بن عجرة رضى الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: إن كان خرج يسعى على ولده صغار فهو فى سبيل الله وإن كان خرج يسعى على أبوين شيخين كبيرين فهو فى سبيل الله وإن كان خرج يسعى على نفسه يعفها فهو فى سبيل الله وإن كان خرج يسعى رياء ومفاخرة فهو فى سبيل الشيطان. (طبرانى) ❸ عن انس ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ: ما من عبد استحيا من الحلال إلا ابتلاه الله بالحرام. (ابن عساكر، كنز العمال)

جنت میں لے جانے والے تین عمل

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی میں درج ذیل تین خوبیاں ہوں وہ جنت میں جائیگا۔❶

(۱)......حلال کھائے۔

(۲)......سنت کے مطابق اعمال کرے۔

(۳)......لوگ اس کی اذیتوں سے محفوظ رہیں۔

سچا تاجر نبیوں اور شہیدوں کے ساتھ

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچا امین تاجر (قیامت کے روز) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ ❷

چہرہ چمکنا

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تین جذبوں سے رزقِ حلال کا طلبگار رہو۔❸

(۱)......سوال سے بچنے کے لئے۔

---

❶ عن أبی سعید الخدری ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل طيبا وعمل فی سنة وأمن الناس بوائقه دخل الجنة. (سنن الترمذی) ❷ عن أبی سعید الخدری ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء. (سنن الترمذی)

❸ عن أبی هريرة ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ: من طلب الدنيا حلالا استعفافا عن المسألة وسعيا على أهله وتعطفا على جاره بعثه الله يوم القيامة ووجهه كالقمر ليلة البدر ومن طلبها حلالا مكاثرا بها مرائيا مفاخرا لقی الله عز وجل وهو عليه غضبان. (شعب الايمان، مشکوٰۃ)

(۲)......اپنے اہل وعیال کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لئے۔

(۳)......اپنے پڑوسیوں سے (حسنِ سلوک) اور نرمی کے لئے۔

تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس طرح اٹھائیں گے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔ اور جو شخص دنیا میں سے حلال کی طلب (درج ذیل تین جذبوں سے) کرے:

(۱)......محض مال بڑھانے کا شوق ہو

(۲)......ریا کاری مقصود ہو

(۳)......دوسروں پر فخر کرنا مقصود ہو

تو وہ اللہ پاک کے سامنے ہوگا تو اللہ پاک اس پر ناراض ہوں گے۔

(شعب الایمان، مشکوٰۃ)

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے سچا تاجر جنت میں داخل ہوگا۔ [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنت میں داخلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کوئی حلال ذریعۂ آمدنی اختیار کیا تاکہ خود بھی سوال سے بچ سکے اور اس کے بچے بھی اس سے محفوظ رہیں تو ایسا شخص قیامت کے روز انبیاء وصدیقین کے ساتھ اس طرح آئیگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] عن أبی ذر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أول من يدخل الجنة التاجر الصدوق. (مصنف ابن أبی شيبه)

شہادت اور بیچ کی انگلیاں ملا کر اس طرح ایک ساتھ آنے کی کیفیت بیان فرمائی۔ ❶

حلال کماؤ اور حرام سے بچو

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے رزق کو سست رفتار نہ سمجھو کیونکہ بندہ اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک اپنے رزق کا آخری لقمہ نہ حاصل کر لے جو اس کے لئے مقرر ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور حلال لے کر، حرام چھوڑ کر معتدل طریقے سے رزق تلاش کرو۔ ❷ (صحیح ابن حبان)

نیز ایک روایت میں ہے کہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور میانہ روی سے رزق کی تلاش کرو، کیونکہ اپنا رزق مکمل حاصل کئے بغیر کوئی انسان ہرگز نہیں مر سکتا، اگرچہ رزق کے آنے میں تاخیر ہو جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور درمیانہ طریقے سے رزق حاصل کرو، حلال لے لو اور حرام چھوڑ دو۔ ❸

---

❶ عن أبی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من طلب مكسبة من باب حلال يكف بها وجهه عن مسألة الناس وولده وعياله جاء يوم القيامة مع النبيين والصديقين هكذا وأشار بأصبعه السبابة والوسطى. (مسندِ فردوس، كنز العمال) ❷ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا تستبطئوا الرزق فإنه لم يكن عبد يموت حتى يبلغه آخر رزق هو له فاتقوا الله وأجملوا فی الطلب أخذ الحلال وترك الحرام. (صحيح ابن حبان ۱۳/۳۸۲) ❸ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: أيها الناس اتقوا الله وأجملوا فی الطلب فإن نفسا لن تموت حتى تستوفی رزقها وإن أبطأ عنها فاتقوا الله وأجملوا فی الطلب خذوا ما حل ودعوا ما حرم. (سنن ابن ماجه)

اچھے طریقے سے روزی کا حصول

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے روز منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی قسم میں تمہیں صرف اسی کا حکم کر رہا ہوں جس کا اللہ نے تمہیں حکم کیا ہے، اور اسی سے روک رہا ہوں جس سے اللہ نے تمہیں روکا ہے، لہٰذا اچھے طریقے سے تلاشِ رزق کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں ابوالقاسم ﷺ کی جان ہے رزق اس طرح تمہاری تلاش کرتا ہے جیسے تمہاری موت تمہاری تلاش میں رہتی ہے، اگر کچھ رزق ملنے میں تمہیں دشواری محسوس ہو تو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ اسے طلب کرو۔ (1)

ف:۔ خط کشیدہ جملہ کی وضاحت اگلی حدیث میں آرہی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو تمہیں جنت کے قریب کرسکتی تھی اور جہنم سے دور لے جاسکتی تھی میں نے تمہیں اس کا حکم کیا ہے، اور ہر وہ چیز جو تمہیں جہنم کے قریب اور جنت سے دور لے جاسکتی تھی میں نے تمہیں اس سے روکا ہے، اور جبرئیلِ امین نے بذریعۂ وحی مجھے بتایا ہے کہ کوئی جاندار (چاہے انسان ہو یا جانور یا درندہ) اس وقت تک ہرگز نہیں مر

---

(1) عن علی رضی اللہ عنہ قال: صعد رسول الله ﷺ المنبر يوم غزوة تبوک فحمد الله و أثنىٰ عليه ثم قال: أيها الناس إني والله ما آمركم إلا بما آمركم الله به ولا أنهاكم إلا عما نهاكم الله عنه فأجملوا في الطلب فو الذي نفس أبي القاسم بيده: إن أحدكم ليطلبه رزقه كما يطلبه أجله فإن تعسر عليكم شيء منه فاطلبوه بطاعة الله عز وجل. (المعجم الكبير للطبراني)

سکتا جب تک اپنا رزق مکمل حاصل نہ کرلے، اور رزق کی تاخیر سے تم پر ہرگز یہ اثر نہ ہو کہ تم اسے اللہ کی نافرمانی کے طریقوں سے حاصل کرنے لگو (کیونکہ رزق کے خزانے تو اللہ کے پاس ہیں) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ ہی حاصل کیا جاسکتا ہے، (نافرمانی سے نہیں)۔ ❶

فجر کے بعد تلاشِ رزق

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم فجر کی نماز پڑھ چکو تو تلاشِ رزق کو چھوڑ کر مت سویا کرو۔ ❷

مالِ حلال کے استعمال سے دعا قبول ہونا

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی: ''اے لوگو! زمین کی حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ'' آیت سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے

---

❶ وعن ابن مسعود قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أيها الناس ليس من شيء يقربكم إلى الجنة ويباعدكم من النار إلا قد أمرتكم به وليس شيء يقربكم من النار ويباعدكم من الجنة إلا قد نهيتكم عنه وإن الروح الأمين وفي رواية : وإن روح القدس نفث في روعي أن نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها ألا فاتقوا الله وأجملوا في الطلب ولا يحملنكم استبطاء الرزق أن تطلبوه بمعاصي الله فإنه لا يدرك ما عند الله إلا بطاعته . (رواه في شرح السنة والبيهقي في شعب الإيمان. مشكاة المصابيح) ❷ عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله تعالى يقول: إذا صليتم الفجر فلا تناموا عن طلب أرزاقكم. (الطبراني)

ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنادے یعنی مجھے دعا قبول ہونے والا بنادے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا پینا پاک اور حلال بنالو! مستجاب الدعوات بن جاؤ گے اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) جان ہے، بندہ حرام لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس سے چالیس دن تک کوئی عمل (فرض ہو یا نفل) قبول نہیں کیا جاتا اور جس بندہ کے جسم کا گوشت حرام مال اور سود کے پیسہ سے پرورش پایا ہو، اس کے لئے جہنم ہی اولیٰ ہے۔" ❶

(اس لئے حرام آمدنی اور سود سے بے حد بچنا چاہئے)

---

❶ عن ابن عباس قال: تليت هذه الآية عند رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أيها الناس كلوا مما فى الأرض حلالا طيبا فقام سعد بن أبى وقاص فقال: يا رسول الله ادع الله أن يجعلنى مستجاب الدعوة فقال له النبى صلى الله عليه وسلم: يا سعد أطب مطعمك تكن مستجاب الدعوة والذى نفس محمد بيده إن العبد ليقذف اللقمة الحرام فى جوفه ما يتقبل منه عمل أربعين يوما وأيما عبد نبت لحمه من السحت والربا فالنار أولى به لا يروى هذا الحديث عن ابن جريج إلا بهذا الإسناد تفرد به الاحتياطى (المعجم الأوسط للطبرانى ج۱۴ ص: ۲۶۱)

حرام روزی کی مذمت

حرام کمانے میں لاپرواہی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اس کی کوئی پرواہ نہ ہو کہ وہ مال کہاں سے کما رہا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالی کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کس دروازے سے جہنم میں جا رہا ہے۔ ❶

حرام روزی سے بچنے کی تاکید

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ کرسکتا ہو کہ اپنے پیٹ میں سوائے حرام کے کچھ نہ جانے دے سو وہ ضرور یہ کرلے، انسان کا سب سے پہلا جو حصہ بدبودار اور سڑتا ہے وہ اس کا پیٹ ہے، اور جو شخص یہ کرسکتا ہو کہ خونِ ناحق کا ایک قطرہ بھی نہ بہائے اگرچہ پچھنے لگانے کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو سو وہ ضرور کرلے کیونکہ خونِ ناحق بہانے والا شخص جنت کے جس دروازے پر

❶ عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من لم يبال من أين يكسب المال لم يبال الله من أين أدخله النار. (كنز العمال)

بھی آئیگا وہ خون اس کے لئے جنت میں داخل ہونے سے

رکاوٹ بن جائے گا۔❶

حرام کی ذراسی شمولیت کا وبال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: جس شخص نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم

حرام کا شامل تھا تو جب تک اس کپڑے کا ایک حصہ بھی اس کے تن پر

رہے گا اس کی نمازیں اللہ پاک قبول نہیں فرمائیں گے۔❷

ایک اور روایت میں ہے کہ:

حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: ہر وہ جسم جس کی نشو ونما حرام سے ہوئی ہو آگ ہی اس کے لئے

مناسب ہے۔❸

منہ میں مٹی ڈالنا حرام ڈالنے سے بہتر ہے

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی

آدمی اپنے منہ میں مٹی ڈالے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں اللہ کی

---

❶ عن جندب بن عبد الله عن رسول الله ﷺ قال: من استطاع منكم أن لا يدخل بطنه إلا طيبا فليفعل وإن أول شيء ينتن من ابن آدم بطنه ومن استطاع منكم أن لا يصيب حراما ولو بحجمة من دم حرام لا يأتي بابا من أبواب الجنة إلا حال بينه وبين أن يدخلها. (مصنف ابن ابی شیبه) ❷ عن ابن عمر ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من اشترى ثوبا بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله له صلاة ما دام عليه منه شيء. (مسند احمد، مشكوٰة المصابيح) ❸ عن ابی بكر الصديق ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: كل جسد ينبت من سحت فالنار أولى به. (كنز العمال)

حرام کردہ چیز ڈالے۔❶

چالیس دن کی نماز مقبول نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک لقمہ حرام کھایا اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قابلِ قبول نہیں، اور نہ چالیس روز کی دعائیں قابلِ قبول ہیں، اور ہر گوشت جس کی نشو ونما حرام سے ہوئی ہو جہنم کی آگ ہی اس کے لئے مناسب ہے، اور حرام کے ایک لقمہ سے بھی گوشت اگتا ہے۔❷

مالِ حرام کا صدقہ قبول نہیں ہوتا

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو بندہ مالِ حرام کماتا ہے پھر اس میں سے صدقہ کرتا ہے تو وہ قبول نہیں ہوتا، اگر کہیں خرچ کرتا ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی، اگر مرنے کے بعد پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے تو وہ مال سوائے اس کی آگ میں اضافے کے کچھ نہیں کر سکتا، اللہ تعالی برائی کو برائی سے ختم نہیں فرماتے، ہاں برائی کو نیکی کے اثر سے مٹا دیتے ہیں،

---

❶ عن ابی هريرة ﷜ قال: قال رسول الله ﷺ: لأن يجعل أحدكم فی فيه ترابا خير له من أن يجعل فی فيه ما حرم الله. (شعب الايمان للبيهقی) ❷ عن ابن مسعود ﷜ قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ولم تستجب له دعوة أربعين صباحا وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم. (كنز العمال)

اور حرام سے حرام کا اثر نہیں مٹتا۔❶

یتیموں کا ناحق مال کھانا

حضرت بریدہ ؓ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک قوم کو ان کی قبروں سے اٹھائیں گے تو ان کے منہ سے آگ کے شعلہ بھڑک رہے ہوں گے، کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں: ’’بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں اور وہ عنقریب آگ میں داخل ہوں گے‘‘۔❷

دو شریکوں میں حق تعالیٰ کی شرکت

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں معاملہ کرنے والے دو فریقین کا تیسرا ہوتا ہوں جب تک کہ کوئی فریق کسی فریق سے خیانت و بددیانتی نہ کرے، اور جب کوئی فریق خیانت کرتا ہے تو میں ان کے بیچ سے نکل جاتا ہوں (یعنی میری

---

❶ عن عبد الله بن مسعود عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يكسب عبد مال حرام فيتصدق منه فيقبل منه ولا ينفق منه فيبارك له فيه ولا يتركه خلف ظهره إلا كان زاده إلى النار. إن الله لا يمحو السيئ بالسيئ ولكن يمحو السيئ بالحسن إن الخبيث لا يمحو الخبيث. (رواه أحمد وكذا في شرح السنة (مشكاة المصابيح)

❷ عن بريدة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: يبعث الله يوم القيامة قوما من قبورهم تأجج أفواههم نارا ألم تر أن الله تعالى يقول: إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا.. سورة النساء.... الآية. (كنز العمال، الكامل لابن عدى)

رحمت وبرکت اس معاملہ میں نہیں رہتی)۔ ❶

مخلوق کی روزی تقسیم شدہ ہے

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے اس کے ہر فرد کا رزق بھی اللہ نے طے کر دیا ہے، ایک آدمی اپنی روزی کی خاطر اطرافِ عالم سے چلتا ہے اور شیطان اس کے دونوں کاندھوں پر ہوتا ہے اور (اسے) کہتا ہے: ''جھوٹ بول، اور نافرمانی کر''، چنانچہ بعض تاجر اس کا کہا مان کر جھوٹ اور نافرمانی سے روزی کماتے ہیں، (اور برباد ہوتے ہیں) اور بعض نیکی اور تقویٰ اختیار کر کے روزی حاصل کرتے ہیں، یہی وہ تاجر ہے جس کے رشد وہدایت کا حق تعالیٰ نے عزم فرمایا ہے۔ ❷

ان احادیث سے حلال مال کمانے اور خرچ کرنے کے اجر وثواب کا علم اور حرام کمائی کا وبال معلوم ہوا، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ حلال مال کمائے اور حرام مال حاصل کرنے اور خرچ کرنے سے پرہیز کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ سونے وچاندی کا کاروبار ہو یا کوئی دوسرا، اس میں جائز طریقے اختیار کرے، حرام وناجائز معاملات سے رہیز کرے۔

---

❶ عن ابی هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله تعالى يقول: أنا ثالث الشريكين ما لم يخن أحدهما صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهما. (سنن أبی داؤد)

❷ عن ابی هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله تعالى يقول: ما خلق الله من صانع إلا قسم فيه قوت كل دابة حتى إن الرجل ليجيء من أقصى الأرض وقد حمل قوته وإن الشيطان بين عاتقيه يقول: إكذب افجر فمنهم من يأخذ رزقه ذلک بكذب وفجور ومنهم من يأخذ ببر وتقوى فذلک الذی عزم الله له على رشده. (كنز العمال)

دوسرا باب

سونے اور چاندی کے کاروبار کے چند بنیادی اصول
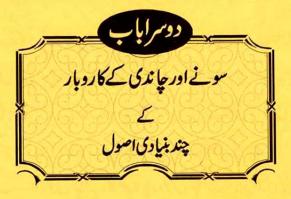
سونے اور چاندی اور اس کے زیورات کے لین و دین اور کاروبار کے بارے میں شرعی طور پر اگر چند اصولی باتیں مدِ نظر رہیں تو آگے آنے والے معاملات کا جائز اور ناجائز ہونا بآسانی سمجھا جاسکتا ہے اسی غرض سے ان کو یہاں لکھا جاتا ہے، پہلے ان کا خلاصہ لکھا جائیگا، اس کے بعد ان کی باحوالہ تفصیل۔

خلاصہ

سونے کا سونے یا چاندی کا چاندی یا سونے کا چاندی سے تبادلہ کرنے کو شریعت میں ''بیعِ صرف'' کہتے ہیں، اس کے خاص احکام ہیں، وہ یہ ہیں:۔

(۱) جب سونے کو سونے یا چاندی کو چاندی کے عوض خریدیں یا فروخت کریں تو اس میں شرعی لحاظ سے دو باتوں کی پابندی ضروری ہے۔

الف...... دونوں جانب کا سونا یا دونوں جانب کی چاندی کا وزن کے لحاظ سے بالکل برابر اور مساوی ہونا ضروری ہے ایک گرام بھی کم وبیش نہ ہو ورنہ زیادتی سود ہوگی جو حرام اور ناجائز ہے۔

ب...... دونوں جانب کے سونے اور چاندی پر، فریقین کا اُسی مجلس میں، اپنے اپنے قبضہ میں لینا ضروری ہے جس میں باہم سودا ہوا ہے اگر ان میں سے ایک فریق کا سونا یا چاندی نقد ہو اور دوسرے کا ادھار تو یہ جائز نہیں خواہ ادھار معمولی وقت کے لئے ہو یا طویل مدت کے لئے، بہر حال جائز نہیں۔

(۲) جب سونے کو چاندی کے عوض خریدیں یا فروخت کریں تو دونوں کا

برابر ہونا ضروری نہیں، کمی وبیشی جائز ہے لیکن فریقین کو اسی مجلس میں سونے اور چاندی پر قبضہ کرنا ضروری ہے جس میں سودا ہوا ہے، ان میں سے ایک کو نقد ادا کرنا اور دوسرے کو ادھار کرنا جائز نہیں، ادھار کی مدّت کم ہو یا زیادہ۔

(۳) جب سونے یا چاندی کو کسی ملک کی کرنسی کے ذریعہ خریدیں یا فروخت کریں جیسے پاکستانی کرنسی نوٹوں یا سعودی ریال یا ڈالر وغیرہ کے ذریعہ تو یہ ''بیع صرف'' نہیں ہے لہٰذا اس تبادلہ پر بیع صرف کے مذکورہ احکام لاگو نہیں ہوں گے چنانچہ اس میں:

ا......سونے اور چاندی اور کرنسی نوٹوں کا کم وبیش ہونا بھی جائز ہے اور ان کا نقد تبادلہ بھی ضروری نہیں، کرنسی نوٹ یا سونا یا چاندی ادھار بھی ہوسکتی ہے، ادھار کی مدّت کم ہو یا زیادہ، تاہم ادھار کی مدت بوقتِ معاملہ متعین ہونا ضروری ہے۔ مثلاً

۱۰۰ اگرام سونا آج دیدیا اور دس دن کے بعد اس کی مقررہ قیمت دینا طے کرلی یا آج ۱۰۰ اگرام چاندی کی مقررہ قیمت ادا کردی اور دس دن کے بعد ۱۰۰ گرام چاندی دینا طے ہو جائے تو یہ جائز ہے۔

تنبیہ:۔ادھار کی جو جائز صورتیں اوپر تحریر کی گئی ہیں ان میں ضروری ہے کہ انہیں سودخوری کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو وہ صورتیں بھی ناجائز ہوں گی۔

ضروری وضاحت

کرنسی نوٹوں سے سونے، چاندی اور ان کے زیورات کی بیع، ''بیع صرف''

ہے یا نہیں؟ اس میں علماءِ عصر کا اختلاف ہے، بعض علماءِ کرام اس کو بیع صرف قرار دیتے ہیں، کیونکہ ان کی رائے میں کرنسی نوٹ سونے یا چاندی کی دستاویز اور سند ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک کرنسی نوٹوں سے سونا چاندی خریدنا جائز نہیں ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ بیع صرف میں مبیع اور ثمن دونوں پر مجلس عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہے اور یہاں دونوں پر قبضہ نہیں پایا گیا، ایک طرف خریدار کا سونے یا چاندی پر قبضہ پایا گیا، دوسری طرف دکاندار نے نوٹ یعنی سونے کے قرض کی سند پر قبضہ کیا جو سونے پر قبضہ نہیں اس طرح بیع صرف کے جائز ہونے کے لئے مجلسِ عقد میں مبیع اور ثمن دونوں پر قبضہ کرنے کی شرط نہیں پائی گئی اس لئے یہ بیع شرعاً جائز نہ ہوگی۔

عرب ممالک کے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ نوٹ اب سند یا وثیقے کے حکم میں نہیں رہے، بلکہ سونے چاندی کے حکم میں ایک مستقل جنس بن گئے ہیں، اس لئے ان کا باہم تبادلہ یا ان کے ذریعے سونا یا چاندی خریدنا ''صرف'' ہی کے حکم میں ہے، لہٰذا اس میں دونوں طرف سے قبضہ مجلس میں ہونا ضروری ہے، ادھار بالکل جائز نہیں، البتہ وہ چیک پر قبضہ کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔

بعض دوسرے علماء کرام اس کو ''بیعِ صرف'' نہیں کہتے، ان کی رائے یہ ہے کہ اب نوٹ بذاتِ خود ''ثمن عرفی'' بن گئے ہیں۔ اس لئے جو شخص سونے یا چاندی کے عوض یہ نوٹ ادا کرے گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے ثمن اور مال ادا کیا لہٰذا ان کے ذریعہ سونا، چاندی خریدنا جائز ہوگا اور ثمن عرفی سے سونا، چاندی خریدنا بیع صرف نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی یہی تیسری رائے ہے، بندہ بھی اس سے متفق ہے اور نوٹ کے ثمنِ عرفی ہونے یا نہ ہونے کی پوری تفصیل حضرت والا مدظلہم نے ''احکام الاوراق النقدیة'' میں تحریر فرمائی ہے۔اس رسالہ میں مذکورہ موقف کے مطابق کرنسی نوٹوں کے ذریعہ سونے، چاندی اوران کے زیورات کی خرید وفروخت کے احکام لکھے گئے ہیں۔

ہندوستان کی مجمع الفقه الاسلامی نے ان کا یہ موقف بصورت استفتاء ہندوستان کے بہت سے اہل افتاء کے پاس بھیجا تھا، ان میں سے پچاس علماء نے اس کی تائید کی، اور دس حضرات نے وہ موقف اختیار کیا جو عرب ممالک کے اکثر علماء کا اوپر بیان کیا گیا ہے۔

چند ضروری اصولوں کی تفصیل

اصول نمبر (۱)

جب دونوں طرف سونا یا دونوں طرف چاندی ہو، تو لین دین میں ضروری ہے کہ ہاتھ در ہاتھ اور مقدار میں برابر ہو۔البتہ اگر ایک طرف سونا اور دُوسری طرف چاندی ہو، تو مقدار میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، لیکن ہاتھ دَر ہاتھ ہونا اس میں بھی ضروری ہے، حدیث میں ہے۔

''سونے کوسونے کے بدلے میں برابر سرابر بیچو، چاندی کو چاندی کے بدلے میں برابر سرابر بیچو، کھجور کو کھجور کے بدلے میں برابر سرابر بیچو، گندم کو گندم کے مقابلے میں برابر سرابر بیچو، نمک کو نمک

کے بدلے میں برابر سرابر بیچو، جو کو جو کے بدلے میں برابر سرابر فروخت کرو، لیکن جو شخص اضافے کا لین دین کرے، وہ رِبا کا معاملہ کرے گا، البتہ سونے کو چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہو، فروخت کرو، بشرطیکہ ہاتھ دَر ہاتھ ہو، اور جو کو کھجور کے بدلے میں جس طرح چاہو، فروخت کرو، بشرطیکہ ہاتھ دَر ہاتھ ہو۔'' ❶ (کنزالعمال)

اصول نمبر (۲)

جب سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کیا جائے، تو مقدار کا برابر ہونا واجب ہے، اگرچہ ایک طرف سونا یا چاندی خالص ہو، اور دُوسری طرف سونے یا چاندی میں کچھ کھوٹ ملا ہو، مگر وہ کھوٹ کم ہو۔ ❷

''علامہ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ

---

❶ الذهب بالذهب مثلا بمثلا والفضة بالفضة مثلا بمثل، والتمر بالتمر مثلا بمثل والبر بالبر مثلا بمثل، والملح بالملح مثلا بمثل، والشعير بالشعير مثلا بمثل فمن زاد او ازداد فقد رابى، بيعوا الذهب بالفضة كيف شئتم يدا بيد، الحديث. (كنز العمال، للمتقى عدد الحديث ۹۶۶۹)

❷(فى الهداية: ۳: ۸۱) فان باع فضة بفضة أو ذهبا بذهب لايجوز الا مثلاً بمثل وان اختلفا فى الجودة والصيانة لقوله عليه السلام: الذهب بالذهب مثلاً بمثل وزنا بوزن يدًا بيد والفضل ربوا وقال عليه السلام: جيدها ورديها سواء.

(فى البدائع: ۲: ۷۳) والجودة فى أموال الربا لاقيمة لها شرعًا عند مقابلتها بجنسها لقول النبى صلى الله عليه وسلم: جيدها ورديها سواء اسقط اعتبار الجودة والساقط شرعًا ملحق با لساقط حقيقةً.

نے خطبہ دیا اور کہا کہ خبردار! درہم کی بیع درہم کے عوض اور دِینار کی بیع دِینار کے عوض میں نقد و نقد اور برابر سرابر ہونی چاہئے، عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ نے پوچھا کہ ہماری چاندی کھوٹی ہوجاتی ہے، ہم گھٹیا چاندی دے کر (کم مقدار میں) عمدہ چاندی عوض میں خرید لیتے ہیں، حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ جائز نہیں، البتہ اپنی گھٹیا چاندی کے عوض کچھ سامان خرید لو، جب تم اس پر قبضہ کرلو، اور وہ تمہارا ہوجائے، تو اس کو فروخت کردو۔" [1] (اعلاء السنن)

اصول نمبر (۳)

ہمارے موجودہ رواج میں روپیہ دھات کے سکے کا نام ہے، یہ سکہ ایسا ہی ہے جیسے پچّیس پیسے یا پچاس پیسے کے سکے ہوتے ہیں، دس روپے کے کاغذ کا نوٹ دھات کے روپے کے سکے کا متبادل ہے، قیامِ پاکستان سے قبل روپے کا سکہ چاندی کا ہوتا تھا، لیکن موجودہ دور میں روپے کا چاندی یا سونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے یہ فلوس یعنی تانبے کے سکوں کے حکم میں ہے، جب

---

[1] محمد بن سیرین قال: خطب عمر بن الخطاب فقال الا ان الدرهم بالدرهم والدينار بالدينار عينا بعين سواء بسواء مثلاً بمثل فقال له عبدالرحمن بن عوف: تزيف علينا اوراقنا فنعطی الخبيث و ناخذ الطيب فقال عمر: لا، ولكن ابتع بها عرضا فاذا قبضته وكان لك فبعه و اهضم ماشئت وخذ ای نقد شئت. (اعلاء السنن العثمانی، (علامه ظفراحمد العثمانی، كراتشی، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية. ۲۹۸،۴۱)

روپیہ چاندی کا ہوتا تھا، اس وقت اس سے متعلق احکام اور تھے اور اَب جب وہ تانبے پیتل کا ہے، اس کے اَحکام مختلف ہیں۔

اصول نمبر (۴)

سونے چاندی کی روپوں کے عوض اُدھار خرید و فروخت جائز ہے، لیکن سودے کے وقت ایک جانب سے قبضہ ضروری ہے۔ کیونکہ:

''شرح طحاوی میں ہے کہ اگر کسی نے ایک درہم کے بدلے سو فلس خریدے، اور فلوس یا دراہم پر قبضہ کرلیا، اور پھر دونوں الگ الگ ہوگئے، تو یہ بیع جائز ہے، کیونکہ اس میں دین کے بدلے میں عین کا سودا کر کے جدا ہوگئے۔'' [1] (فتح القدیر)

''علامہ حانوتیؒ سے فلوس کے بدلے سونے کو اُدھار فروخت کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ جائز ہے، بشرطیکہ ایک بدل پر قبضہ ہو، کیونکہ بزازیہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص سو فلس ایک درہم کے بدلے خریدے، تو ایک جانب سے قبضہ کافی ہے، فرمایا: اسی طرح اگر فلوس کے بدلے چاندی یا سونے کو بیچے یہ بھی جائز ہے۔'' [2]

علامہ سرخسیؒ کا رُجحان بھی اسی طرف ہے، چنانچہ فرمایا:

---

[1] و فی شرح الطحاوی: لو اشتری مائة فلس بدرهم وقبض الفلوس او الدراهم ثم افترقا جاز البیع لانهما افترقا عن عین بدین. (فتح القدیر)

[2] سئل الحانوتی عن بیع الذهب بالفلوس نسئية فاجاب بانه یجوز اذا قبض احد البدلین لما فی البزازیة. (فتح القدیر)

''جب کسی آدمی نے دَراہم کے بدلے میں فلوس خریدے، اور ثمن میں (دَراہم ادا کئے) اور فلوس بائع کے پاس نہیں تھے، تو یہ جائز ہے، کیونکہ فلوسِ رائجہ نقود کی طرح ثمن ہیں، اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ ثمن میں عقد کا حکم صرف اس کا وجوب اور وجود ہے، اور ثمن کا بوقتِ عقد بائع کی ملکیت میں ہونا صحتِ عقد کے لئے ضروری نہیں، جیسا کہ دَراہم اور دَنانیر میں یہ شرط نہیں ہے۔'' ❶

چونکہ روپے بھی فلوس کے حکم میں ہیں، لہٰذا مندرجہ بالا عبارات کی روشنی میں سونے چاندی کی خرید وفروخت روپے کے عوض میں جائز ہے، البتہ یہ شرط ہے کہ ایک جانب سے مال پر قبضہ جدا ہونے سے پہلے کرلیا جائے، دونوں طرف اُدھار ہو تو یہ جائز نہیں، خواہ کتنی ہی تھوڑی مدّت کے لئے ہو، کیونکہ اس صورت میں یہ بیع الکالی بالکالی (یعنی ادھار کی ادھار سے خرید وفروخت) کے حکم میں ہوگا، اور اس سے احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُدھار کی اُدھار کے عوض بیع سے منع فرمایا ہے۔'' ❷

---

❶ و اذا اشترى الرجل فلوسا بدراهم ونقد الثمن ولم تكن الفلوس عند البائع فالبيع جائز، لان الفلوس الرائجة ثمن كالنقود، وقد بينا ان حكم العقد فى الثمن وجوبها ووجودها معا ولا يشرط قيامها فى ملك بائعها لصحة العقد كما لايشترط ذلك فى الدراهم والدنانير. (المبسوط للسرخسى (شمس الدين السرخسى) بيروت، لبنان، دارالمعرفة، طبع ١٤١٤ هج (٢٤/٤)

❷ عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنه : ان النبى ﷺ نهى عن بيع الكالى بالكالى. (الدراية فى تخريج احاديث الهداية للعسقلانى(شهاب الدين احمد بن على بن محمد بن حجر العسقلانى المتوفى ٨٥٢ه (المكتبة الاثرية شيخوپوره پنجاب(١٥٧/١)

سونے کے زیور کی سونے کے عوض اور چاندی کے زیور کی چاندی کے عوض خرید وفروخت

سونے کے زیور کی سونے کے عوض اور چاندی کے زیور کی چاندی کے عوض خرید وفروخت کمی بیشی کے ساتھ کرنا جائز نہیں۔

''حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷛ میرے پاس آئے، آپ کے پاس چاندی تھی، اور کہا کہ ہماری ایک بچی کے لئے پازیب بنادو، میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرے پاس بنے ہوئے پازیب رکھے ہیں، آپ چاہیں تو چاندی میں لے لیتا ہوں، اور آپ پازیب لے لیں، حضرت عمر ﷛ نے پوچھا، برابر وزن دینے میں تیار ہو، میں نے کہا جی ہاں، تو حضرت عمر ﷛ نے چاندی ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی، اور پازیب دُوسرے میں، جب ترازو سیدھی ہوگئی، تو اپنے ایک ہاتھ سے پازیب کو لیا، اور دُوسرے ہاتھ سے چاندی پکڑائی۔ [1] (معانی الآثار)

''حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر ﷛ سے کہا کہ میں سونے کو ڈھالتا ہوں، یعنی اس کا زیور بناتا ہوں، اور اس کو اتنے ہی وزن کے سونے کے عوض فروخت کرتا ہوں،

---

[1] عن ابی رافع قالم مربی عمر بن الخطاب ومعه ورق فقال: اصنع لنا اوضاحا لصبی لنا، قلت: یا امیر المؤمنین عندی اوضاح معمولة فان شئت اخذت الورق واخذت الاوضاح، فقال عمر مثلا بمثل، فقلت: نعم فوضع الورق فی کفة المیزان والاضاح فی الکفة الاخری فلما استوی المیزان اخذ باحدی یدیه واعطی بالاخری.

اور ساتھ ہی میں اپنی مزدوری لیتا ہوں، حضرت عمر ﷺ نے فرمایا:
سونے کو سونے کے عوض میں اور چاندی کو چاندی کے عوض میں
مت فروخت کرو، مگر برابر سرابر اور زائد مت لو۔'' ❶

''رسول اللہ ﷺ کے آزادہ کردہ غلام حضرت ابورافع ﷺ کہتے
ہیں کہ جس سال حضرت ابوبکر صدیق ﷺ خلیفہ بنے، اس سال
ہمیں ضرورت لاحق ہوئی، تو میں نے اپنی بیوی کا پازیب لیا،
راستے میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ ملے، تو انہوں نے پوچھا کہ
یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ گھر والے خرچ کے محتاج ہو گئے
ہیں، اس پر حضرت ابوبکر ﷺ نے کہا: میرے پاس چاندی کے
سکے ہیں، میں ان کے بدلے چاندی کا زیور لینا چاہتا ہوں، پھر
انہوں نے ترازو منگوائی اور دونوں پازیب ایک پلڑے میں
رکھے، اور چاندی دُوسرے پلڑے میں، پازیب ایک دانق کے
بقدر وزن میں زائد ہو گئے، تو حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے
پازیب میں سے اتنی چاندی توڑ دی، میں نے کہا کہ اے رسول
اللہ ﷺ کے خلیفہ! یہ آپ کے لئے حلال ہے، تو حضرت ابوبکر
صدیق ﷺ نے فرمایا: ابورافع! اگر تم اس کو حلال کردو، تو اللہ اس
کو حلال نہیں کرتے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے
سنا کہ سونے کو ہم وزن سونے کے عوض فروخت کرو، اور چاندی کو
ہم وزن چاندی کے عوض فروخت کرو، زائد وزن دینے والا اور

❶ عن ابی رافع انه قال لعمر انی اصوغ الذهب فابیعه بوزنه وآخذ العمالة یدی اجرا قال لاتبع الذهب بالذهب الا وزنا بوزن والفضة بالفضة الا وزنا بوزن ولاتاخذ فضلا.

زائد وزن لینے والا جہنم میں ہوں گے۔'' ❶

''حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا کہ ایک سناران کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! میں زیور بناتا ہوں، پھر اس کو زائد سونے کے عوض فروخت کرتا ہوں، اور زائد وزن اپنی مزدوری کے بقدر طے کرتا ہوں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا۔ سنار بار بار اپنا سوال دُہراتا رہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بار بار اس کو منع کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد کے دروازے تک آئے یا اپنی سواری تک آئے، جس پر ان کو سوار ہونا تھا، پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ دِینار کو دِینار کے عوض اور دِرہم کو دِرہم کے عوض فروخت کرو، مگر کسی طرف زائد نہ ہو، اسی کی تعلیم ہمیں ہمارے رسول اللہ ﷺ نے دی، اور اسی کی تعلیم ہم تمہیں دیتے ہیں۔'' ❷

''حضرت عطا بن یسارؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان

---

❶ عن ابی رافع مولی رسول اللہ ﷺ قال: احتجنا فاخذت خلخال امرأتی فی السنة التی استخلف فیھا ابوبکر فلقینی ابوبکر فقال ما ھذا فقلت: احتاج الحی الی نفقة فقال ان معی ورقا ارید بھا فضة فدعا بالمیزان فوضع الخلخالین فی کفة ووضع الورق فی کفة فشف الخلخالین نحوا من دانق فقرضه، فقلت: یا خلیفة رسول اللہ ﷺ ھو لک حلال، فقال: یا ابا رافع انک ان احللته فان اللہ لایحله سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: الذھب بالذھب وزنا بوزن والفضة بالفضة وزنا بوزن الزائد والمستزید فی النار.

❷ عن مجاھد انه قال: کنت مع عبداللہ بن عمر فجاء ہ صائغ فقال یا ابا عبدالرحمٰن انی اصوغ الذھب ثم ابیع الشئی من ذلک باکثر من وزنه فاستفضل من ذلک قدر عمل یدی فنھاہ عبداللہ بن عمر فجعل الصائغ یردد علیه المسئلة وعبداللہ ینھاہ حتی انتھی الی باب المسجد او الی دابته یرید ان یرکبھا ثم قال عبداللہ: الدینار بالدینار والدراھم بالدرھم لافضل بینھما ھذا عھد نبینا الینا وعھدنا الیکم.

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سونے یا چاندی کا کٹورا، اس سے زائد وزن کے عوض میں فروخت کیا، تو ان سے حضرت ابودرداء ﷛ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جیسے سودے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، اِلّا یہ کہ برابر برابر وزن کے ہوں، جواب میں حضرت معاویہ ﷛ نے ان سے کہا کہ میں تو اس میں کچھ حرج نہیں پاتا، اس پر حضرت ابودرداء ﷛ نے کہا کہ کون مجھے معاویہ ﷛ سے معذور رکھتا ہے، میں ان کو رسول اللہ ﷺ کی بات بتاتا ہوں، اور یہ مجھے اپنی رائے بتلاتے ہیں، پھر حضرت معاویہ ﷛ سے کہا کہ جس جگہ آپ ہوں گے، تو وہاں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گا، پھر حضرت ابودرداء ﷛، حضرت عمر فاروق ﷛ کے پاس (مدینہ منورہ) چلے آئے، اور ان سے ساری بات ذِکر کی، تو حضرت عمر فاروق ﷛ نے حضرت معاویہ ﷛ کو لکھا ایسے سودے نہ کرو، مگر ہم وزن اور برابر سرابر۔" [1]

(الکل ماخوذ من اعلاء السنن: ص ۱۴/۲۸۹،۲۸۸)

نتیجہ

ان تمام آثار وروایات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ سونے کے تیار زیور کو زائد سونے کے عوض میں اور چاندی کے تیار زیور کو زائد چاندی کے

[1] عن عطا بن يسار ان معاوية بن ابى سفيان باع سقاية من ذهب او ورق باكثر من وزنها فقال له ابو الدرداء سمعت رسول الله ﷺ ينهى عن مثل هذا إلا مثلا بمثل، فقال لهٗ معاوية: مَا أرىٰ بمثل هذا باسا فقال ابوالدرداء: من يعذرنى من معاوية انا اخبره من رسول الله ﷺ ويخبرنى عن رايه لا اساكنک بارض انت بها ثم قدم ابوالدرداء على عمربن الخطاب فذكر له ذلک فكتب عمر الى معاوية أن لايبيع ذلک الا مثلا بمثل وزنا بوزن.

عوض میں فروخت کرنا جائز نہیں، اگرچہ اس اضافے کو مزدوری کا نام دیا جائے یا اس اضافے کو مزدوری کو طور پر لیا جائے۔

آج کل بھی مسئلہ یہی ہے کہ سونے کے تیار زیور کو زیادہ سونے اور چاندی کے تیار زیور کو زائد چاندی کے بدلے میں فروخت کرنا جائز نہیں، اگرچہ اضافہ مزدوری کے طور پر ہو، بلکہ مزدوری کی صورت یہ ہے کہ بجائے سونے یا چاندی میں اضافہ کرنے کے نقد رقم لی جائے، جسے بنوائی کہتے ہیں۔

(مأخذ زر کا تحقیقی مطالعہ ۱۷۴ بتصرف)

تیسرا باب
خام سونے اور چاندی
کی
نقد خرید و فروخت
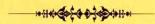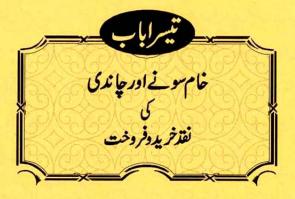
اس باب میں سونے اور چاندی کی نقد خرید وفروخت کے احکامات کی تفصیل مطلوب ہے، بازار میں نقد خرید وفروخت کے چند طریقے رائج ہیں، جو درج ذیل ہیں، ان تمام آنے والے معاملات میں فریقین کو معلوم ہے کہ قیمت کی ادائیگی مال ملنے پر فوراً کی جائیگی۔

موجود سونے کی فروخت

سوال نمبر:۔ ا...... سونے کی نقد خرید وفروخت کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ ٹیلیفون پر سونا بیچنے والے سے مطلوبہ مقدار اور مطلوبہ معیار اور اس کی قیمت طے کرلی جاتی ہے اور سودا ہو جاتا ہے، مال فروخت کرنے والا مال پہنچا دیتا ہے اور خریدار مال ملنے پر فوراً طے شدہ بھاؤ سے قیمت ادا کر دیتا ہے، خریدار سونا ملنے سے پہلے قیمت کی ادائیگی بالکل نہیں کرتا۔

(الف) واضح رہے کہ سودا چونکہ فون پر ہوتا ہے اس لئے سودا کرتے وقت مال اور قیمت پر فریقین میں کسی کا بھی عملاً کوئی قبضہ نہیں ہوتا، لیکن سودا طے سمجھا جاتا ہے اور بعد میں قبضہ بھی ہو جاتا ہے، اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

(ب) اس میں یہ بھی قابلِ دریافت بات ہے کہ سودا ہونے کے بعد سے ادائیگی کے وقت تک اکثر بھاؤ میں تبدیلی آجاتی ہے مگر فریقین طے شدہ بھاؤ کی پابندی کرتے ہیں۔ اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

جواب:۔ ٹیلیفون پر سونے چاندی کی بیع کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ سونے کی سونے سے بیع ہو رہی ہو یا سونے کی چاندی سے بیع

ہو، یہ دونوں صورتیں بیع صرف کی ہیں اور ٹیلیفون پر بیع صرف جائز نہیں کیونکہ بیع صرف میں مجلسِ عقد میں دونوں جانب سے قبضہ ضروری ہوتا ہے اور ٹیلیفون پر دونوں عاقدین پہلے سے جدا ہوتے ہیں اس لئے مجلس میں قبضہ متحقق نہیں ہوسکتا۔ ❶

البتہ فون پر وعدۂ بیع ہوسکتا ہے مثلاً فون پر یہ طے کیا جائے کہ میں اتنے سونے یا چاندی کے بدلے میں اتنا ہی سونا یا چاندی دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔اس کے بعد جب دونوں عاقدین ایک مجلس میں جمع ہوں اور جانبین کے پاس مطلوبہ مقدار میں سونا یا چاندی موجود ہو اس وقت عقد کیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سونے وچاندی کی بیع کرنسی کے بدلے میں ہو، یہ صورت بیع صرف کی نہیں ہے البتہ اس میں بھی ایک جانب سے قبضہ ہونا شرط ہے۔ کیونکہ اس میں جس سونے کی بیع کی جارہی ہے وہ ذمہ میں واجب ہے جو فقہی اعتبار سے دین ہے لہٰذا اگر کسی جانب سے بھی قبضہ نہ ہوا تو یہ ''بیع الدین بالدین'' ہوگی۔جو ناجائز ہے۔اور ایک جانب سے قبضہ کی صورت یہ ہوگی کہ ٹیلی فون پر پہلے سے کسی کو وکیل بالقبض بنادیا جائے اور جب ٹیلی فون پر بیع ہوجائے تو فون بند کرنے سے پہلے وہ وکیل مال پر قبضہ کرلے یا کسی کو وکیل بالشراء بنادیا جائے اور وہ فون کرنے والے کا وکیل بن کر بائع سے سونا خرید کر اس پر قبضہ کرلے۔اور اگر اس طرح کرنا مشکل ہو تو اس کا متبادل جائز طریقہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی وعدۂ بیع کیا جائے۔

---

❶ فی الشامية: فی البحر (٥/٢٥٨) لو نادی احدهما صاحبه من وراء جدار أو من بعيد لم يجز لانهما مفترقان بابدانهما.

غیر موجود سونے کی فروخت

سوال:۔ واضح رہے کہ فون پر سونے کی خرید وفروخت کی بعض صورتوں میں سونا بیچنے والے کے پاس مطلوبہ معیار کا سونا مطلوبہ مقدار میں موجود ہوتا ہے، اور اکثر صورتوں میں موجود نہیں ہوتا، بلکہ وہ بازار سے حاصل کر کے فراہم کرتا ہے۔اس طرح سے سودا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:۔اس صورت میں اگر سونے کی سونے سے بیع ہو تو یہ بیع صرف ہے جو ٹیلی فون پر نہیں ہوسکتی، چاہے بیچنے والے کے پاس سونا موجود ہو یا نہ ہو۔[1] اور اگر سونے کی بیع کرنسی سے ہورہی ہو اور بیچنے والے کی ملکیت میں سونا موجود ہو تو بیع ہوسکتی ہے البتہ اس میں سونا یا رقم میں سے کسی ایک پر قبضہ ہونا شرط ہے۔جس کی تفصیل گذشتہ جواب میں ذکر کردی گئی ہے، اور اگر سونا دکاندار کی ملکیت میں موجود نہ ہو تو بیع درست نہیں،[2] کیونکہ غیر مملوک چیز کی بیع

---

[1] فی الشامیة: فی البحر (٥/٢٥٨) لو نادی احدهما صاحبه من وراء جدار أو من بعید لم یجز لانهما مفترقان بابدانهما.

[2] سونا بذاتِ خود ثمن خلقی ہے، اور ثمن کا مشتری کی ملک میں ہونا صحتِ بیع کے لئے ضروری نہیں ہے، لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب کرنسی سے سونے کی بیع ہورہی ہو تو عرفاً سونے کو مبیع اور کرنسی کو ثمن سمجھا جاتا ہے، اس لحاظ سے غیر مملوک سونے کی بیع کو ممنوع کہنا احوط ہے۔

(فی مبسوط السرخسی: ٢٥/٢٧٤) ان رجلاً لو اشتریٰ عبدًا بذهب تبر بعینه أو بفضة تبر بعینها فهلک التبر قبل التسلیم بطل البیع ، فقد أشار فی کتاب الصرف الی أن التبر لایتعین فی الشراء ولاینتقض العقد بهلاکه ، وقد بینا وجه الروایتین أن هذا یختلف باختلاف البلدان فی رواج التبر نقدًا أو عرضاً.

جائز نہیں۔

فون پر سونے کا مذکورہ معاملہ جائز ہونے کی ایک صورت یہ ہے دوکاندار طے شدہ نرخ کے مطابق بازار سے سونا فراہم کرنے کا خریدار کے لئے وکیل بن جائے اوراوراس پر اپنی ایک متعین اجرت لینا طے کرلے، جب دکاندار بازار سے سونا لے کر خریدار کے حوالے کردے تو اس پر وہ اپنی طے شدہ اجرت وصول کرلے۔

صرافہ بازار کے ''پیشگی سودے'' کی چار صورتوں کا حکم

سوال نمبر:۔۲...... صرافہ بازار میں سونا چاندی کی خرید وفروخت کے مختلف سودے ہوتے ہیں، جو پیشگی سودے کہلاتے ہیں، لیکن مال اور قیمت کی ادائیگی نقد ہوتی ہے۔اس قسم کے مروّجہ سودے چار ہیں۔

۱......کل کا سودا

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ خریدار فروخت کنندہ سے آنے والے دن کے ریٹ پر ایک معیّن مقدار اور مطلوبہ معیار کے مطابق سونے کا سودا کرلیتا ہے، واضح رہے کہ آنے والے دن کا ریٹ آج ہی اندازہ سے طے کرلیا جاتا ہے، کل کے دن کا ریٹ کم ہو یا زیادہ ہو، چنانچہ دوسرے دن فروخت کنندہ مال پیش کردیتا ہے، اور خریدار طے شدہ ریٹ سے مال کی قیمت نقد ادا کردیتا ہے۔

۲......ویکلی سود(Weekly)

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فریقین مال کی ادائیگی کے لئے ایک ہفتہ کی مدّت طے کرتے ہیں، البتہ مال کا ریٹ، اس کا معیار اور مقدار آج ہی طے

کر لیتے ہیں اور سودا کر لیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

۳......سیلر سودا (Seller)

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فریقین ایک ہفتہ کے لئے مال کی ادائیگی طے کرتے ہیں اور آج ہی مال کا ریٹ، اس کا معیار اور مقدار طے کر کے سودا کر لیتے ہیں۔ البتہ اس صورت میں مال بیچنے والے کو یہ اختیار رہتا ہے کہ اس ایک ہفتہ کی مدت میں جب اور جس وقت چاہے مال پہنچادے اور معاملہ کے مطابق قیمت وصول کرلے، اس کا کیا حکم ہے؟

۴......بائر سودا (Buyer)

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فریقین ایک ہفتہ کے لئے مال کی ادائیگی طے کرتے ہیں، اور آج ہی مال کا ریٹ، اس کا معیار اور مقدار طے کر کے سودا کر لیتے ہیں البتہ اس صورت میں خریدار کو یہ اختیار رہتا ہے کہ ایک ہفتہ کی مدت میں جب اور جس وقت چاہے مال طلب کر کے اور معاملہ کے مطابق اس کی قیمت ادا کردے، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

مذکورہ چاروں سودے اکثر فون پر ہوتے ہیں، اور مقررہ دن شام تک سونے اور اس کی قیمت کا تبادلہ کرلیا جاتا ہے لیکن بہر حال سودا کرتے وقت سونے اور قیمت کا کوئی تبادلہ نہیں ہوتا کیونکہ سودا فون پر ہوتا ہے۔

جواب:۔ صرافہ بازار کے پیشگی سودوں کی مروّجہ صورتیں شرعاً جائز نہیں کیونکہ ان تمام صورتوں میں مطلوبہ معیار اور معین مقدار سونا یا چاندی اور اس کی

قیمت دونوں ادھار ہیں، نیز اس میں بیع کی مستقبل کی طرف نسبت بھی پائی جاتی ہے، جو کہ ناجائز ہے، صرف مدت کی کمی بیشی کا فرق ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مال اور اس کی قیمت دونوں کو ادھار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الکالئی بالکالئی. رواہ الدار قطنی. (مشکوٰۃ المصابیح: ص/۲۴۸)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ادھار کو ادھار کے بدلہ بیچنے سے منع فرمایا ہے، یعنی اس طرح بیع کرنے سے منع فرمایا ہے جس میں مال اور قیمت دونوں ادھار ہوں۔

حل

ان چاروں صورتوں کا شرعی حل یہ ہے کہ اگر سونے یا چاندی کی بیع کرنسی کے عوض کی جارہی ہو تو کم از کم ایک چیز مثلاً سونے یا کرنسی پر اسی مجلس میں قبضہ کروادیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر وقتی طور پر حتمی سودا نہ کیا جائے بلکہ مطلوبہ معیار اور مطلوبہ مقدار، سونے چاندی کا اندازے سے طے کئے ہوئے ریٹ پر پیسوں کے عوض سودا کرنے کا آپس میں وعدہ کرلیا جائے، اور پھر مطلوبہ مدت پر حتمی سودا اس وقت کیا جائے جب مطلوبہ معیار اور مقدار کے مطابق سونا یا چاندی

دکاندار کے پاس فراہم ہو جائے تو خرید وفروخت کا معاملہ کیا جائے اور پھر مجلسِ عقد میں سونے یا چاندی یا ان کی قیمت پر قبضہ کیا جائے۔

صبح کے وقت امانت رکھے ہوئے سونے کی شام کو خرید وفروخت

سوال:۔ ......سونا چاندی کے کاروبار کی ایک یہ صورت بھی رائج ہے کہ بعض مرتبہ فروخت کنندہ اپنا مال اپنی مرضی سے کسی دوکاندار کے پاس امانتاً رکھوا دیتا ہے۔ مثلاً صبح رکھوا جاتا ہے اور دونوں فریق کو اختیار رہتا ہے کہ شام تک اگر چاہیں گے تو باہمی رضامندی سے نرخ طے کر کے سودا کر لیں گے اور نہ خریدنا چاہیں تو واپس کر دیں گے۔ مال رکھتے وقت بہرحال کوئی سودا نہیں ہوتا، لیکن عموماً شام تک یہ سودا فریقین میں ہو ہی جاتا ہے اور جس وقت سودا ہوتا ہے اکثر وہ بعینہ خریدار کے پاس محفوظ ہوتا ہے اور اس کی موجودگی میں فریقین میں سودا مکمل ہو جاتا ہے، اس طرح کرنے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:۔ امانت رکھے ہوئے سونے کی خرید وفروخت جائز ہے البتہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سونے کی سونے سے بیع ہو رہی ہو تو دونوں طرف کا سونا مجلسِ عقد میں موجود ہونا اور جانبین سے ان پر قبضہ ہونا شرط ہے۔ اگر سونا مجلس میں موجود نہ ہو یا مجلس میں اس پر قبضہ نہ کیا جائے تو بیع درست نہیں ہوگی، اور اگر روپے کے بدلے میں بیع ہو رہی ہو تو سونا یا روپے میں سے ایک پر قبضہ ضروری ہے، البتہ دکاندار کے پاس یہ سونا چونکہ امانت ہے، امانت کا قبضہ قبضِ ضمان نہیں ہوتا، اس لئے سودا ہو جانے کے بعد دوبارہ اس پر قبضہ

ضروری ہے، پھر آگے بیچ سکتا ہے۔

سودا کرنے سے پہلے مالک کی اجازت سے مال کو استعمال کرنے یا فروخت کرنے کا حکم

سوال:۔ اگر کبھی سودا کرنے سے پہلے، بیچنے والے کی رضا مندی سے، مال کو زیور بنانے کے لئے استعمال کرلیا جائے، یا فروخت کردیا جائے اور اصل مالک سے سودا بعد میں کیا جائے تو شرعاً اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب:۔......اگر مال ٹکیہ کی شکل میں ہے تو سودا کرنے سے پہلے مالک کی اجازت سے اس سونے کو دکاندار کے لئے خود استعمال کرنا یا بیچنا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اسے قرض سمجھا جائے، اور جانبین کو یہ علم ہو کہ اس قرض کی ادائیگی ایسے اور اتنے سونے ہی کی شکل میں ہوگی، اس میں یہ شرط لگانا جائز نہیں کہ ادائیگی روپے میں ہوگی، نیز اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ سونے کی کوالٹی معلوم ہو اور استعمال کے بعد اتنا ہی اور ویسا ہی سونا استعمال کنندہ پر دین ہوجائیگا اس کے ذمہ لازم ہوگا کہ مالک کے طلب کرنے پر اتنا سونا اسی کوالٹی اور مقدار میں واپس کرے۔ اور اگر پہلے سے شرط لگائے بغیر ادائیگی کے وقت باہمی رضامندی سے سونے کے بدلے اس کی قیمت رقم کی صورت میں دینا طے ہوجائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، اور اگر وہ مال زیور کی شکل میں ہے تو زیور ذوات القیم اشیاء میں سے ہے، اس لئے اس کا قرض لینا جائز نہیں، اور اگر غلطی سے استعمال کرلیا تو بازاری قیمت ضمانِ غصب کے طور پر واجب ہوگی۔

اور مالک کی اجازت کے بغیر اس کا سونا آگے کسی کو فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر مملوک کی بیع ہے۔ ہاں اگر مالک نے سونا امانت رکھتے وقت دکاندار کو بیچنے کا وکیل بنایا تھا تو بطور وکیل اس کے لئے سونا بیچنے کی گنجائش ہوگی۔ اس صورت میں کل قیمت اصل مالک کی ہوگی اور دکاندار نے اگر مالک سے سونے کی فروختگی پر اجرت طے کی ہو تو اس کو وہ طے شدہ اجرت ملے گی ورنہ اس کو کچھ نہیں ملے گا۔

سونا منگوا کر دینے کی ایک صورت

سوال:...... سونے کی خریداری کی ایک یہ صورت بھی رائج ہے کہ خالد، حامد کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ مجھے دس تولہ سونا منگوا دو، اور حامد بھاؤ بتاتا ہے جو کہ بازار کے بھاؤ سے تقریباً دس روپے تولہ زیادہ ہوتا ہے، اور وہ تأثر یہ دیتا ہے جیسے بازار کا بھاؤ بھی یہی ہے، حالانکہ بازار کا بھاؤ حامد کے بتائے ہوئے ریٹ سے دس روپے کم ہوتا ہے۔ خالد، حامد پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے بھاؤ کے مطابق سونا منگوا کر دینے پر اپنی رضامندی ظاہر کر دیتا ہے، پھر حامد بازار سے سونا منگا کر دیتا ہے، اور اپنے بتائے ہوئے بھاؤ کے حساب سے پوری قیمت وصول کر لیتا ہے، اور بازار کے نرخ سے جو زائد پیسے بتائے تھے وہ اپنے پاس رکھ لیتا ہے باقی رقم بازار میں جس سے مال خریدا ہے اس کو دیدیتا ہے، اس طرح نفع کمانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... سونا چاندی کی خرید و فروخت کا مروجہ طریقہ جائز نہیں، کیونکہ

اس میں دوکاندار خریدار کو بازاری نرخ کا تأثر دیکر دھوکہ دیتا ہے، اور دھوکہ دینا اسلام میں ناجائز ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

من غش فليس منّا.

ترجمہ

جس شخص نے دھوکہ دیا وہ ہم سے نہیں۔

حل

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ حامد، خالد کو بازاری نرخ پر سونا فراہم کرنے کا معاملہ کرلے، اور اس خدمت پر وہ خالد سے اپنے لئے مقررہ کمیشن طے کرلے، اس طرح یہ معاملہ شرعاً جائز ہو جائیگا، اور کمیشن لینا حلال ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حامد، خالد سے مطلوبہ مقدار میں سونا بازار سے منگوا کر دینا طے نہ کرے بلکہ اگر حامد کے پاس مطلوبہ مقدار میں سونا موجود ہو تو وہی خالد کے ہاتھ طے شدہ ریٹ پر فروخت کردے اور بازاری ریٹ بھی اس پر واضح کردے۔

اور اگر حامد کے پاس ابھی مطلوبہ مقدار میں سونا یا چاندی موجود نہیں ہے تو طے شدہ ریٹ پر بوقت فراہمی سودا کرنے کا وعدہ کرلے، اور جب سونا یا چاندی دستیاب ہو جائے تو اس وقت حسب وعدہ دونوں سودا کرلیں۔

لیکن ان تمام صورتوں میں یہ ضروری ہے کہ بازاری نرخ کے بارے میں

صراحۃً یا ضمناً کوئی غلط تاثر نہ دیا جائے۔

سودا چھوڑنے کی صورت میں فرق (Difference) لینا

سوال:۔ فریقین باہمی رضامندی سے ایک معین مقدار سونا یا چاندی مطلوبہ معیار کے ساتھ، معین ریٹ کے ذریعے سودا کرتے ہیں، مال کی ادائیگی کے لئے ایک معین مدّت مقرر کرلیتے ہیں، اس معین مدّت میں بعض مرتبہ سونا بیچنے والا سونا فراہم کرنے سے عاجز ہوجاتا ہے اور کبھی خریدنے والا، خریدنے سے انکار کردیتا ہے، تو اس صورت میں جو شخص لینے سے انکار کرتا ہے یا فراہم کرنے سے معذرت چاہتا ہے اس سے دوسرا فریق بازاری نرخ سے جو فرق ہوتا ہے وہ مانگ لیتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(الف)......فریقین کے درمیان ''۱۰ تولہ سونے کا سودا'' =/36,000 روپے فی تولہ کے بھاؤ سے ہوا، اور پھر وقت مقررہ پر فروخت کرنے والا یہ سونا فراہم نہ کرسکا اس اثناء میں مارکیٹ میں سونے کا بھاؤ فی تولہ =/37,000 روپے ہوگیا، تو خریدنے والا ایک ہزار روپے فی تولہ کے حساب سے =/10,000 روپے فرق (Difference) کے مانگ لیتا ہے، رواج کی بناء پر بیچنے والا یہ فرق دینے پر مجبور ہوتا ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟

(ب)......اسی طرح فریقین کے درمیان ۱۰ تولہ سونے کا سودا ہوا =/36,000 روپے فی تولہ کے بھاؤ سے، اور پھر وقت مقررہ پر خریدنے والا یہ سونا خریدنے سے انکار کردے، اور اس دوران مارکیٹ میں سونے کا ریٹ گر کر =/35,000 روپے فی تولہ ہوجائے، تو بیچنے والا خریدار سے فی تولہ =/1,000

روپے کے حساب سے =/10,000 روپے فرق (Difference) مانگ لیتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(ج)......فریقین میں ۱۰ تولہ سونے کا سودا ہوا، اور فی تولہ =/36,000 نرخ طے ہوتا ہے، اور خریدار مطلوبہ سونا خریدنے سے انکار کردیتا ہے جبکہ ابھی بازاری بھاؤ میں اور طے شدہ بھاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا ہے، اس پر بیچنے والا خریدار سے کہتا ہے کہ سودا تو ہو چکا اب کینسل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اب یہ سونا میں تم سے پچاس روپے فی تولہ کم کے ساتھ خریدتا ہوں، جس پر دوسرا فریق راضی ہوجاتا ہے، اور اس طرح پہلے اور دوسرے سودے میں پچاس روپے فی تولہ کا جو فرق ہے وہ سونا بیچنے والا دوسرے فریق سے وصول کرلیتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

واضح رہے کہ مذکورہ تین صورتوں ''ا، ب، ج'' میں سونا اور اس کی قیمت پر کسی فریق کا بھی قبضہ نہیں ہوتا۔ یہ سارے سودے محض اور محض زبانی ہوتے ہیں۔

جواب:۔......صورتِ مسئولہ میں دونوں طرف سے معاملہ ادھار ہے، اس لئے یہ بیع جائز نہیں، البتہ وعدۂ بیع ہوسکتا ہے، بعد میں فریقین چاہیں تو باقاعدہ بیع کرکے عوضین پر قبضہ کرلیں، لیکن بعد میں بیع نہ ہونے کی صورت میں کسی فریق کے لئے فرق لینا جائز نہیں۔

سونا بطور قرض دینا

سوال:۔ اگر باپ اپنے بیٹے کو کچھ مقدار سونے کی کاروبار کی غرض سے

دے اور بطور قرض دے تو ایسی صورت اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ......سونے کے عوض سونے کے قرض کا لین و دین تول کر جائز ہے، گن کر جائز نہیں۔ بشرطیکہ قرض کی ادائیگی اس نوعیت کے سونے سے ہو، جس نوعیت کا سونا قرضے پر لیا گیا تھا، اور جتنا سونا قرضے پر لیا گیا تھا اس سے زیادہ ادا کرنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو، اور قرض ہونے کی بناء پر اگر ادائیگی کی کوئی مدت مقرر کی ہو تب بھی قرض دینے والے کو یہ حق ہے کہ وہ جب چاہے واپسی کا مطالبہ کرلے، ادھار بیچنے اور قرض دینے میں یہی فرق ہے کہ ادھار بیچنے میں جو مدت مقرر کی ہو، اس سے پہلے مطالبہ جائز نہیں، اسی لئے سونے کی سونے سے ادھار بیع جائز نہیں، قرض دینا یا لینا جائز ہے۔

سونے چاندی کی خرید وفرخت میں گھاٹی کا حکم

سوال: ......سنار جب ہم کو زیور بیچتے ہیں تو اس طرح کرتے ہیں کہ سونے کا وزن کرتے ہیں اور پھر 15 فی صد اس میں ویسٹیج westag گھاٹی لگاتے ہیں اور زیور کی کل رقم بتاتے ہیں۔ کیا دوکاندار کے لئے گاہک سے 15 فی صد یا 20 فی صد گھاٹی کے نام سے اضافی سونے کی قیمت لینا جائز ہے؟

جواب: ......سونے کے زیورات بنانے میں جس قدر وزن میں معتبر معیار کے مطابق کمی واقعی ہوتی ہے، گاہک پر اُس کی حقیقت واضح کئے بغیر اس کی قیمت وصول کرنا درست نہیں، البتہ اگر گاہک پر اس کی پوری حقیقت واضح

کردی جائے کہ اس قدر کمی واقع ہوئی ہے پھر اُسے لاگت میں شمار کر کے اور زیور کی قیمت میں اضافہ کر کے قیمت کرنسی میں وصول کی جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن اپنا نفع بڑھانے کے لئے غلط بیانی کر کے چھیجت بڑھا کر اس کی قیمت وصول کرنا دوکاندار کے لئے ناجائز ہے۔ اور گاہک کو اس کا لوٹانا واجب ہے۔ (مأخذہ التبویب ۱۲۷/۳/۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوزخ کی خوشخبری

’’حضرت قاسم بن عبدالواحد ورّاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اَبِـیْ اَوْفَـیٰ ﷜ کو سناروں کے بازار میں دیکھا، آپ نے فرمایا: اے سنارو! خوشخبری سنو! سناروں نے کہا: اے ابومحمد! اللہ تعالیٰ آپ کو جنت سے سرفراز فرمائے، آپ ہمیں کس چیز کی بشارت دے رہے ہیں حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: تمہیں دوزخ کی خوشخبری ہو (یعنی تم دوزخ کے لئے تیار ہوجاؤ کیونکہ سونے چاندی کے کاروبار میں ادھار جائز نہیں اور سنار عموماً حساب کھاتہ پر ادھار کے معاملات کرتے رہتے ہیں اور وہ سود ہیں)۔‘‘ (رواہ الطبرانی)

چوتھا باب

خام سونے اور چاندی کے ادھار معاملات
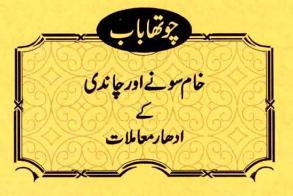
سونے اور چاندی کی ادھار خرید وفروخت

سونے اور چاندی کی ادھار خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ آج کل سونے اور چاندی کی ادھار خرید وفروخت کے کئی طریقے رائج ہیں۔

سوال:......خالص سونا خریدار، فروخت کرنے والے سے ایک معین مقدار میں خریدتا ہے اور اسی وقت خریدے ہوئے سونے کی قیمت بھی طے ہو جاتی ہے لیکن قیمت کی ادائیگی خریدار کی مرضی پر چھوڑ دی جاتی ہے، وہ جب چاہے اپنی سہولت سے قیمت ادا کر دے، تاہم فروخت کرنے والے کو خریدار پر یہ اعتماد ہوتا ہے کہ وہ عنقریب قیمت ادا کر دے گا، قیمت کی ادائیگی بہت عرصہ تک ادھار نہیں ہوگی، عموماً خریدار بھی قیمت کی ادائیگی میں غیر معمولی تاخیر نہیں کرتا۔

اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اور اگر یہ صورت جائز نہ ہو تو اس کا شرعی حل کیا ہے؟

جواب:......اگر سونے کی خریداری سونے سے ہو، تب تو اس میں ادھار جائز ہی نہیں، البتہ اگر کرنسی سے ہو رہی ہو تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ سونے کی خریداری کے عقد میں قیمت کی ادائیگی ادھار طے ہو اور مدت مقرر نہ ہو تو یہ صورت جائز نہیں، کیونکہ مدت مجہول ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سودے میں مدت کا ذکر نہ ہو اور سودا ہو جانے کے بعد ادائیگی خریدار کی سہولت پر

چھوڑ دی جائے لیکن بیچنے والے کو بھی یہ حق ہو کہ وہ جب چاہے قیمت کا مطالبہ کرلے تو یہ صورت جائز ہے۔ کیونکہ یہ بیع حال ہے، (یعنی نقد کی بیع ہے) اور بیع حال کے بعد قیمت کی ادائیگی بیچنے والے کی رضامندی سے مؤخر کی جاسکتی ہے۔[1]

دوسودوں کا فرق لینا

سوال: ......سونے، چاندی کا آپس میں ادھار لین و دین کرنا جائز نہیں ہے جس کی متبادل جائز صورت علماء کرام یہ بتلاتے ہیں کہ سونے یا چاندی کی خرید وفروخت الگ الگ کرنسی کے ذریعہ کرلی جائے تو اس میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ کیا سونے، چاندی اور کرنسی کی بیع میں دونوں پر قبضہ کرنا بھی ضروری ہے یا

---

[1] وفی المبسوط للسرخسیؒ (۲۵/۱۴) وان اشتری خاتم فضة أو خاتم ذهب فيه فص او ليس فيه فص بكذا فلوساً وليست الفلوس عنده فهو جائز ان تقابضا قبل التفرّق او لم يتقابضا لان هذا بيع و ليس بصرف فانما افترقا عن عين بدين لان الخاتم يتعين بالتعيين بخلاف ما سبق فان الدراهم والدنانير لايتعين بالتعيين فلهذا شرط هناك قبض احد البدلين فى المجلس و لم يشترط هنا. وفى الهندية(۲۲۴/۳) و ان اشترط خاتم فضة أو خاتم ذهب فيه فص أو ليس فيه فص بكذا فلوساً و ليست الفلوس عنده فهو جائز تقابضا قبل التفرق أو لم يتقابضا لان هذا بيع وليس بصرف كذا فى المبسوط. (و فى رد المختار: ص/۲۱۴، ج/۷ مكتبه امداديه ملتان) وفى المبسوط:(۲۴/۱۴) و اذا اشترى الرجل فلوساً بدراهم ونقد الثمن ولم تكن الفلوس عند البائع فالبيع جائز لان الفلوس الرائجة ثمن كالنقود وقد بيّنا ان حكم العقد فى الثمن وجوبها و وجودها معاً ولايشترط قيامها فى ملك بائعها لصحة العقد كما لايشترط ذلك فى الدراهم والدنانير وان استقرض الفلوس ......الخ اما عندنا فالفلوس الرّائجة بمنزلة الاثمان لاصطلاح الناس على كونها ثمناً لاشياء فانما يتعلق العقد بالقدر المسمّى منها فى الذمة ويكون ثمنا عين او لم يعين كما فى الدراهم والدنانير الخ. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صرف زبانی عقد کرلینا اور جو کچھ ایک دوسرے پر واجب ہے اس میں مقاصہ یعنی برابر وسرابر کرلینا اور کمی بیشی کا لین ودین کرلینا کافی ہے؟

جواب:......سونے یا چاندی کی خرید وفروخت جب کرنسی کے ذریعہ ہو تو دونوں پر قبضہ کرنا تو ضروری نہیں البتہ سونے اور کرنسی یا چاندی اور کرنسی میں سے کسی ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اگر محض زبانی عقد ہوا ہو اور دونوں میں سے کسی پر بھی قبضہ نہیں ہوا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی۔

واضح رہے کہ صورتِ مسئولہ میں مقاصہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً پہلے سونے کو چھ ہزار روپے تولہ کے حساب سے فروخت کیا جائے اور کسی ایک چیز پر مجلس میں قبضہ کرلیا جائے پھر دوسرے فریق سے چاندی سو روپے تولہ کے حساب سے خرید لی جائے اور اس عقد کے ذریعہ ایک دوسرے پر جو رقم واجب ہو اس کا مقاصہ کرلیا جائے یعنی اس قدر رقم ادا سمجھ کر بقیہ ادا کردی جائے۔

ادھار سودے کی ادائیگی میں تاخیر پر مقررہ قیمت سے زائد رقم لینا

سوال:۔سونے کی ادھار خریداری کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ خریدار

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

نیز جب فلوس میں سلم جائز ہے تو فلوس میں نسیہ تو بطریق الاولیٰ جائز ہوگا، فلوس میں سلم جائز ہونے کی جزئیات وعبارات مندرجہ ذیل مقامات پر دیکھئے۔ فی العنایة علی هامش فتح القدیر:(۸۳۸/۶) مبسوط للسرخسیؒ (۱۳۶/۱۲) بحر الرائق:(۱۵۶/۶) امداد المفتین: ص/۸۳۸، وقال فی الدرالمختار:(۱۷۹/۵) باع فلوساً بمثلها أو بدراهم أو بدنانیر فان نقد أحدهما جاز وان تفرقا بلاقبض أحدهما لم یجز لما مرّ، و قال الشامی تحته علی:(۱۸۰/۵) تنبیه: سئل الحانوتی عن بیع الذهب بالفلوس نسئیة فاجاب بأنه یجوز اذا قبض أحد البدلین ، و کذا فی فتح القدیر:(۲۷۸/۶)

سونا خریدتا ہے اور اس کی قیمت کی ادائیگی کے لئے ایک ہفتہ یا دو ہفتہ کی مدت طے کرتا ہے، قیمت موجودہ بازار کی بھاؤ سے زیادہ بھاؤ پر طے کی جاتی ہے اور یہ بھی طے ہوتا ہے کہ اگر خریدار نے طے شدہ مدّت میں قیمت ادا نہ کی تو تاخیر کی صورت میں، خریدار ایک خاص معیّن رقم فی ہفتہ مزید ادا کریگا۔ مثلاً خالد نے ذاکر سے ''۱۰ ار تولہ سونا'' بازار کے بھاؤ سے ''۷۵ روپے'' تولہ زائد بھاؤ پر ایک ہفتہ کے بعد قیمت کی ادائیگی کا وعدہ کر کے خرید لیا۔ ذاکر نے خالد سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے وقت پر قیمت ادا نہ کی، تو طے شدہ مدّت کے بعد جتنے ہفتہ تاخیر سے آپ قیمت ادا کریں گے، ان میں سے ہر ہفتہ کے اعتبار سے مزید ۷۵ روپے فی تولہ اصل قیمت کے علاوہ دینے ہوں گے۔''

یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو اس کا شرعی حل کیا ہے؟

جواب:...... سونے کی بیع اگر کرنسی کے ساتھ ادھار ہو تو یہ جائز ہے، البتہ ادھار کی وجہ سے سونے کی قیمت اس دن کے بازاری بھاؤ سے زیادہ مقرر کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ سودخوری کا حیلہ بن سکتا ہے، لہٰذا درج بالا صورت میں ضروری ہے کہ سودا اس دن کے بازاری بھاؤ پر ہو، اور ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے قیمت میں کوئی اضافہ نہ کیا جائے۔

ادھار سودے کی ادائیگی میں تاخیر پر مقررہ وزن میں کمی کرنا

سوال:...... سونے کی ادھار خریداری کی ایک صورت یہ رائج ہے کہ سونے کی قیمت خریدار اور بیچنے والے میں بازاری نرخ پر طے ہو جاتی ہے اور قیمت کی ادائیگی ایک ہفتہ کے بعد طے ہوتی ہے، لیکن تاخیر سے ادائیگی میں اضافی رقم نہیں

لی جاتی، بلکہ سونے کا وزن کم کر کے دیا جاتا ہے، یعنی قیمت پوری لی جاتی ہے اور وزن کم دیا جاتا ہے۔

مثلاً شاکر نے طارق سے ''۱۰ تولہ'' سونا بازاری بھاؤ پر ایک ہفتہ کے ادھار پر خریدا، طارق نے ''۱۰ تولہ'' سونے میں سے ''۳ ماشہ'' سونا کاٹ کر ''پونے دس تولہ'' سونا شاکر کے حوالے کیا، جبکہ شاکر ایک ہفتہ کے بعد قیمت پورے ''دس تولہ'' کی ادا کرے گا، جو آپس میں طے ہوتی ہے۔

واضح رہے مذکورہ معاملہ میں اگر شاکر طے شدہ قیمت کی ادائیگی میں مزید دو، تین ہفتہ تاخیر کرے، تو طارق ہر تاخیری ہفتہ پر ''۳ ماشہ'' سونا، یا اس کی مساوی رقم شاکر سے وصول کرے گا۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...... یہ صورت جائز نہیں ہے، اس صورت میں پورے دس تولہ سونا دینا ہی ضروری ہے، اور ادھار کی وجہ سے سونے کی مقدار میں کمی کرنا جائز نہیں۔

ایک اہم مشورہ

اگر تاجر حضرات یہ چاہتے ہوں کہ خریدار پر کوئی ایسا دباؤ رہے جس سے وہ مجبور ہو کر قیمت وقت مقررہ پر ادا کرے تو اس کے لئے یہ طریقہ مؤثر ہوسکتا ہے کہ سب مل کر آپس میں معاہدہ کرلیں کہ اگر کسی فریق نے ادائیگی میں تاخیر کی تو اتنی رقم خیراتی فنڈ میں دینا ہوگی۔ یہ رقم مال کی قیمت کے تناسب سے بھی طے کی جاسکتی ہے، پھر اس رقم سے ایک خیراتی فنڈ قائم کرلیں، پھر اس سے کسی کی امداد بھی کی جاسکتی ہے اور کسی کو قرضِ حسن بھی دیا جاسکتا ہے، یہ طریقہ زیادہ مفید ہے کیونکہ اس میں رقم کی شرح زیادہ بھی کی جاسکتی ہے جس سے خریدار پر دباؤ رہے گا۔

کم قیمت پر نقد سونا خرید کر کسی تیسرے شخص کو زیادہ قیمت پر اُدھار فروخت کرنے کا حکم

سوال:...... خالد نے ڈیڑھ لاکھ کا سونا خریدا وہی سونا اس نے دوسرے شخص کو ایک لاکھ چھیاسی ہزار روپے میں بیچا اس شرط پر کہ جنوری ۲۰۰۰ء سے لیکر جنوری ۲۰۰۱ء تک =/۳۰۰۰ روپے ماہانہ قسط ادا کرنی ہے اور جب یہ اقساط پوری ہوجائیں تو ۱۵۰۰۰۰ ڈیڑھ لاکھ روپے یکمشت دینا ہوگا، نیز یہ بھی طے ہوا کہ اگر خریدار مقررہ مدت میں مقررہ رقم ادا نہ کرسکے تو رقم میں اضافہ نہ ہوگا تاکہ سود سے بچ جائیں۔ واضح ہو کہ ڈیڑھ لاکھ روپے کا سونا ایک لاکھ چھیاسی ہزار میں خرید نے والا شخص اگر نقد صرافہ بازار سے سونا خریدے تو اسے یہ سونا ڈیڑھ لاکھ کا ہی مل جائیگا چونکہ اس کے پاس پیسے نہیں ہیں اس لئے وہ قسط وار خرید رہا ہے تاکہ وہ یہ سونا خرید کر اس کا زیور بنا کر بیچے اور اپنا نفع کمائے اور مذکورہ قرض ماہانہ ادا کرتا رہے۔ واضح ہو کہ معاہدہ میں یہ بات مقرر نہیں کی گئی کہ اگر نقد مجھ سے خرید و تو ۱۵۰۰۰۰ کا اگر ادھار قسط وار تو ۱۸۶۰۰۰ کا، بلکہ سودا ہی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میں ہوا، کیا اس طرح کرنا درست ہے؟

جواب:...... مذکورہ صورت میں خالد کا ڈیڑھ لاکھ کا سونا خرید کر قسط وار اُدھار پر ایک لاکھ چھیاسی ہزار میں بیچنا درست نہیں، کیونکہ یہ سود خوری کا ذریعہ ہے، بلکہ اس دن کے بازاری نرخ پر سودا ضروری ہے۔

سونا اُدھار بیچ کر اسی خریدار سے نقد کم قیمت پر خریدنے کا حکم

سوال:......عرض یہ ہے کہ میری سونے کی دکان ہے جس میں سونے کی اُدھار خرید وفروخت کرتا ہوں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عموماً میرے پاس ایسے لوگ آتے ہیں جن کو فی الواقع سونے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ سونا خریدنا چاہتے ہیں لیکن ان کو چونکہ کچھ رقم کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ مجھ سے ماہ یا سال کے ادھار پر سونا خرید لیتے ہیں اور ادھار کی وجہ سے میں ان کو سونا نقد کے مقابلہ میں مہنگے داموں بیچتا ہوں پھر وہ خریدار سونے پر قبضہ کرنے کے بعد وہ سونا مارکیٹ میں کسی شخص کو بیچ دیتا ہے اور اپنی ضرورت پیسے سے پوری کر لیتا ہے اور مجھے ماہانہ اقساط دیتا رہتا ہے تو کیا یہ شخص سونا خریدنے کے بعد مجھے واپس مارکیٹ کے نقد ریٹ پر سونا بیچ سکتا ہے یا کہ نہیں؟

اور یہ نقد ریٹ میرے ادھار ریٹ کے مقابلہ میں ظاہر ہے کم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ جتنے ریٹ پر میں اس سے خریدتا ہوں اتنے ریٹ پر مارکیٹ میں کوئی دوسرا شخص خریدنے کے لئے تیار نہیں ہوتا کیونکہ وہ میرے مقابلے میں کم ریٹ لگاتے ہیں تو کیا مجھ سے ادھار خرید کر مجھے ہی واپس نقد ریٹ پر بیچ دینا جائز ہے یا کہ نہیں حالانکہ اس میں خریدار کا فائدہ ہے اور مارکیٹ میں بیچنے کی صورت میں اس کا کچھ نقصان ہے؟

جواب:......ادھار کی وجہ سے سونے کو اس دن کے بھاؤ سے زیادہ پر بیچنا جائز نہیں، کیونکہ یہ سودخوری کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس صورت میں آپ کا سونے کو

ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت لینا درست نہیں۔ ا

قیمت متعین کئے بغیر سونے چاندی کی مروّجہ تجارت کا حکم

سوال:...... اکثر مسلم ممالک میں سونے کی تجارت میں غیر متعینہ سودا بکثرت ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ خریدار سونے کی ایک متعینہ مقدار سونے کے بیوپاری سے حاصل کر لیتا ہے، اور اس کے عوض اس وقت کے بھاؤ کے حساب سے پوری قیمت بطور زرِ ضمانت ادا کر دیتا ہے اور قیمت متعین نہیں کی جاتی، قیمت کا تعین خریدار کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے قیمت متعین کر کے سودا مکمل کر لے، جس وقت سودا مکمل کیا جاتا ہے اس وقت مال کی قیمت اور زرِ ضمانت میں جو بھی کمی بیشی ہوتی ہے اس کا لین دین کر لیا جاتا ہے۔

نیز یہ سلسلہ ایک لمبی مدت تک جاری رکھا جاتا ہے ابتداء میں جب مال لیا جاتا ہے تو زرِ ضمانت اس وقت کے بھاؤ سے دیا جاتا ہے اس کے بعد سودا مکمل ہونے تک درمیانی مدت میں اگر بھاؤ زیادہ ہو جائے تو مزید زرِ ضمانت جمع کرایا جاتا ہے اور اگر بھاؤ کم ہو جائے تو اسی حساب سے زرِ ضمانت کا کچھ حصہ واپس لے لیا جاتا ہے۔ اس طرح کے سودوں میں بھاؤ بڑھ جانے کی صورت میں اگر خریدار مزید زرِ ضمانت ادا کرنے سے قاصر ہو تو بھاؤ کا تعین بیچنے والے کی صوابدید پر ہو جاتا ہے اور وہ اپنی مرضی سے بھاؤ متعین کر کے سودا مکمل کر لیتا ہے اور خریدار سے باقی ماندہ رقم وصول کر لیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مال وصول کر لیا جاتا ہے، رقم ادا کر دی جاتی ہے مگر قیمت متعین

نہیں کی جاتی، خریدار بھاؤ کم ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے اور بیچنے والا خریدار کی رقم کی ادائیگی سے قاصر ہونے کا انتظار کرتا ہے اور جیسے ہی موقع ملتا ہے سودا کاٹ دیتا ہے۔اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:......سونے چاندی وغیرہ کی ادھار قیمت پر معاملہ درست ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ معاملہ کرتے وقت باہمی رضامندی سے اس دن کے بھاؤ پر ایک قیمت متعین ہو جائے، نیز ادائیگی کی مدت و تاریخ بھی معلوم اور متعین ہو جائے۔ اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات کا خیال نہ رکھا جائے یا دونوں باتوں کو نظر انداز کیا جائے تو ادھار کا یہ معاملہ شرعاً فاسد اور ناجائز ہے اور اس کو ختم کرنا ضروری ہے۔

مسئولہ صورت میں چونکہ قیمت بھی متعین نہیں، اور مدت بھی متعین نہیں اس لئے یہ معاملہ شرعاً فاسد اور ناجائز ہے اور گناہ ہے، ان معاملات کو ختم کر کے اپنے کئے ہوئے پر توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ معاملات شرعی اصولوں کے مطابق انجام دینے کا اہتمام کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں شرعی اصول یہی ہے کہ:

۱......معاملہ کرتے وقت کوئی ایسی زائد شرط نہ لگائی جائے جس میں فروخت کنندہ یا خریدار میں سے کسی ایک کا کوئی فائدہ ہو، اور وہ تقاضاء عقد (معاملہ) کے خلاف ہو۔

۲......مجلس عقد میں قیمت متعین ہو جائے اور بعد میں تاخیر کی وجہ سے اس

میں کوئی اضافہ نہ ہو اور ادائیگی کی تاریخ ومدت متعین ہو۔[1]

فرضی خرید وفروخت

سوال:......سونے چاندی کی خرید وفروخت میں بعض مرتبہ ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں جس میں سونے کی خرید وفروخت حقیقۃً نہیں ہوتی، نہ کوئی سونا بیچتا ہے، نہ کوئی سونا خریدتا ہے، یہ سب کچھ محض فرضی ہوتا ہے اور زبانی ہوتا ہے، سونے کا لین و دین عملی طور پر قطعی نہیں ہوتا، اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کو ذیل میں حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے قلمبند کیا جاتا ہے۔

سٹہ کی تفصیل

سوال:......بعض اوقات کوئی شخص اپنی کچھ محدود رقم کسی سونے کے تاجر کے پاس بطور امانت رکھوادیتا ہے اور دوکاندار اس رقم کو اپنے پاس اس کی امانت تصور کرتا ہے، البتہ مالک کی طرف سے اس کو عموماً یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ ضرورت پڑنے پر وہ اس کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا چاہے تو لاسکتا ہے گو مالک

---

[1] فی الدر المختار: (۵۳۳/۴) وصح بثمن حال وھو الأصل ومؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع ا ھ. و فیہ أیضاً: (۵۲۹/۴) و شرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع و ثمن ووصف ثمن ا ھ. و فی المبسوط للامام السرخسیؒ: (۸،۷/۱۳) و اذا عقد العقد علی أنہ الی اجل کذا بکذا و بالنقد بکذا أو (قال) الی شھر بکذا أو إلی شھرین بکذا فھو فاسد لأنہ لم یقاطعہ علی ثمن معلوم ولنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن شرطین فی بیع ......وھذا اذا افترقا علی ھذا فان کان یتراضیان بینھما ولم یفترقا حتی قاطعہ علی ثمن معلوم و أتما العقد علیہ فھو جائز لانھما ما افترقا الا بعد تمام شرط صحۃ العقد ا ھ. وفی الھندیہ: (۱۳۶/۳) رجل باع علی أنہ بالنقد بکذا وبالنسیئۃ بکذا أو الی شھر بکذا و الی شھرین بکذا لم یجز کذا فی الخلاصۃ.

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے صراحۃً وہ اجازت نہیں لیتا بلکہ اس یقین کی وجہ سے اجازت لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا، اس کے بعد ضرورت پیش آنے پر وہ اس امانتی رقم سے اپنے لئے سونا خرید لیتا ہے یا کسی اور کام میں لگا دیتا ہے اس کے بعد اس رقم کے مالک کا فون آتا ہے کہ تم میری اس امانت والی رقم سے سونا خرید کر رکھ لو، وہ ہاں کرتا ہے اور اسی وقت کے بھاؤ سے اس امانتی رقم کا جس قدر سونا خریدا جا سکتا ہے سونے کی وہ مقدار مالک کی طرف سے بطور خریداری درج کر لیتا ہے، کچھ عرصہ کے بعد رقم کے مالک کا دوبارہ فون آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اب میرا سونا فروخت کر دیں چنانچہ وہ اسی دن کے نرخ سے اس کے سونے کی قیمت جوڑ لیتا ہے اور پہلی اور دوسری قیمت میں جو فرق ہے وہ اصل رقم میں جمع کر دیتا ہے اور مالک کے طلب کرنے پر کل رقم اس کے حوالے کر دیتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

(هكذا فى البزازية بهامش الهندية: (۴/۴۳۱) و فى البحوث، ص: ۱۴: الجزم بأحد الثمنين شرط للجواز اه. وفى الهدايه: (۳/۷۴) لان للأجل شبها بالمبيع ألا ترى أنه يزاد فى الثمن لأجل الأجل اه. وفى أيضاً: (۳/۱۳٦) يجوز البيع بثمن حال ومؤجل اذا كان الأجل معلوماً اه. وفى الشامية: (۴/٦۲) و الحاصل ان المذهب عدم التعزيز بأخذ المال اه. فى شرح المجلة للأتاسى: ۲/۵۸، رقم المادة. (۲۳۷) تسمية الثمن حين البيع لازمة فلو باع بدون تسمية ثمن كان البيع فاسداً. وقال فى المادة: (۲۳۸) يلزم ان يكون الثمن معلوما اى بالاشارة اليه أو ببيان مقداره ووصفه......لان التسلم والتسليم واجب بالعقد وجهالة ماذكر مفضية للمنازعة، فيمتنع التسليم والتسلم، وكل جهالة هذه صفتها تمنع الجوازاه. و فى الهداية: (۳/۵۹) و قد نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن بيع و شرط: ثم جملة المذهب فيه ان يقال كل شرط يقتضيه العقد......لايفسد العقد......وكل شرط لايقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه وهو من أهل الاستحقاق يفسده اه.

مثلاً خالد نے ایک لاکھ روپیہ زاہد کے پاس امانۃً رکھوایا اس کے بعد زاہد نے اس کو اپنے کسی استعمال میں لے لیا، چند دن بعد خالد نے زاہد سے کہا: کہ میرے پیسے کا سونا خرید لو، زاہد نے فرضی طور پر اس دن کے بھاؤ سے ایک لاکھ روپے کا ۳ تولہ سونا درج کرالیا اور خالد پر یہ ظاہر کیا کہ واقعی اس نے ۳ تولہ سونا خرید لیا ہے جبکہ حقیقۃً وہ رقم اپنے استعمال میں ہے، اس کے چند دن بعد خالد نے زاہد سے کہا کہ میرا ۳ تولہ سونا فروخت کردو اور رقم مجھے پہنچادو، زاہد اس دن کے بھاؤ سے ۳ تولہ سونے کی قیمت جوڑ لیتا ہے جو مثلاً ۱۰۵۰۰۰ بنتی ہے تو وہ خالد کو پہنچا دیتا ہے، ہر صورت میں خالد زاہد سے یہ رقم بخوشی قبول کرتا ہے، کیونکہ وہ پوری طرح یہی سمجھتا ہے کہ اس کی ہدایت کے مطابق ۱۰۰۰۰۰ روپے سے ۳ تولہ سونا خریدا گیا ہے اور پھر فروخت کیا گیا ہے، لہٰذا اس کا نفع نقصان بھی میرا ہی ہے حالانکہ دراصل یہاں ایک لاکھ سے نہ سونا خریدا گیا ہے نہ بیچا گیا ہے، یہ سب کچھ زاہد نے فرضی طور پر ظاہر کیا ہے، حقیقت میں وہ خالد کی رقم اپنے ذاتی استعمال میں لا چکا ہے جس کا خالد کو کوئی علم نہیں۔ شرعاً اس معاملہ کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... خالد اور زاہد کے درمیان مذکورہ معاملہ محض ایک فرضی اور ہوائی معاملہ ہے، جوسٹہ میں داخل ہے اور حرام ہے اور خالد کی طرف سے دی گئی رقم پر نفع لینا دینا ناجائز ہے نیز زاہد کی اجازت کے بغیر اس کی رقم اپنے استعمال میں لانا بھی صحیح نہیں ہے۔

سوال:...... عام طور پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوکاندار کے پاس ایک قابل اعتماد خریدار آتا ہے اور اس نے ایک لاکھ روپے دوکاندار کو دیئے اور کہا کہ مجھے

ایک لاکھ روپے کا سونا چاہئے، اور یہ سونا بھی اپنے پاس امانتاً رکھ لیں، دوکاندار اس وقت کے بھاؤ سے ایک لاکھ روپے سے جتنا سونا آئیگا اس کا وزن لکھ کر گاہک کو دیدیتا ہے جبکہ دوکاندار سونا نہ خریدار کے قبضہ میں دیتا ہے اور نہ اپنی دکان میں الگ کر کے رکھتا ہے اور نہ ہی اس کی ادائیگی کے لئے کوئی معین وقت طے کرتا ہے بلکہ خریدار جس وقت بھی آ کر طلب کرے وہ انتظام کر کے اس کو سونا فراہم کر دیتا ہے اور اگر خریدار رقم کا مطالبہ کرے تو مطالبہ کے وقت کے بھاؤ سے اس لکھے ہوئے سونے کی قیمت گاہک کو دیدیتا ہے چاہے گاہک کو نفع ہو یا نقصان۔

اس پوری صورت میں یہ بات واضح رہے کہ ایک لاکھ روپے کا سونا صرف کاغذ میں گاہک کو لکھ کر دیتا ہے، حقیقت میں نہ سونا خریدا گیا اور نہ بیچا گیا بلکہ حقیقۃً تو گاہک کی طرف سے رقم آتی ہے اور دوکاندار کی طرف سے رقم واپس ہوئی ہے صرف سونے کے بھاؤ سے گاہک کا کچھ نفع نقصان وابستہ ہے۔ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... یہ بھی سٹہ کی ایک صورت ہے اور بلاشبہ ناجائز ہے اس سے بچنا واجب ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال" لا يحل سلف وبيع ولا شرطان فى بيع ولا بيع ما ليس عندك".

(السنن للنسائی: ۲/۲۲۴، والسنن لابن ماجه: ص/۱۵۸)

ترجمہ

حضرت عمر بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بیع اور قرض ایک ساتھ جائز نہیں اور نہ ہی ایک بیع میں دو شرطیں جائز ہیں، اور نہ

ہی ایسی چیز کی بیع درست ہے جو آپ کے پاس نہ ہو۔

عن ابن عمر رضی الله عنه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال من ابتاع طعاما فلا یبعه حتی یستوفیه زاد اسماعیل من ابتاع طعاما فلایبعه حتی یقبضه.

صحیح البخاری، باب بیع الطعام قبل أن یقبض)

ترجمہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ جس نے غلّہ خریدا تو جب تک اس کو اپنے قبضہ میں لے نہ لے آگے فروخت نہ کرے۔

عن عمرو بن دینار یقول سمعت ابن عباس رضی الله عنهما یقول أما الذی نهی عنه النبی صلی الله علیه وسلم فهو الطعام أن یباع حتی یقبض قال ابن عباس ولا أحسب کل شئ إلا مثله.

(الصحیح البخاری: ۱/۲۸۶)

حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ غلہ ہے کہ قبضہ سے پہلے اس کی بیع ممنوع ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے خیال میں ہر چیز غلّہ کے حکم میں ہے۔

سونے کا سونے سے تبادلہ

سونے سے سونے کا تبادلہ کی عام طور پر تین صورتیں رائج الوقت ہیں۔

سوال:...... بعض مرتبہ ایک شخص کے پاس تیزابی سونا ہوتا ہے، اور وہ بین الاقوامی معیار کا خالص سونا حاصل کرنا چاہتا ہے، ایسے تبادلہ کی صورت میں تیزابی سونے میں ملاوٹ کا اندازہ کیا جاتا ہے اور اسی تناسب سے بین الاقوامی معیار کے خالص سونے کا وزن کم کر کے دیا جاتا ہے، مثلاً ۱۰ تولہ تیزابی سونے کے عوض پونے دس تولہ خالص سونا کا تبادلہ کرلیا جاتا ہے، اور یہ تبادلہ باہمی رضامندی سے ہوتا ہے اور عام طور پر ہاتھ در ہاتھ ہوتا ہے اور کبھی تبادلہ ہاتھ در ہاتھ نہیں ہوتا، بلکہ درمیان میں کچھ وقفہ بھی ہو جاتا ہے، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... خالص سونے کو اگر ملاوٹ شدہ سونے کے بدلے میں فروخت کیا جائے تو دونوں طرف سے وزن میں برابری ضروری ہے۔ لہٰذا دس تولہ تیزابی سونے کے بدلے پونے دس تولہ خالص سونا لینا دینا جائز نہیں ہے، چاہے تبادلہ ہاتھ در ہاتھ ہو یا ادھار ہو۔

اس کا آسان حل یہ ہے کہ ہر سونے کو کرنسی کے ذریعہ علیحدہ علیحدہ فروخت کیا جائے، یعنی پہلے ایک قسم کے سونے کو روپوں کے عوض میں بیچ دیا جائے پھر دوسری قسم کے سونے کو روپوں کے عوض خرید لیا جائے تو درست ہے۔

سوال:...... بعض مرتبہ تبادلہ کی یہ صورت ہوتی ہے کہ ایک طرف تیزابی سونا ہے اور دوسری طرف اس سے اعلیٰ معیار کا خالص سونا ہے، دونوں طرف وزن بھی برابر ہے لیکن تیزابی سونے کا مالک اعلیٰ معیار کا خالص سونا حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں معیار کے اعتبار سے قیمت کا جو فرق ہوتا ہے وہ وصول کرلیا جاتا ہے مثلاً

اعلیٰ معیار کے دس تولہ سونے کی قیمت 3,55,000 ہے اور تیزابی ۱۰ تولہ سونے کی قیمت 3,50,000 روپے بنتی ہے تو سونے کے ساتھ 500 روپے کا فرق بھی لیا جاتا ہے، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... فرق لینا جائز نہیں ہے، اور اس کا حل وہی ہے جو اوپر گزرا کہ ہر سونے کو کرنسی کے ذریعہ علیحدہ علیحدہ فروخت کیا جائے۔

سوال:...... (الف) بعض مرتبہ خالص سونے کے ٹکڑے کے عوض میں خالص سونے کے پاسے حاصل کئے جاتے ہیں، ایسی صورت میں وزن دونوں طرف برابر ہوتا ہے لیکن بڑے ٹکڑے کے ساتھ عوض میں حاصل ہونے والے پاسوں کی مزدوری بھی الگ سے دی جاتی ہے، اس مزدوری کے دینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) نیز پاسے حاصل کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ پاسے بنانے والے الگ سے مزدوری نہیں لیتے۔ بلکہ پاسوں کے سونے میں ایک مقررہ شرح سے ملاوٹ کر کے اپنی مزدوری حاصل کر لیتے ہیں، وزن دونوں جانب برابر رہتا ہے، لیکن پاسوں کا سونا نسبتاً ملاوٹ شدہ ہوتا ہے اس کا حکم بھی واضح فرمادیں۔

جواب: (الف)...... یہ مزدوری جائز نہیں ہے کیونکہ دونوں جانب سے سونا برابر ہے اور ایک جانب مزدوری کی رقم بھی ہے تو یہاں سونے کے عوض سونا مزدوری کی زیادتی کے ساتھ دیا جارہا ہے جو سود ہے اور سود حرام ہے۔[1]

---

[1] فی المبسوط: (۷/۱۴) عن ابی رافع قال سئلت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن الصوغ اصوغہ فابیعہ قال وزنا بوزن فقلت انی ابیعہ وزنا بوزن ولکن آخذ فیہ اجر عمل فقال انما عملک لنفسک ولا تردد شیئا فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہانا ان نبیع الفضۃ الا وزنا بوزن (الی قولہ) فان عمر رضی اللہ عنہ بین انہ فی الابتداء عمل لنفسہ فلایستوجب الاجر علی غیرہ.

(ب) باہمی رضامندی سے پاسوں کے سونے میں ملاوٹ کر کے خالص سونے کے بدلے برابر سرابر فروخت کرنا جائز ہے۔

حل

یہ دونوں صورتیں تو تبادلہ کی تھیں لیکن اگر کاریگر کو اپنا سونا دیکر اور مزدوری طے کر کے حسبِ منشاء پاسے بنوائے جائیں تو بھی جائز ہے اور پاسے بنوانے کی یہ آسان اور بے غبار صورت ہے۔

ادھار معاملات کے متفرق مسائل

سوال:...... کیا سونے چاندی کی ادھار ادائیگی پر خرید وفروخت جائز ہے؟

جواب:...... سونے اور چاندی کی ادھار خرید وفروخت اگر کرنسی کے ذریعہ ہو اور ادھار کی مدت بھی طے ہو، اور قیمت اسی روز کی لگائی جائے، ادھار کی وجہ سے بڑھائی نہ جائے، اور سونے، چاندی یا کرنسی میں سے کسی ایک عوض پر مجلس عقد میں قبضہ ہو تو سونے اور چاندی کی ادھار خرید وفروخت جائز ہے، کیونکہ مروجہ کرنسی بحالات موجودہ فلوس کے حکم میں ہو کر ثمن عرفی ہے، اور ''بیع صرف'' ثمن خلقی کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا بیع صرف اس وقت متصور ہوگی، جب دونوں طرف ثمن خلقی موجود ہو، اگر دونوں طرف ثمن عرفی ہو، یا کسی ایک طرف ثمن عرفی ہو، تو وہ بیع صرف نہیں، اور اس میں تقابض (دونوں طرف سے قبضہ) شرط نہیں، بلکہ ایک طرف سے قبضہ کافی ہے۔[1]

---

[1] (و فی الدر المختار: ۷/۴۰۲) "و شرعًا بیع الثمن بالثمن ای ماخلق للثمنية، ومنه المصوغ جنسا بجنس او بغير جنس."......(و فی المبسوط للسرخسی: ۴/۲۴) وبيع الفلوس بالدراهم ليس بصرف الخ".......(و فی احكام الاوراق النقدية: ص/۶۷) ثم ان هذه الاوراق النقدية وان كان لايجوز فيها التفاضل

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کی ادھار خرید وفروخت

سوال:......کیا Palladium,Platinum اور Rhodium وغیرہ دھاتوں کی ادھار پر خرید و فروخت جائز ہے۔ واضح رہے کہ یہ مستقل دھاتیں ہیں۔ یہ سونے کی قسم نہیں۔

جواب:......اگر یہ دھاتیں واقعۃً مستقل دھاتیں ہیں، سونے کی قسم سے نہیں ہیں، تو اس صورت میں ادھار پر ان دھاتوں کی خرید وفروخت جائز ہے جبکہ ادھار کی مدت صاف صاف طے ہو اور ایک طرف یہ دھاتیں ہوں اور دوسری طرف کوئی کرنسی ہو، اس میں یہ قید بھی نہیں کہ بیع ثمنِ مثل پر ہو۔

بینک سے ادھار سونا خریدنا

سوال:......(۱) کیا یہ جائز ہے کہ ایک بینک اپنے گاہک کو ادھار پر سونا فروخت کرے اور وہ گاہک کسی سنار کو نقد ادائیگی کی بنیاد پر وہی سونا فروخت

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحے کا)

ولكن بيعها ليس بصرف، لان الاوراق النقدية ليست اثمانا خلقية وانما هى اثمان عرفية او اصطلاحية ولايجرى الصرف الا فى الاثمان الخلقية من الذهب والفضة.......(و فى ردالمحتار:۷/ ۳۱۴) سئل الحانوتى عن بيع الذهب بالفلوس نسيئة فاجاب بانه يجوز اذا قبض احد البدلين لما فى البزازية: لو اشترى مائة فلس بدرهم يكفى التقابض من احد الجانبين. قال: ومثله ما لو باع فضة او ذهبا بفلوس كما فى البحر عن المحيط.......... (و فى تطور النقود: ص/ ۱۴۱، ۱۵۴۳) "عرف الحنفية الصرف بانه بيع الاثمان بعضها ببعض و ارادوا من الاثمان ما كان ثمنا خلقة اى من القدم وهو الذهب والفضة سواء كانا مسكوكين دنانير ودراهم وهى المعروفة بالنقدين او كانا مصوغين كالاقراط والاساور او كانا تبرا وعبّر الشافعية والحنابلة عن الثمن بالنقد، فقالوا: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کردے اور نقدی حاصل کرلے؟

(۲)...... کیا یہ جائز ہے کہ وہ سنار بینک کو اپنا وکیل مقرر کردے اور بینک خود ہی گاہک سے وہی سونا (جو ابھی گاہک کو ادھار پر فروخت کیا گیا تھا) نقد ادائیگی پر (بحیثیت سنار کے وکیل کے) خرید لے؟

(۳)...... کیا یہ جائز ہوگا کہ بینک کی قیمتِ فروخت، قیمتِ خرید سے زیادہ ہو۔ مثلاً (اگر سونے کا بھاؤ =/38000 روپے فی تولہ ہے) بینک گاہک سے اولاً دریافت کرے کہ گاہک کتنی مدت میں ادھار کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر گاہک ۶ ماہ میں ادائیگی کا وعدہ کرے تو ۱۰ فیصد منافع اور اگر ایک سال میں ادائیگی کا وعدہ کرے تو ۲۰ فیصد منافع یعنی =/45600 روپے فی تولہ کے حساب سے سونا فروخت کرے (اور پھر، جیسا کہ نمبر ۲ میں بیان کیا گیا ہے، فوراً ہی بحیثیت سنار کے وکیل کے، وہی سونا گاہک کی رضامندی پر 38000 نقد فی تولہ کے حساب سے خرید لے؟

جواب:...... (۱،۲،۳) سونے کو کرنسی کے ساتھ ادھار خرید و فروخت کرنے کو بہت سے علماء کرام اور اہلِ فتویٰ حضرات منع فرماتے ہیں، اور ہم نے شروع میں جواز

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحے کا)

"الصرف بیع النقد بالنقد من جنسه او غیره، ارادوا بالنقد کذلک الذهب والفضة مسکوکین او مصوغین او تبرا والحکم فی المذاهب الثلاثة هو ان الذهب والفضة اذا بیعا بجنسها کذهب بذهب او فضة بفضة وجب الحلول والتماثل والتقابض (الی قوله:) والتعریف السابق للصرف عند الائمة الثلاثة یفید انه محصور فی الذهب والفضة الذین لایغلب علیهما الغش، فاذا کانت الدراهم مغشوشة ورائجة او کان النقد من الجانبین فلوسا رائجة لایجری فیهما حکم الصرف الخ

کا جو حکم لکھا ہے، وہ بھی اس وقت ہے جب کہ یہ تبادلہ ثمن مثل کے ساتھ ہو، یعنی ادھار کی وجہ سے سونے کی قیمت میں اضافہ نہ کیا جائے، اگر ادھار کی وجہ سے سونے کی قیمت میں اضافہ کیا جائے، تو ہمارے نزدیک بھی یہ تبادلہ جائز نہیں، نیز ان معاملات میں توکیل کے طریقہ میں چونکہ شرعی احکام کی پوری طرح پابندی نہیں ہوتی، اس لئے توکیل کا طریقہ اختیار کرنے سے بھی اجتناب کیا جائے۔

سوال:...... درج بالا صورتوں میں سونے کے بجائے Palladium, Platinum یا Rhodium استعمال ہو تو کیا شرعی نقطۂ نظر سے اس طریقۂ کار کی اجازت میں کچھ تبدیلی واقع ہوسکتی ہے؟

جواب:...... سونے اور مذکورہ دھاتوں کے حکم میں فرق ہوسکتا ہے، مثلاً جو دھات بحکم سونا نہیں، کرنسی کے ساتھ اس کی ادھار خرید و فروخت تمام علماء کرام کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ یہ کسی کے نزدیک بھی بیع صرف نہیں، نیز اس میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں بھی اضافہ ہوسکتا ہے، جبکہ ادھار بیع کی دوسری شرائط کا اس میں خیال رکھا گیا ہو، وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قسطوں پر سونے چاندی کی ادھار خرید و فروخت

سوال:...... سُنار (دوکاندار) ایک صاحب سے 24 کریٹ کا سونا خریدتے ہیں۔ اُس وقت مارکیٹ میں جو سونے کا بھاؤ ہوتا ہے اس کے حساب سے رقم طے کرلی جاتی ہے، یعنی یہ سونا ایک لاکھ روپے کا بن گیا اور اب یہ رقم آپ کی میری طرف اُدھار ہوگی اور میں ہر ہفتہ آپ کو 25 ہزار روپیہ دے کر رقم

Clear کردوں گا۔ کیا یہ لین دین ٹھیک ہے۔

جواب...... چونکہ سونے کو روپوں کے بدلے فروخت کرنے کا معاملہ عقدِ صرف نہیں ہے، لہٰذا سونے کو روپوں کے بدلہ اُدھار فروخت کرنا اور باہمی رضامندی سے قیمت کی ادائیگی کے لئے قسطیں مقرر کرنا جائز ہے، البتہ اس میں درج ذیل چند شرائط ہیں۔

(۱) خرید وفروخت کی مجلس میں سونے پر قبضہ ہو جائے۔

(۲) اور قیمت اس دن کے بھاؤ کے مطابق ہو، ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ نہ کیا جائے۔

(۳) قیمت کی ادائیگی کی مدت معلوم ہو، مثلاً ایک ہفتہ، ایک ماہ یا ایک سال۔

(۴) قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں قیمت کا اضافہ نہ کیا جائے اور نہ ہی کوئی جرمانہ لگایا جائے۔[1] (مأخذہ التبویب ۶۲۷/۵۸)

---

[1] فی بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة ۱ / ۱٦۷ ......ثم إن هذه الأوراق النقدية، و إن كان لايجوز فيها التفاضل، ولكن بيعها ليس بصرف......فيصح فيها التاجيل عند اختلاف الجنس ، قال شمس الأئمة السرخسی رحمه الله تعالیٰ: "إذا اشرى الرجل فلوسا بدراهم ونقد الثمن ولم تكن الفلوس عند البائع ، فالبيع جائز الخ" فصار البيع حينئذ بيعا بثمن مؤجل ، وذلک جائز فی الأجناس المختلفة. ......وفيه أيضاً ۹/۱ ......ولكن اختلاف الأثمان هذا إنما يجوز ذكرها عند المساومة، وأما عقد البيع فلايصح إلا إذا اتفق الفريقان على أجل معلوم وثمن معلوم، فلابد من الجزم بأحد الشقوق المذكورة فی المساومة.

پانچواں باب

سونے میں ملاوٹ
اور
کاریگروں کے ساتھ معاملات کی تفصیل
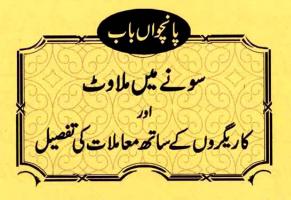
عام طور پر زیورات بیچنے والے تاجر، زیورات خود تیار نہیں کرتے بلکہ کاریگروں سے اجرت پر بنواتے ہیں، اور فروخت کرتے ہیں، جس میں تاجر اور کاریگر کے درمیان مختلف معاملات طے پاتے ہیں جن کا حکمِ شرعی معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ آئندہ اس کے مطابق یہ معاملات انجام پائیں، ان معاملات کی تفصیلات آئندہ ابواب میں آرہی ہیں۔

سونے میں ملاوٹ

سونے کے زیورات بنانے کے لئے خالص سونے میں ایک خاص معین مقدار کسی دوسری دھات کی ملاوٹ ضروری ہے، اس کے بغیر خالص سونا، یا چاندی کے زیورات بنانا تقریباً ناممکن ہیں کیونکہ خالص سونا نرم ہوتا ہے اور نرم سونے کے زیورات نہیں بن سکتے، اس لئے ملاوٹ کرنی پڑتی ہے اور خالص سونے میں ملاوٹ کی خاص شرحیں مقرر ہیں، دکاندار عام طور پر کاریگر کو خالص سونا دیتے ہیں اور اس میں ملاوٹ کی خاص شرح بھی بتاتے ہیں تاکہ وہ اس خاص شرح سے ملاوٹ کا ذمہ دار رہے، اور ملاوٹ کے عمومی معیار دو ہیں۔ ایک عالمی معیار، دوسرا رائج الوقت معیار، یہاں دونوں کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے تاکہ معاملہ بے غبار ہو جائے۔

ملاوٹ کا عالمی معیار

ملاوٹ کے عالمی معیار کی نوعیت یہ ہے کہ مثلاً ۲۲/حصہ خالص سونا اور اس کو

زیورات بنانے کے قابل بنانے کے لئے اس میں ۲ حصہ کوئی دوسری دھات ملائی جائے اس کو ۲۲ کیرٹ سونا کہتے ہیں، عالمی معیار کے مطابق ۲۲ حصہ اصل سونا، اور ۲ حصہ کسی دوسری دھات کی ملاوٹ اس قدر معیاری ہے کہ جب کبھی زیور کو پگھلا کر اصل سونا اور دوسری دھات الگ کی جائے گی تو اس میں ۲۲ حصہ اصل سونا ضرور حاصل ہوگا، یہ عالمی معیار کہلاتا ہے، یہاں یہ بات قابل وضاحت ہے کہ ۲ حصہ دوسری دھات میں ٹانکہ بھی شامل ہوتا ہے۔

مثلاً کسی زیور پر 18K، کیرٹ کی مہر لگی ہوئی ہو تو عالمی معیار کے مطابق اس میں ۱۸ حصہ خالص سونا اور بقیہ ۶ حصہ دوسری دھات ہوگی، جس میں ٹانکہ بھی شامل ہوگا، جب کبھی بھی زیور پگھلا کر سونا پکایا (ریفائن کیا) جائے گا تو اس میں سے ۱۸ حصہ خالص سونا ضرور حاصل ہوگا، اسی طرح 14K اور 9K میں بالترتیب معیار کے مطابق ۲۴ حصوں میں سے ۱۴ حصہ اور ۹ حصہ سونا حاصل ہوگا۔

ملاوٹ کا مقامی معیار

سونے میں ملاوٹ کا مقامی رواج یہ ہے کہ مثلاً ایک تولہ خالص ❶ سونے میں ۹ رتی کوئی دوسری دھات (تانبہ اور چاندی) ملائی جاتی ہے، جس کو عام دستور میں بہت معیاری سونا سمجھا جاتا ہے اور اس سونے کے زیور کا بیچنے والا بڑے اعتماد سے زیورات کو بیچتا ہے ایسے سونے کو گنی کا سونا کہا جاتا ہے۔

بعض لوگ ایک تولہ خالص سونے میں ۱۰ / رتی کوئی دوسری دھات ملاتے

---

❶ خالص سونا وہ کہلاتا ہے جو جدید سائنسی طریقوں سے صاف کیا جاتا ہے اور اس میں کسی بھی قسم کی دوسری دھات کی آمیزش نہیں ہوتی، اس کو ۲۴ کیرٹ کا سونا کہتے ہیں۔ تیزابی سونا وہ کہلاتا ہے جسے مقامی طور پر قدیم طریقوں سے صاف کیا جاتا ہے جس میں کسی قدر دوسری دھات کی ملاوٹ باقی رہتی ہے۔

ہیں اوراس کو بھی گنی کا سونا قرار دیتے ہیں۔

بعض لوگ ایک تولہ تیزابی سونے میں ۹ یا ۱۰ رتی کوئی دوسری دھات ملاتے ہیں اوراس کو بھی گنی کا سونا قرار دیتے ہیں۔

سوال نمبر۱:...... مذکورہ صورتوں میں اکثر دوکاندار کاریگروں سے زیورات پر22K سونے کی مہر لگواتے ہیں، واضح رہے کہ زیورات بنانے میں جو ٹانکہ لگایا جاتا ہے وہ اس ملاوٹ سے علیحدہ ہوتا ہے، اس طرح ملاوٹ اور ٹانکہ دونوں کی موجودگی میں22K سونے کی مہر استعمال کی جاتی ہے جبکہ22K سونے کی عالمی معیار کاان صورتوں سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، شرعاًاس کی کیا حیثیت ہے؟

سوال نمبر۲:...... نیز مذکورہ صورتوں میں بعض دکاندار یا بعض کاریگر اپنی مرضی سے ملاوٹ کی مروّجہ صورتوں سے ہٹ کر بھی کچھ اور زیادہ ملاوٹ کر دیتے ہیں اور وہ اس پر بھی22K سونے کی مہر استعمال کرتے ہیں۔ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

سوال نمبر۳:...... اور بعض لوگ ملاوٹ کی مذکورہ صورتوں میں22K کی مہر نہیں لگواتے لیکن فروخت کے وقت خریدار کو کہتے ہیں کہ یہ22K کا سونا ہے یا یہ بتاتے ہیں کہ یہ گنی سونا ہے اور گنی سونا بتانے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس میں ملاوٹ شامل ہے لیکن ملاوٹ کتنی ہے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی جاتی، وہ مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت ہوسکتی ہے، جس میں بہر حال خریدار کو دھوکہ ہوتا ہے۔ شرعاًاس کا کیا حکم ہے؟

جوابات:...... (۱ تا ۳) مذکورہ تینوں صورتوں میں جب سونے میں مقامی

معیار کے مطابق ملاوٹ کی گئی ہے اور وہ سونا جو عالمی معیار کے مطابق قطعاً 22K سونا نہیں ہے تو اس پر کاریگر سے عالمی معیار کے مطابق 22K کی مہر لگوانا، اور کاریگر کا لگانا یا 22K کی مہر نہ لگوانا، لیکن فروخت کے وقت خریدار کو بتانا کہ یہ سونا 22K کا ہے سراسر جھوٹ اور دھوکہ ہے جو بلاشبہ حرام اور سخت گناہ ہے جس سے ہر تاجر کو بچنا واجب ہے، اور مقامی معیار کے مطابق جس قدر سونے میں ملاوٹ کی گئی ہے اور جس قدر ٹانکہ اس میں استعمال ہوا ہے خریدار پر سودا کرتے وقت اچھی طرح اس کی وضاحت کر دینا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے:

عن واثلة قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: من باع عیباً لم یبینه لم یزل فی مقت اللّٰہ او لم تزل الملائكة تلعنه. رواه احمد وابن ماجه و الطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی شرطهما. (الزواجر: ص/ ۱۹۳)

ترجمہ

حضرت واثلہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عیب دار چیز کو عیب بتلائے بغیر فروخت کیا وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضگی میں رہیگا یا فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے۔ (رواہ احمد)

و اخرج الطبرانی فی الکبیر والصغیر باسناد جید و ابن حبان فی صحیحه عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنه

قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من غشنا فلیس منا، والمکرو الخداع فی النار، و رواہ ابوداؤد عن الحسن مرسلاً مختصراً قال: المکر والخدیعة والخبانة فی النار. راجع الزواجر: ص/۱۹۸

ترجمہ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں، مکر وفریب، دھوکہ دینے والا جہنم میں ہے، اور ایک روایت میں ہے مکر وفریب، دھوکہ، اور خیانت جہنم میں ہیں یعنی ایسا کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ (ابوداؤد)

ملاوٹ کی مروّجہ صورتوں کے علاوہ کسی دوسری صورت کو اختیار کرنے میں خریدار پر مکمل وضاحت کرنا

سوال نمبر۴:...... بعض لوگ خالص سونے میں عالمی معیار سے ہٹ کر ملاوٹ کی مروّجہ صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرتے ہیں اور اس پر عالمی معیار کی مہر نہیں لگواتے، البتہ فروخت کے وقت خریدار پر واضح کر دیتے ہیں کہ سونے میں اتنی ملاوٹ کی گئی ہے اور ٹانکہ کی جو مقدار شامل ہے وہ بھی واضح کردی جاتی ہے مثلاً یہ بتایا جاتا ہے کہ اس زیور میں 141/2 آنے والا سونا ہے، جس میں 11/2 آنے ملاوٹ کی گئی ہے اور 11/2 آنے فی تولہ ٹانکہ بھی ہے اس تفصیل کے ساتھ زیور فروخت کرتے ہیں اور جب خریدار یہ زیور واپس فروخت کرتا ہے تو واپس بیچنے کی صورت میں ۱ تولہ وزن میں سے ۳ آنے وزن کاٹا جاتا

ہے اور ۱۳ آنے تیزابی سونے کی قیمت بازاری بھاؤ سے دی جاتی ہے یعنی بیچتے وقت جو وضاحت کی گئی تھی خریدتے وقت اس کی مکمل پابندی کی جاتی ہے اس وضاحت کے ساتھ زیورات بیچنے کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

جواب:......سونے یا چاندی کے زیورات کو فروخت کرتے وقت ان میں شامل کی جانے والی ملاوٹ اور ٹانکے کی مقدار خریدار پر واضح کر کے زیورات فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ اس میں خریدار کو کوئی دھوکہ نہیں ہے اور زیورات کی جو بھی صورتحال ہے وہ اس پر واضح کر دی گئی ہے۔

کاریگروں کا ملاوٹ کرنا

سوال:......خالص سونے میں ملاوٹ کی جو مروّجہ صورتیں اور تفصیلات اوپر ذکر کی گئی ہیں ان کو اختیار کرنا، کاریگروں کے لئے شرعاً کیسا ہے، برائے کرم اس پر بھی قدرے تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

نیز یہ کہ کاریگر ایک اور صورت بھی اختیار کر لیتے ہیں کہ دوکاندار نے زیور بنانے کے لئے ان کو خالص سونا دیا اور ملاوٹ کا معیار بھی بتلا دیا، لیکن کاریگر اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے دکاندار کے بتائے ہوئے معیار سے ہٹ کر اپنی مرضی سے کچھ اور زیادہ ملاوٹ کر دیتا ہے، اور اس کو دکاندار سے پوشیدہ رکھتا ہے، ظاہر یہی کرتا ہے کہ اس نے اس میں اسی قدر ملاوٹ کی ہے جتنی کہ دکاندار نے بتائی، اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب:......کاریگر کو خالص سونے میں عالمی معیار کے مطابق یا مقامی معیار کے مطابق ملاوٹ کرنا درست ہے کیونکہ زیورات بنانے کے لئے اس قدر

ملاوٹ ناگزیر ہے لیکن خالص سونے میں جس معیار کے مطابق ملاوٹ اور ٹانکہ استعمال کیا گیا ہے اس میں دکاندار اور خریدار کو کسی قسم کا دھوکہ دینا جائز نہیں ہے کاریگر پر فرض ہے کہ پوری احتیاط اور امانت کے ساتھ جس معیار کے مطابق اس نے ملاوٹ کی ہے اس کی پوری وضاحت دکاندار پر اور دکاندار خریدار پر کردے۔

اور دکانداروں اور کاریگروں کو حتی الامکان خالص سونے کی ملاوٹ میں عالمی معیار یا مقامی معیار کی پابندی کرنی چاہئے، اس سے ہٹ کر نہیں کرنی چاہئے، اس سے بازار میں ان کی ساکھ بنے گی، اعتماد بحال ہوگا جو ایک کاریگر اور تاجر کے لئے بہت قیمتی چیز ہے اور اس میں خیر و برکت بھی ہے جس کا مشاہدہ تجربہ کر کے کیا جاسکتا ہے۔

اور اگر کوئی کاریگر مذکورہ بالا دونوں معیاروں سے ہٹ کر ملاوٹ کرنا ہی چاہتا ہے تو اس شرط کے ساتھ شرعاً اس کی اجازت ہے کہ خالص سونے یا چاندی میں وہ جس قدر بھی ملاوٹ کرے کاریگر اس کو دکاندار پر اور دکاندار اس کو خریدار پر پوری سچائی سے واضح کردے۔

اس طرح وضاحت کے ساتھ عالمی معیار کی مہر لگانا، یا عالمی معیار کے مطابق اس کو 22K سونا بتانا، یا مقامی معیار سے بڑھ کر ملاوٹ کر کے مقامی معیار کے مطابق اس کو ملاوٹ بتانا، یا دکاندار نے کاریگر کو ملاوٹ کی جو مقدار بتائی تھی کاریگر کا اپنے نفع کی خاطر اس سے زیادہ ملاوٹ کرنا، اس کو دکاندار سے پوشیدہ رکھنا، یہ سب سراسر دھوکہ اور فریب ہے جو اسلام میں حرام و ناجائز ہے۔

اس سلسلے میں مسلمان کے لئے حضور اکرم ﷺ کے وہ ارشادات کافی ہیں جو ملاوٹ

کی مروّجہ صورتوں کے ذیل میں گذرے۔

کاریگر ہو یا دکاندار، دراصل مسلمان کی تجارت بھی ایک عبادت ہے اگر اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں اور رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق کیا جائے تو اس پر بڑے اجر وثواب اور بلند درجات کی بشارتیں ہیں۔ مثلاً احادیثِ طیبہ میں ارشاد ہے۔

(۱) عن انسؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: التاجر الصدوق تحت ظلال العرش یوم القیامة. (الترغیب:۳/۵۸۵)

ترجمہ

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(ترغیب)

(۲) عن ابی سعیدؓ : قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء.

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ: ص/۲۴۳)

ترجمہ

سچا امانت دار تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی)

(۳) ان اطیب الکسب کسب التجار الذین اذا حدثوا لم یکذبوا، و اذا ائتمنوا لم یخونوا، و اذا

وعدوا لم یخلفوا، و اذا اشتروا لم یذموا، و اذا باعوا لم یمدحوا، واذا کان علیھم لم یمطلوا، و اذا کان لھم لم یعسروا. (الترغیب: ۵۸۶/۳)

ترجمہ

۳......بہترین کمائی ان تاجروں کی کمائی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے، اورخریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کرکے دیدے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ ملے) اوراگران کے ذمے کسی کا کچھ نکلتا ہوتو ٹال مٹول نہیں کرتے، اوراگرخودان کا کسی کے ذمے سے کچھ نکلتا ہوتو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔ (الترغیب)

زیورات میں کھوٹ ملانے کی حد کا بیان اور کھوٹ والے زیورات فروخت کرنے کا حکم

سوال:......سونے کے زیورات میں کھوٹ کتنی مقدار تک صحیح ہے؟ یہ بات مسلّم ہے کہ بغیر کھوٹ کے زیور نہیں بنتا، لیکن اس کی مقدار کے بارے میں کبھی بھی خریدنے والوں کو صحیح نہیں بتایا جاتا کیا یہ صحیح ہے؟ نیز یہ ملاوٹ اس قدر کاریگری اور مہارت سے ہوتی ہے کہ بغیران زیورات کو توڑے خریدار تو کیا سنار بھی اس کھوٹ کو نہیں پہچان سکتا اوراس کاریگری میں نصف سونا ہوتا ہے اور نصف کھوٹ

ہوتی ہے کیا یہ جائز ہے؟

اس کے بارے میں یہ رونا رویا جاتا ہے کہ اگر گاہک کو صحیح بتا دیا جائے تو وہ خریدے گا نہیں اور بعض اوقات خریدنے والا زیورات کی بنوائی بھی نہیں دیتا تو یہ خرچہ ہم کہاں سے پورا کریں، اس لئے وہ یہ خرچہ کھوٹ وغیرہ سے نکالتے ہیں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب:...... زیورات میں جو کھوٹ ملانے کا ملکی یا بین الاقوامی معیار ہے اس کی حد تک کھوٹ ملانا جائز ہے اور ایسی صورت میں اس کھوٹ کے بارے میں اگر گاہک پوچھے نہیں تو اس کو بتانا بھی ضروری نہیں، البتہ یہ کہنا درست نہیں کہ یہ بالکل خالص سونا ہے اور اگر ملکی یا بین الاقوامی معیار سے زیادہ کھوٹ ملائی ہو تو ایسی صورت میں گاہک کو بتانا ضروری ہے، بتائے بغیر اگر یہ زیورات فروخت کئے اور خالص سونے کی قیمت لے لی تو یہ دھوکہ ہے جو حرام اور ناجائز ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے۔

عن حکیم بن حزام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البیعان بالخیار ما لم یتفرقا فان صدقا وبینا بورک لھما فی بیعھما وان کذبا و کتما محقت برکۃ بیعھا.[1] الحدیث...

---

[1] (تکملۃ فتح الملھم: (۱/۳۷۷) قولہ فان صدقا وبینا ای صدق البائع فی اخبار المشتری صفۃ المبیع وبین العیب ان کان فی السلعۃ اھ. وفی بذل المجھود فی حل أبی داؤد، باب فی بیع الغرر: (۱۵/۳۵) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الغرر ای عن البیع الذی فیہ الغرر اھ. و فی مشکوٰۃ المصابیح: (۲۶۵)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ترجمہ

حضرت حکیم بن حزامؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ بیچنے والے اور خریدنے والے کو علیحدگی سے پہلے پہلے اختیار رہوتا ہے۔ اگر وہ سچ بولیں اور حقیقت کو واضح کر کے بتا دیں تو ان کی بیع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت دی جاتی ہے۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور حقیقت کو چھپائیں تو ان کے سودے کی برکت مٹا دی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری)

ملاوٹ کے معیار میں فرق کا تاوان

جیسا کہ پہلے ملاوٹ کی تفصیلات میں عرض کیا گیا ہے کہ دوکاندار عام طور پر کاریگر کو خالص سونا دیتے ہیں اور اپنے اختیار کردہ معیار کے مطابق سونے میں ملاوٹ کی شرح بھی بتاتے ہیں تاکہ کاریگر ملاوٹ کا پوری طرح ذمہ دار رہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال ماهذا يا صاحب الطعام قال: اصابته السماء يا رسول الله قال افلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، من غش فليس منّى. رواه مسلم . و هكذا فی اعلاء السنن : ۱۴، ۵۳، وفی الدرالمختار: ۵/۴۷: لايحل كتمان العيب فی مبيع أو ثمن لأن الغش حرام ا ه. وفی الشامية:(قوله لأن الغش حرام) ذكر فی البحر أول الباب بعد ذلک عن البزازية عن الفتاوىٰ: اذا باع سلعة معيبة عليه البيان ا ه. وفی العالمگيرية:(۳/ ۲۱۰) رجل اراد ان يبيع السلعة المعيبة وهو يعلم يجب ان يبينها فلو لم يبين قال بعض مشايخنا يصير فاسقاً مردوداً الشهادة قال الصدر الشهيد لا نأخذ به كذا فی الخلاصة ا ه.

عام طور پر جتنے زیورات بن کر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک زیور کے سونے کو چیک نہیں کیا جاتا، بلکہ معاملہ اعتماد پر چلتا رہتا ہے لیکن جب کبھی دوکاندار کو کاریگر پر بے اطمینانی ہوتی ہے تو وہ زیور میں سونے کے معیار کو چیک کرتا ہے اگر ملاوٹ زیادہ پائی جاتی ہے تو کاریگر سے فرق کے اعتبار سے سونا طلب کیا جاتا ہے اور یہ فرق صرف اس زیور کے سونے پر طلب نہیں کیا جاتا، جسے چیک کیا گیا ہو بلکہ اس سے پہلے کے بن کر آئے ہوئے تمام زیور پر بھی اسی حساب سے فرق طلب کیا جاتا ہے چاہے کاریگر گزشتہ پانچ سال سے متواتر کام کر رہا ہو اور معیار پہلی مرتبہ چیک ہوا ہو۔

کسی ایک زیور میں سونے کے معیار کو چیک کرنے پر اگر معیار میں فرق آئے تو اس فرق کی بنیاد پر یہ بات یقینی سمجھ لی جاتی ہے کہ اس کے بنانے والے کاریگر نے اس سے پہلے کے بنائے ہوئے تمام زیورات میں بھی اسی تناسب سے زیادہ ملاوٹ کی ہے، چاہے اس کاریگر نے اس سے پہلے کبھی بھی زیادہ ملاوٹ نہ کی ہو، یا اس سے بھی زیادہ ملاوٹ کی ہو۔ پہلے کے بنائے ہوئے زیورات عام طور پر موجود نہیں ہوتے، اس لئے ان زیورات میں صحیح ملاوٹ میں فرق آنے کو اتفاقی امر نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس بات کو یقینی سمجھا جاتا ہے کہ جان بوجھ کر اضافی ملاوٹ کی گئی ہے۔

سوال:۔......اس سلسلہ میں قابلِ دریافت بات یہ ہے کہ از روئے شرع ملاوٹ کے معیار میں فرق آنے کی صورت میں کاریگر سے سونا وصول کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کہ ملاوٹ کا یہ فرق اس زیور کے وزن پر لیا جاتا ہے جسے چیک کیا

گیا ہے اور ان زیورات کے وزن پر بھی وصول کیا جاتا ہے جو اس کاریگر کے بنائے ہوئے دکان میں موجود ہوں یا دوکان پر فروخت ہو چکے ہوں۔

کیا ان تینوں قسم کے زیورات پر کاریگر سے فرق وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں کیا حکم ہوگا جبکہ اس کاریگر کے ہاتھ کے بنے ہوئے زیورات موجود نہ ہوں اور حساب کی تفصیلات بھی محفوظ نہ ہوں، تو کیا صرف سابقہ زیورات کے وزن کا اندازہ کر کے فرق وصول کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:......صورتِ مسئولہ میں اگر کاریگر کو خالص سونا دیا گیا اور اس کو ملاوٹ کا معیار بتا دیا گیا اور اس کے بعد جب زیور کو چیک کیا گیا تو اس میں اس شرح سے زیادہ ملاوٹ تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کاریگر نے زائد سونا اپنے پاس رکھا جبکہ یہ سونا دکاندار کی امانت تھی۔ اس لئے اس صورت میں اس سے زائد سونا لینا جائز ہے لیکن یہ صرف اسی زیور کی حد تک ہے جس کو چیک کیا گیا ہے جس زیور کو چیک نہیں کیا گیا اس کو چیک کئے گئے زیور پر قیاس کر کے اس کا فرق وصول کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا جو زیورات فروخت ہو چکے ہیں یا دکان میں ہیں لیکن ان کو چیک نہیں کیا گیا تو ان کا یہ حکم نہیں ہے۔

ہاں اگر کاریگر خود اقرار کرے کہ میں نے ان زیورات میں بھی اسی شرح سے زیادہ ملاوٹ کی تھی تو اس کا اقرار اس کے خلاف حجت ہوگا اس صورت میں جتنے زیورات کے بارے میں وہ اقرار کرے گا ان زیورات کا فرق اس سے لینا جائز ہے اور یہ فرق دکاندار کو خود رکھنا جائز نہیں بلکہ جن لوگوں کو زیورات فروخت کئے گئے ہیں ان کو زیور کے وزن کے حساب سے دینا لازم ہے۔ جن گاہکوں کا علم

نہ ہو سکے ان کا سونا ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے۔ اور جن کے بارے میں اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جا سکتی ہے کہ اس نے طے شدہ شرح سے زیادہ ملاوٹ نہیں کی اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے زیادہ ملاوٹ نہیں کی تو وہ بری الذمہ ہوگا۔

سوال نمبر۲:......اوپر کے معاملات میں دوکاندار کی طرف سے کاریگر کو خالص سونا دینے کے احوال لکھے گئے ہیں، لیکن بعض مرتبہ دوکاندار کی جانب سے کاریگر کو ملاوٹ شدہ سونا بھی دیا جاتا ہے اور ملاوٹ کا معیار بھی اس پر واضح کر دیا جاتا ہے، کاریگر سونا وصول کرتے وقت اس کے معیار پر کوئی اعتراض نہیں کرتا اور زیور تیار کر کے دیدیتا ہے۔ اگر کبھی دوکاندار اس زیور کو پکوا کر یا ریفائن کروا کر چیک کرتا ہے اور بتائے ہوئے معیار سے زیادہ ملاوٹ پاتا ہے تو کاریگر سے اس کا فرق وصول کرنا چاہتا ہے اس موقعہ پر اکثر کاریگر فرق کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے، اور عذر یہ پیش کرتا ہے کہ دوکاندار نے ملاوٹ شدہ سونا دیا تھا، لہٰذا میں اس فرق کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

واضح ہو کہ سونا لیتے وقت کاریگر نے ملاوٹ شدہ سونے کے معیار پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا، نیز یہ کہ بنانے کے دوران چھلائی اور کٹائی کے مراحل میں بھی سونے کے معیار کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے پھر بھی وہ کوئی اعتراض نہیں کرتا، ایسی صورت میں اس کے انکار کا، اور فرق دینے سے بری الذمہ ہونے کا کیا حکم ہے؟

جواب۲:......اس صورت میں دوکاندار دعویٰ کر رہا ہے اور کاریگر انکار کر رہا ہے لہٰذا اگر دوکاندار کے پاس ایسے دو گواہ ہوں جو یہ کہہ دیں کہ ہمارے سامنے دوکاندار نے سونے میں اتنی ملاوٹ کی تھی اور پھر اسی حالت میں کاریگر

کے حوالہ کیا تھا تو کاریگر سے وہ فرق درج بالا تفصیل کے مطابق لینا جائز ہے لیکن اگر دکاندار کے پاس اس طرح کے گواہ نہ ہوں جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو اس صورت میں کاریگر سے قسم لی جائیگی اگر وہ قسم کھالے تو بری ہوگا اور اگر انکار کردے تو ذمہ دار ہوگا اور اگر اقرار کرلے تو جتنے زیورات کے بارے میں اقرار کرے تو ان زیورات کے فرق کو اس سے لینا جائز ہے پھر اس فرق میں وہی تفصیل ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

چھٹا باب
ٹانکہ کا استعمال اور اس
کے مسائل
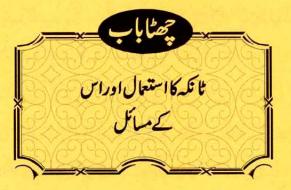
ٹانکہ کا استعمال

زیورات بنانے کے دوران ایک مرحلہ یہ آتا ہے کہ سونے سے بنائے ہوئے سونے کے مختلف ٹکڑے جنہیں جوڑ کر سنار زیور تیار کرتا ہے انہیں جوڑنے کے لئے ٹانکہ استعمال ہوتا ہے جو کہ ضروری ہے کیونکہ بغیر ٹانکے کے سونے کے زیورات کے یہ مختلف حصے آپس میں نہیں جڑ سکتے، مثلاً زیور میں مختلف پھول، پیتاں الگ الگ بنائی جاتی ہیں، مختلف کنڈے موقع بہ موقع چپکائے جاتے ہیں جیسے مثلاً چوڑی کے ۲ سرے باہم ملا کر جوڑے جاتے ہیں جس کے لئے ٹانکہ استعمال ہوتا ہے۔

ٹانکہ کی حقیقت اور اس کی قسمیں

ٹانکہ اس سونے یا اس دھات کو کہتے ہیں جو زیور کے سونے سے پہلے پگھل جائے اور دو ٹکڑوں کو آپس میں جوڑ دے، اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱......ایک ٹانکہ وہ کہلاتا ہے جو سونے سے تیار کیا جاتا ہے جس میں چاندی اور تانبہ کی ایک خاص مقدار سونے میں شامل کی جاتی ہے، مثلاً ایک تولہ سونے میں ٦ ماشہ چاندی اور ٦ ماشہ تانبہ ملایا جاتا ہے اس طرح کل دو تولہ ٹانکہ حاصل ہو جاتا ہے، اس قسم میں عموماً آدھی مقدار سونے کی اور آدھی مقدار دوسری دھاتوں کی ہوتی ہے جیسا کہ مثال سے واضح ہے۔

۲......دوسری قسم کا ٹانکہ ''کاڈمیم'' کا ٹانکہ کہلاتا ہے، کاڈمیم ایک خاص قسم کی دھات ہے جس کی تھوڑی سی مقدار سونے میں ملانے سے حسب ضرورت ٹانکہ

حاصل ہو جاتا ہے مثلاً ایک تولہ ملاوٹ شدہ سونے میں 1/2 1 ماشہ کاڈمیم ملایا جاتا ہے اور ٹانکہ بن جاتا ہے، یہ اعلیٰ قسم کا ٹانکہ کہلاتا ہے کیونکہ اس میں کاڈمیم دھات کی ملاوٹ بہت کم ہوتی ہے اور جس قدر ہوتی ہے تیاری کے دوران اس میں سے بھی کچھ مقدار اڑ جاتی ہے اور برائے نام باقی رہتی ہے۔

ٹانکہ کی مروّجہ صورتحال

عام طور پر ایک تولہ سونے کے زیور میں ایک ماشہ پہلی قسم کا ٹانکہ لگانے کا دستور ہے اس قدر ٹانکہ استعمال کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو، کاریگر اتنی مقدار میں ٹانکہ ہر زیور میں عموماً لگا دیتے ہیں حالانکہ بعض اوقات ایک تولہ سونے کے زیور میں ۲ یا ۳ رتی ٹانکہ بھی کافی ہوتا ہے، مگر پھر بھی تول کر ایک ماشہ ٹانکہ پورا لگا دیا جاتا ہے اور اس طرح ایک ماشہ ٹانکہ لگانے اور لگوانے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا، خواہ وہاں ایک ماشہ ٹانکہ سے کم لگانے سے بھی ضرورت پوری ہو جاتی ہو بلکہ اس قدر ٹانکہ لگانا معیار کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔

نیز واضح رہے کہ ایک ماشہ ٹانکہ استعمال کرنے کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ زیور بنائی کی اجرت اور چھیجت کے معاملات جو دوکاندار اور کاریگر کے مابین طے ہوتے ہیں ان میں ٹانکہ کا پہلو مدِ نظر ہوتا ہے۔

کیونکہ زیور بنانے میں کاریگر کی ایک اجرت ہوتی ہے دوسرے اس کو ٹانکہ لگانے کی صورت میں سونا بچتا ہے یعنی کاریگر کے ٹانکہ کے وزن کے بدلہ میں دوکاندار کی طرف سے سونا ملتا ہے اب اگر ایک ماشہ سے کم ٹانکہ لگایا، تو اس کو کم

سونا بچے گا جس کے لئے وہ زیادہ اجرت کا مطالبہ کرے گا تا کہ اس کی وہ آمدنی مکمل ہو جائے جو اس کو ایک ماشہ ٹانکہ لگانے پر ملتی۔ اور نیز ایک ماشہ سے کم ٹانکہ استعمال کرنے میں ہر ایک زیور کا الگ انداز سے معاملہ کرنا پڑے گا جس میں بہت سی مشکلات ہونگی، اس لئے عام طور پر ایک تولہ زیور میں ایک ماشہ ٹانکہ استعمال کرنا رائج ہے۔

بلاضرورت زائد ٹانکہ لگانے پر دوکاندار اور کاریگر کے رضامند ہونے کی شرعی حیثیت

اس سلسلے میں دریافت یہ کرنا ہے کہ:

سوال:...... جب ایک تولہ سونے کے زیور میں ایک ماشہ ٹانکہ سے کم کی ضرورت ہو اور کاریگر پورا ایک ماشہ استعمال کرلے، جبکہ دوکاندار بھی بلاضرورت ایک ماشہ ٹانکہ لگانے پر اس لئے راضی ہے کہ اس کو زیورات بنوانے کی اجرت زیادہ نہ دینی پڑے، اور کاریگر اس لئے ضرورت سے زیادہ ٹانکہ لگا رہا ہے کہ زائد ٹانکہ اس کی آمدنی کا ایک حصہ ہے، اس طرح دوکاندار اور کاریگر دونوں دستور کے مطابق بلاضرورت بھی زائد ٹانکہ لگانے پر رضامند ہیں۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... جب دوکاندار ایک تولہ سونے میں ایک ماشہ ٹانکہ لگوانے پر راضی ہے تو کاریگر کو ایک تولہ سونے میں ایک ماشہ ٹانکہ لگانا جائز ہے، البتہ دوکاندار اپنے گاہک کو یہ زیور فروخت کرے تو اسے یہ بتانا چاہئے کہ اس میں ایک ماشہ سونے کے بجائے ایک ماشہ ٹانکہ شامل ہے یہ بتانا چاہے زبانی ہو یا

تحریری، تاہم اس صورت میں کاریگر کے پاس جو سونا بچا ہے، وہ اصولی طور پر دکاندار کا ہے، اس کو واپس کرنا ضروری ہے، البتہ اگر دکاندار اور کاریگر میں یہ بات پہلے سے طے ہو کہ جو سونا بچے گا وہ کاریگر کا ہوگا تو اس صورت میں یہ بچا ہوا سونا کاریگر کی اجرت کا حصہ ہوگا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ کاریگر کی اجرت کچھ نقد رقم اور بچے ہوئے سونے کا مجموعہ ہے، البتہ اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ ٹانکہ کی مقدار پہلے سے مقرر کی جائے، تاکہ اترے ہوئے سونے کی مقدار معلوم ہو سکے، اور اجرت کا ایک حصہ مجہول نہ رہے۔

بلاضرورت زائد ٹانکہ لگا کر خریدار پر ظاہر نہ کرنا

سوال:...... ٹانکہ کے استعمال کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کاریگر ایک تولہ سونے کے زیور میں ایک ماشہ ٹانکہ سے زیادہ مقدار میں بلاضرورت ٹانکہ استعمال کر لیتا ہے محض اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے اور پھر وہ اس کو ظاہر بھی نہیں کرتا بلکہ ایک تولہ میں ایک ماشہ ٹانکہ ہی کہہ کر زیورات دیتا ہے۔ ایسا کرنے کا کیا حکم ہے؟

نیز یہ کہ اگر دوکاندار کاریگر کو ایسا کرنے کے لئے کہے، یا دونوں باہم مل کر اپنی اپنی آمدنی کے خاطر یہ ٹانکہ لگوائیں، اور بغیر بتائے فروخت کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب:...... یہ سراسر جھوٹ اور دھوکہ ہے جو کاریگر اور دوکاندار دونوں کے لئے حرام ہے البتہ اگر دوکاندار اور کاریگر دونوں اس پر راضی ہوں تو ایک ماشہ سے زیادہ مقدار میں ٹانکہ لگانا بھی جائز ہے لیکن گاہک کو فروخت کرتے وقت اس کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔

دکاندار کی ہدایت کے خلاف زائد ٹانکہ استعمال کرنے پر کاریگر سے تاوان لینا

سوال:......اگر کاریگر دوکاندار کی ہدایت کے خلاف ایک تولہ سونے کے زیور میں ایک ماشہ سے زیادہ ٹانکہ استعمال کرے مثلاً 1/2 1 یا 2 ماشہ اور وہ بعد میں کسی وقت اس زیور کی جانچ پڑتال میں ثابت ہو جائے تو اس کا تاوان کاریگر سے لینا دوکاندار کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:......اس صورت میں دوکاندار کے لئے کاریگر سے تاوان لینا جائز ہے۔[1]

ٹانکوں کا استعمال

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ٹانکہ کی دو قسمیں ہیں، ایک اعلیٰ درجہ کا جس کو کاڈمیم کا ٹانکہ کہتے ہیں، اور دوسرا ادنی درجہ کا ٹانکہ جس میں دیگر دھات کی ملاوٹ زیادہ ہوتی ہے فی الحال بازار میں ادنی قسم کا ٹانکہ زیادہ استعمال ہوتا ہے اور کاڈمیم کا ٹانکہ کم استعمال ہوتا ہے تاہم سست رفتاری سے اس کا استعمال بھی بڑھ رہا ہے، لیکن جس رفتار سے اس ٹانکے کا رواج ہونا چاہئے وہ کم ہے حالانکہ اعلیٰ قسم کے ٹانکے کے استعمال میں زیور میں سونے کا معیار صحیح رہتا ہے اور عالمی معیار کے قریب تر ہو جاتا ہے اور اس قسم کے زیور استعمال کے بعد فروخت کرنے میں خریدار کو بھی معقول قیمت

[1] فی الدر المختار: (۶/۴۲) و ضمن بصبغه اصفر و قد امر باحمر قیمة ثوب ابیض و ان شاء المالک اخذه اعطاه ما زاد الصبغ فیه ولا اجر له.

اس کے عوض میں مل جاتی ہے جبکہ جس زیور میں ادنیٰ قسم کا ٹانکہ لگایا گیا ہو اس زیور کو استعمال کرنے کے بعد فروخت کرنے میں خریدار کو ٹانکہ کٹنے کی وجہ سے کافی کم قیمت ملتی ہے جس میں اس کا خاصا نقصان ہو جاتا ہے۔

اس مذکورہ صورتِ حال کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کی وضاحت مطلوب ہے۔

اعلیٰ درجہ کے ٹانکہ کی موجودگی میں ادنیٰ درجے کا ٹانکہ استعمال کرنا

سوال:......اعلیٰ درجہ کے ٹانکہ کی موجودگی میں ادنی درجہ کا ٹانکہ استعمال کرنے کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

جواب:......جواب سے پہلے ایک اصول سمجھ لیں۔ اس کی مدد سے بہت سے سوالات کا حل خود بخود معلوم ہو جائیگا، وہ اصول یہ ہے کہ فروخت کرنے سے پہلے سونا دوکاندار کی ملکیت ہے وہ اس میں ہر جائز تصرف کرسکتا ہے، چنانچہ وہ اعلیٰ وادنیٰ ہر قسم کا ٹانکہ اس میں لگوا سکتا ہے، اور اس میں حسبِ خواہش ملاوٹ بھی کرسکتا ہے لیکن جب گاہک کو فروخت کریگا تو اس کی وضاحت ضروری ہے کہ اس میں ٹانکہ اور کھوٹ کس مقدار میں شامل ہے زیادہ ملاوٹ شدہ سونے کو خالص یا اعلیٰ درجہ کا معیاری سونا ظاہر کر کے بیچنا جائز نہیں۔ یہ دھوکہ ہے جو حرام ہے۔

اس اصول کے پیشِ نظر دوکاندار کو اعلیٰ درجہ کے ٹانکہ ہونے کے باوجود ادنی درجہ کا ٹانکہ استعمال کرنا اور کروانا جائز ہے لیکن فروخت کرتے وقت خریدار پر یہ وضاحت ضروری ہوگی کہ اس میں ادنیٰ درجہ کا ٹانکہ استعمال ہوا ہے یا اعلیٰ

درجہ کا، لہٰذا ادنی درجہ کو اعلیٰ کا تأثر دیکر بیچنا جائز نہیں البتہ اگر گاہک ادنی درجہ کے ٹانکہ کا علم ہونے کے باوجود سونا خرید لے تو جائز ہے۔

اعلیٰ درجہ کا ٹانکہ استعمال کرنے کی صورت میں کاریگر کے مطلوبہ نفع کے حصول کے لئے دو حل

سوال:...... اعلیٰ قسم کا ٹانکہ استعمال کرنے میں کاریگر کا وہ نفع جو ادنیٰ قسم کے ٹانکہ میں ہوا کرتا تھا بند ہو گیا تو اس کا حل بعض دوکانداروں نے یہ اختیار کیا کہ کاریگر کی مزدوری اور چھیجت بڑھادی، اس طرح سے سونے کا معیار بھی باقی رہا اور کاریگر کو مطلوبہ آمدنی بھی حاصل ہو گئی، اس حل کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

بعض لوگوں نے اس میں دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے انہوں نے ٹانکہ اعلیٰ قسم کا استعمال کیا ہے لیکن ادنیٰ قسم کے ٹانکہ سے جو آمدنی ہوتی تھی اس کے بقدر سونے میں ملاوٹ بڑھادی، اس طرح انہیں اپنی مطلوبہ آمدنی حاصل ہو گئی، اور ٹانکہ بھی اعلیٰ قسم کا استعمال ہو گیا لیکن سونے کا معیار باقی نہ رہا، ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:...... کاریگر کے مطلوبہ نفع کے لئے مزدوری اور چھیجت بڑھانا درست ہے، اس صورت میں چھیجت بھی مزدوری کا حصہ ہے، اور چھیجت میں اگرچہ کچھ جہالت ہے لیکن باعثِ نزاع نہ ہونے کی وجہ سے اجرت بن سکتی ہے۔ [1] لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سونے میں زیادہ ملاوٹ کرنا مالک کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے اور اگر مالک کی اجازت سے کی

---

[1] فی الشامية: (۶/۵۳) أن العادة لما جرت بالتوسعة على الظئر شفقة على الولد لم تكن الجهالة مفضية الى النزاع والجهالة ليست بمانعة لذاتها بل لكونها مفضية الى النزاع.

گئی ہے تو جائز ہے لیکن فروخت کرتے وقت گاہک کو بتانا ضروری ہے کہ اس میں اتنی ملاوٹ ہے۔

آمدنی پورا کرنے کے لئے سونے میں ملاوٹ کرنا

سوال:......ٹانکہ کی جو ضرورت اوپر لکھی گئی ہے اب یہ ضرورت مشینوں کے ذریعہ زیورات کی ڈھلائی سے تقریباً ختم ہوچکی ہے اس میں سونے کے مختلف ٹکڑے بغیر کسی ٹانکہ کے خود بخود جڑ جاتے ہیں اور ٹانکہ کا استعمال نہ ہونے یا برائے نام ہونے کی وجہ سے کاریگروں کی جو آمدنی کم ہوئی اس کو پورا کرنے کے لئے سونے میں کسی قدر ملاوٹ بڑھا دی جاتی ہے، اس ملاوٹ سے بھی سونے کا معیار باقی نہیں رہتا، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:......اگر مالک کی اجازت سے ملاوٹ کی گئی ہے تو گو جائز ہے مگر فروخت کرتے وقت اس کی وضاحت ضروری ہے کہ اس میں اتنی ملاوٹ ہے تا کہ خریدار کو کوئی دھوکہ نہ ہو، کیونکہ دھوکہ دینا حرام ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس صورت میں کاریگر کی اجرت بڑھا دی جائے، سونے میں ملاوٹ نہ کی جائے تا کہ دھوکے کا احتمال ہی نہ رہے، اور سونے کا معیار بھی باقی رہے۔

چہرہ چمکنا

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جو شخص تین جذبوں سے رزقِ حلال کا طلبگار رہو۔

(۱)......سوال سے بچنے کے لئے۔

(۲)......اپنے اہل وعیال کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لئے۔

(۳)......اپنے پڑوسیوں سے (حسنِ سلوک) اور نرمی کے لئے۔

تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس طرح اٹھائیں گے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔ اور جو شخص دنیا میں سے حلال کی طلب (درج ذیل تین جذبوں سے) کرے:

(۱)...... محض مال بڑھانے کا شوق ہو

(۲)......ریاکاری مقصود ہو

(۳)......دوسروں پر فخر کرنا مقصود ہو

تو وہ اللہ پاک کے سامنے ہوگا تو اللہ پاک اس پر ناراض ہوں گے۔

(شعب الایمان، مشکوٰۃ)

ساتواں باب
کاریگر اور دوکاندار کے درمیان
سونے کے لین و دین کے مسائل کی تفصیل
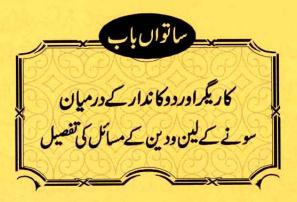
زیورات کی تیاری

زیورات بنوانے کے لئے دوکاندار کاریگر کو خالص سونا دیتا ہے اور کاریگر اس سے دوکاندار کی ہدایت کے مطابق زیور تیار کر کے دیتا ہے اور زیورات کی تیاری کے لئے دوکاندار چند باتوں کا اہتمام کرتا ہے۔

(الف) خالص سونا دیتا ہے۔

(ب) ملاوٹ کی شرح بتا دیتا ہے۔

(ج) جتنے وزن کے زیورات مطلوب ہیں اس سے زیادہ وزن کا خالص سونا دیتا ہے تا کہ مطلوبہ وزن کے زیورات اس سونے سے تیار ہو سکیں، زیورات کے وزن کے برابر خالص سونا دینے سے مطلوبہ وزن کے زیورات نہیں بن سکتے، کیونکہ مطلوبہ وزن کے زیورات بنانے کے لئے زائد سونے کا استعمال ناگزیر ہے اس کے بغیر زیور نہیں بن سکتا، اگر دوکاندار زائد وزن کا سونا کاریگر کو نہ دے سکے تو مجبوراً کاریگر اسی سونے میں زائد سونا اپنے پاس سے شامل کرتا ہے اور مطلوبہ وزن کے زیورات دوکاندار کو فراہم کرتا ہے۔

واضح رہے کہ کاریگر دوکاندار کی ہدایت کے مطابق جو زیورات تیار کرتا ہے وہ عام طور پر اندازے سے تیار کرتا ہے جس کی وجہ سے زیورات کا وزن ٹھیک ٹھیک وہ نہیں آتا، جو دوکاندار نے بتلایا تھا، کچھ کم اور کبھی کچھ زیادہ ہو جاتا ہے اور کبھی کبھار کاریگر نے بہت توجہ دی تو مطلوبہ وزن بھی ٹھیک حاصل ہو جاتا ہے سونے اور زیور کے لین و دین کی ایک مثال درج ہے۔

مثال

دوکاندار کا سونا دینا	کاریگر سے تیار زیورات لینا
خالص سونا دیا =100-000 گرام	ملاوٹ شدہ سونے کے
ملاوٹ بتلائی =9-000 گرام	زیور کا وزن آیا 72-000
کل وزن نام میں لکھا =109-000 گرام	کام کی نوعیت کے
	اعتبار سے چھیجت بنی =5-000
	=77.000
	باقی سونا کاریگر کے پاس بچا =32.000
	=109-000

(نوٹ) مثال مذکور میں کاریگر کے پاس جو زائد سونا ۳۲ گرام ملاوٹ شدہ بچا ہے، دوکاندار اس کے بدلے میں کاریگر سے ملاوٹ کا ۳ گرام وزن کم کر کے، ۲۹ گرام خالص سونا وصول کرتا ہے۔ واضح ہو کہ تمام معاملات دوکاندار اور کاریگر کے درمیان باقاعدہ اجرت کی بنیاد پر طے پاتے ہیں اور معاملہ کے اختتام پر اجرت کا لین و دین ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا صورتحال کے متعلق چند سوالات درج ذیل ہیں:

خالص سونا دیکر ملاوٹ والا سونا لینا

سوال:......دوکاندار خالص سونا کاریگر کے سپرد کرتا ہے اور وہ دوکاندار کی ہدایت کے مطابق ملاوٹ کر کے زیورات تیار کرتا ہے، اور دوکاندار کے حوالے کرتا ہے، اور دوکاندار اسی وقت حساب کر کے جو سونا کاریگر کے پاس زائد بچا ہے، چھیجت کاٹ کر

باقی کے بدلے میں خالص سونا وصول کر لیتا ہے۔ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

اس میں یہ پہلو خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ دوکاندار نے خالص سونا کاریگر کو دیا تھا، اور اس میں کچھ ملاوٹ شامل کروائی تھی، اب آخر میں زائد ملاوٹ شدہ سونا جو کاریگر کے پاس بچا ہے اس کے بدلے میں خالص سونا وصول کرتا ہے اس میں کوئی قباحت تو نہیں جبکہ یہ معاملہ باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔

جواب:...... مطلوبہ زیور تیار کرنے کے بعد جو سونا کاریگر کے پاس بچ گیا ہے دوکاندار کو اختیار ہے کہ وہ اپنی امانت بعینہ واپس لے لے یا باہمی رضامندی سے اس کے بدلے خالص سونا لے لے، لیکن خالص سونا لینے کی صورت میں یہ سونے کی سونے سے بیع صرف ہوگی، کیونکہ دوکاندار اپنا ملاوٹ والا سونا کاریگر کے پاس چھوڑ رہا ہے، اور اس کے عوض خالص سونا لے رہا ہے، اور اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں طرف وزن برابر ہو اور ایک ہی مجلس میں دوکاندار اور کاریگر اپنے اپنے سونے پر قبضہ کر لیں (جس کی صورت یہ ہے کہ کاریگر بچا ہوا سونا مجلس عقد میں لیکر آجائے اور سودا طے ہوتے ہی اس پر دوبارہ قبضہ کر لے، اور دوکاندار خالص سونے پر قبضہ کر لے) اگر اس طرح کرنا دشوار ہو تو اس کی متبادل آسان اور جائز صورت یہ ہے کہ بچے ہوئے سونے کے بدلے بجائے سونا لینے کے پیسے لینا طے کر لیں، اس صورت میں جو بھی قیمت باہمی رضامندی سے طے ہو جائے، جائز ہے اور اس میں ایک ہی مجلس میں سونے اور پیسوں پر قبضہ بھی ضروری نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک پر قبضہ کافی ہے۔[1]

[1] فی الشامیة: (۵/۲۵۹) ولو اشتری المودع الودیعة الدراهم بدنانیر وافترقا قبل ان یجدد المودع قبضاً فی الودیعة بطل الصرف بخلاف المغصوبة لأن قبض الغصب ینوب عن قبض الشراء بخلاف الودیعة.

خالص سونے کا ملاوٹ والے سونے سے تبادلہ نقد نہ ہونا

سوال:......دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کاریگر زائد بچا ہوا سونا، اسی وقت نہیں دیتا، جس وقت اس نے زیورات بنا کر دوکاندار کو دیئے ہوں بلکہ وہ چھیجت چھوڑ کر باقی سونے کے بدلے میں خالص سونا ایک دو روز کے بعد دینے کا وعدہ کرتا ہے، اس میں دونوں طرف سونا ہے ایک دوکاندار کا زائد سونا ہے جو کاریگر کے پاس ہے اور کاریگر اس کے بدلے میں اپنے پاس سے دوسرا خالص سونا دیتا ہے اس طریقہ سے سونے کا تبادلہ ہاتھ در ہاتھ نہیں ہوتا۔ اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:......اس صورت میں کاریگر جو بچے ہوئے سونے کے بدلے میں خالص سونا دینے کا وعدہ کر رہا ہے، تو اس وقت بیع نہیں ہے بلکہ وہ وعدۂ بیع ہے جس میں دونوں طرف سے قبضہ ضروری نہیں، ہاں جس وقت کاریگر سونا ادا کریگا، اس وقت بیع ہوگی، اس وقت دونوں جانب سونے کا برابر ہونا اور ایک ہی مجلس میں دونوں طرف سے قبضہ کرنا ضروری ہوگا، البتہ بیع سے پہلے بچا ہوا سونا اس کے پاس امانت ہے، اور بیع سے پہلے اس میں تصرف جائز نہیں، الا یہ کہ اسے باہمی رضامندی سے قرض بنا لیا جائے، پھر بیع کے بجائے قرض کے احکام جاری ہوں گے، جس میں وزن میں برابر ہونا تو ضروری ہے، لیکن تقابض ضروری نہیں ہوگا۔

یاد رہے کہ جس صورت میں کاریگر کو اپنی طرف سے زائد سونا ملانا پڑتا ہے تو یہ زائد سونا دکاندار کے سونے کے ساتھ ملاتے ہی دکاندار پر قرض ہوگیا۔ بشرطیکہ

دکاندار کی اجازت سے ہو جس کا لوٹانا دکاندار پر واجب ہے۔ ❶

کاریگر کا دوکاندار سے زائد سونے کے بدلہ سونا لینے کا حکم

سوال:...... مذکورہ معاملہ میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوکاندار نے جس مطالبہ وزن کے زیورات بنوائے اور ان کے لئے جو خالص سونا دیا وہ زیورات کے وزن سے زائد نہ تھا یا زائد تھا لیکن کافی نہ تھا جس کے نتیجے میں کاریگر نے اپنے پاس سے سونا ملایا، اور مطلوبہ زیور بنا کر دوکاندار کے حوالے کیا، جس میں زائد سونا کاریگر کا دوکاندار کی طرف نکل آیا، اس زائد کے عوض میں دوکاندار کے خالص سونا دینے کے بارے میں اکثر وہی صورتیں پیش آتی ہیں۔ جو ''الف'' اور ''ب'' میں بیان ہوئیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... دکاندار کے کہنے پر کاریگر نے جو سونا اپنی طرف سے ملایا وہ دکاندار پر قرض ہو گیا، دکاندار اتنا سونا بعد میں بھی دے سکتا ہے۔ اور باہمی رضامندی سے قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔ ❷

سونے کے تبادلہ میں وزن کا برابر نہ ہونا

سوال:...... واضح رہے کہ مذکورہ تینوں صورتوں میں سونے کے تبادلے

---

❶ فی المبسوط للسرخسی: ولو استاجر صائغا یصوغ له طوق ذهب بقدر معلوم وقال زد فی هذا الذهب عشرة مثاقیل فهو جائز لانه استقرض منه تلک الزیادة وامره ان یخلطه بملکه فیصیر قابضا کذلک ثم استاجرهٗ فی إقامة عمل معلوم فی ذهب له، ولان هٰذا معتاد فقد یقول الصائغ لمن یستغلهٗ إن ذهبک لایکفی لما تطلبه فیأمره أن یزید من عنده، فإذا کان اصل الاستصناع یجوز فیما فیه التعامل، فکذلک الزیادة الخ......(ج/۱۴، ص/۴۹)

❷ فی المبسوط للسرخسی: ولو استاجر صائغا یصوغ له طوق ذهب بقدر معلوم وقال زد فی هذا الذهب عشرة مثاقیل فهو جائز لانه استقرض منه تلک الزیادة وامره ان یخلطه بملکه فیصیر قابضا کذلک ثم استاجرهٗ فی إقامة عمل معلوم فی ذهب له، ولان هٰذا معتاد فقد یقول الصائغ لمن یستغلهٗ إن ذهبک لایکفی لما تطلبه فیأمره أن یزید من عنده، فإذا کان اصل الاستصناع یجوز فیما فیه التعامل، فکذلک الزیادة الخ......(ج/۱۴، ص/۴۹)

میں وزن برابر سرابر نہیں ہوتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ خالص سونا دیکر زیور بنوانے میں ایک تو ملاوٹ ناگزیر ہے اس کے بغیر زیور نہیں بن سکتا، اس ملاوٹ کی وجہ سے سونے کے وزن میں اضافہ ہو جاتا ہے، دوسرا: زیور بنانے کے دوران مختلف مراحل سے گذرنے کی وجہ سے سونے کے وزن میں کمی آتی ہے۔

ان دو وجہ سے اس کا وزن ایک نہیں رہتا۔

تیار زیور کا وزن اور باقی بچا ہوا سونا جو کاریگر سے وصول ہو یا دوکاندار کی طرف سے نکلا ان دونوں کا مجموعی وزن خالص دیئے ہوئے سونے کے وزن سے کم یا زیادہ ہوتا ہے گو کہ تحریری حساب و کتاب میں وزن برابر کرلیا جاتا ہے لیکن اصل وزن کے اعتبار سے عملاً برابر نہیں ہوتا اور عملی طور پر وزن برابر ہونا ممکن بھی نہیں۔ شرعاً وزن کی اس کمی بیشی کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... کاریگر جو زیور دے رہا ہے یہ دراصل امانت لوٹا رہا ہے بیع نہیں کر رہا ہے، کیونکہ کاریگر نے دکاندار کے زیور سے سونا بنایا ہے، اس لئے اس میں برابری ضروری نہیں اور اس نے اپنی طرف سے جو زائد سونا ملایا وہ قرض ہے لہٰذا جتنا خالص سونا کاریگر نے ملایا دکاندار پر اتنا خالص سونا واپس کرنا ضروری ہے۔

مسلسل زیورات بنوانے کی صورتیں

سوال:...... زیورات بنوانے میں ایک طریقہ یہ بھی رائج ہے کہ جس میں دوکاندار خالص سونا کاریگر کے حوالے کرتا ہے اور ملاوٹ کی شرح بھی بتا دیا ہے اور مطلوبہ زیورات بنانے کی ہدایت بھی کر دیتا ہے اور کاریگر ہدایت کے مطابق زیورات تیار کر کے دوکاندار کو پہنچا دیتا ہے کاریگر کے پاس جو زائد سونا بچا وہ

واپس نہیں لیا جاتا، بلکہ کاریگر کے پاس ہی رہتا ہے، اور دوکاندار کاریگر کو مزید زیور بنانے کے لئے دوسرا خالص سونا دیدیتا ہے دوکاندار اور کاریگر کا یہ لین دین مسلسل جاری رہتا ہے دوکاندار کی طرف سے سونا آتا رہتا ہے اور کاریگر کی طرف زیورات تیار ہوکر آتے رہتے ہیں دوکاندار اور کاریگر دونوں سونے اور زیورات کے لین و دین کا باقاعدہ حساب تحریر کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی کاریگر کی مزدوری کا حساب بھی ہوتا رہتا ہے جس میں سے کچھ مزدوری پہلے اور کچھ بعد میں ادا کردی جاتی ہے اور حسبِ منشاء دو چار ہفتوں میں حساب و کتاب ملا لیتے ہیں، لیکن بچا ہوا زائد سونا واپس نہیں لیتے اس طرح یہ معاملہ بغیر کسی حد پر ختم ہوئے سالہا سال چلتا رہتا ہے جس میں اکثر دوکاندار کا سونا کاریگر کے پاس رہتا ہی ہے۔

لیکن کبھی کبھار کاریگر کا سونا دوکاندار کی طرف نکلتا ہے اور وہ دوکاندار سے فوری طور پر طلب کرتا ہے دوکاندار عام طور پر کچھ تاخیر سے وہ سونا لوٹا دیتا ہے اسی طرح جب دوکاندار کا سونا کاریگر کی طرف نکلتا ہے اور دوکاندار اس سے طلب کرتا ہے تو وہ بھی تاخیر سے ادا کرتا ہے، اس طرح اس پورے معاملہ میں جانبین کی طرف سے زائد نکلنے والے سونے کو تاخیر سے لوٹانے کی شرعاً کیا حیثیت ہے جبکہ صورتحال بظاہر سونے کے بدلے سونے کی ہے؟

یہ بات بھی واضح رہے کہ یہاں بھی جس سونے کا دوکاندار اور کاریگر کے درمیان تبادلہ ہوتا ہے وہ تحریری حساب میں چھیجت جوڑ کر اور ملاوٹ کے تناسب سے وزن جوڑ کر حساب میں برابر کرلیا جاتا ہے لیکن عملاً وزن برابر نہیں ہوتا، جیسا کہ اس سے پہلے سوال میں لکھا گیا ہے۔

اوپر جو تفصیل لکھی گئی ہے وہ جانبین سے خالص سونا دینے کی ہے اور اگر خالص سونے کی بجائے ملاوٹ شدہ سونا ہی جانبین سے دیا جائے (جبکہ غالب سونا ہو اور ملاوٹ مغلوب) اور باقی صورتحال وہی ہو جو اوپر لکھی گئی ہے تو پھر شرعی حکم کیا ہوگا؟

جواب:...... جو سونا کاریگر کے پاس بچا ہے وہ امانت ہے اس کی ادائیگی فی الحال ضروری نہیں، لہٰذا اگر سالہا سال تک وہ سونا کاریگر کے پاس بعینہٖ رہے اور کاریگر اس میں تصرف نہ کرے، تو یہ جائز ہے لیکن کاریگر کا اس میں تصرف کرنا جائز نہیں الَّا یہ کہ باہمی رضامندی سے اسے قرض قرار دے لیا جائے۔ کما مر اور کاریگر کا جو سونا دکاندار کی طرف آیا ہے یہ دکاندار پر قرض ہے اس کا بھی فی الحال واپس کرنا ضروری نہیں۔ اور کاریگر نے جس طرح کا سونا لگایا ہے، اسی طرح کا سونا واپس کرنا ضروری ہے۔ اور مذکورہ ملاوٹ شدہ سونے کا وہی حکم ہے جو خالص سونے کا اوپر لکھا گیا ہے۔ [1]

زیورات بنانے کے لئے زائد سونا ملانا

دوکاندار زیورات بنوانے کے لئے سونا کاریگر کے حوالہ کرتا ہے تو مطلوبہ وزن کا زیور تیار کرنے کے لئے کاریگر کو اس سونے میں کچھ اضافی سونا ملانا

[1] فی المبسوط للسرخسی ج/۱۴، ص/۴۹ لو استأجر صائغا یصوغ له طوق ذهب بقدر معلوم وقال زد فی هذا الذهب عشرة مثاقیل فهو جائز لانه استقرض منه تلک الزیادة وامره ان یخلطه بملکه فیصیر قابضا کذلک ثم استاجره فی اقامة عمل معلوم فی ذهب له، ولان هذا معتاد فقد یقول الصائغ لمن یستغله ان ذهبک لایکفی لما تطلبه فیامره ان یزید من عنده واذا کان اصل الاستصناع یجوز فیما فیه التعامل فکذلک الزیادة.

ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر مطلوبہ وزن کا زیور تیار ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ سونا زیور کی شکل اختیار کرنے کی مختلف مراحل سے گزرتا ہے کہیں ڈھلائی ہوتی کہیں تار کھینچتے ہیں، کہیں ٹکڑے ہوتے ہیں کہیں چھلائی ہوتی ہے، کہیں گھسائی ہوتی ہے اور کہیں پالش ہوتی ہے۔

ان سب مراحل میں مسلسل سونے کا وزن کم ہوتا رہتا ہے، مثلاً ۵ تولہ سونا کاریگر کے حوالہ کیا جائے اور ۵ تولہ وزن کا زیور بنوایا جائے تو ۵ تولہ سونے سے ۵ تولہ وزن کا زیور حاصل نہیں ہوسکتا، جس کے لئے زائد سونا ملانا ناگزیر ہے اس زائد سونے کے ملانے کے سلسلے میں بازار میں مختلف صورتیں رائج ہیں جنہیں بالترتیب ذیل میں لکھا جاتا ہے تاکہ ان کا حکم شرعی معلوم کیا جاسکے۔

ا...... مثلاً دوکاندار ۵ تولہ سونا کاریگر کے حوالہ کرتا ہے اور دو تولہ زائد سونا بھی اپنے پاس سے دیتا ہے کاریگر اس ۷ تولہ سونے سے ۵ تولہ کے وزن کا زیور بنا کر دوکاندار کے حوالہ کر دیتا ہے اور زائد وزن کا باقی سونا بھی چھیجت کاٹ کر دوکاندار کو واپس کرتا ہے۔ اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: ...... اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔

زیور بنانے میں کاریگر کا سونا ملانا

سوال: ...... مثلاً دوکاندار ۵ تولہ سونا کاریگر کے حوالے کرتا ہے لیکن دو تولہ زائد سونا کاریگر کو نہیں دیتا، بلکہ کاریگر دوکاندار کی رضامندی سے ۲ تولہ زائد سونا (دوکاندار کے سونے کے معیار کا) اپنے پاس سے ملا کر زیور بناتا ہے اور زیور تیار کر کے دوکاندار کے حوالہ کرتا ہے اور اپنا بچا ہوا زائد سونا اپنے پاس رکھ

لیتا ہے اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... باہمی رضامندی سے یہ صورت بھی جائز ہے اور کاریگر نے جتنا سونا اپنے پاس سے ملایا، وہ دکاندار پر قرض ہے، بشرطیکہ باہمی رضامندی سے ایسا ہوا ہو۔

کاریگر کا غیر معیاری سونا ملانا

سوال:...... دوکاندار ۵ تولہ سونا کاریگر کے حوالہ کرتا ہے اور کاریگر زائد سونا اپنے پاس سے شامل کرتا ہے اور دوکاندار اس زائد سونے کا معیار بھی کاریگر کو بتاتا ہے اور تاکید بھی کرتا ہے، لیکن کاریگر اس کی خلاف ورزی کر دیتا ہے اور پھر دوکاندار بادل نخواستہ قبول کر لیتا ہے اور کبھی معیار میں زیادہ فرق ہونے کی بناء پر واپس بھی کر دیا جاتا ہے۔ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... اس صورت میں اگر کاریگر نے دوکاندار کے بتلائے ہوئے معیار سے گھٹیا سونا لگایا ہے تو وہ دکاندار کے سونے کا ضامن ہے، لہٰذا دکاندار اس صورت میں زیور واپس کر سکتا ہے، حاصل یہ ہے کہ دکاندار کو وہ زیور واپس کر کے اپنا سونا واپس لے یا اس کی قیمت واپس لے۔[1]

اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کے گھٹیا سونے کے بدلے میں اس کو گھٹیا سونا دیا

---

[1] (فی الهندية: ۱۳۳/۵) ولو خلط دراهم جيادا بدراهم زيوف فهو ضامن اذا علم أن فی الجياد زيوفا وفی الزيوف جيادًا لان التمييز متعذر حقيقة و قسمة.

(وفی البدائع: ۱۰/۵) فان سلم الٰی حداد حديدًا ليعمل لهٗ اناء معلوما باجر معلوم أو جلد الی خفاف ليعمل له خفا معلومًا بأجر معلوم فذلک جائز... فان عمل كما أمر استحق الأجر وان أفسد فله أن يضمنه حديدًا مثلهٗ

جائے اور اگر اس کی قیمت روپے میں دینا طے ہو تو یہ بھی جائز ہے گھٹیا ہونے کی وجہ سے کم قیمت مقرر کرنا بھی جائز ہے۔

کاریگر کا کسی دوسرے شخص کا سونا ملانا

سوال:...... دوکاندار کاریگر اس میں زائد سونا اپنے پاس سے نہیں ملاتا، بلکہ کسی تیسرے آدمی کا سونا ملا لیتا ہے جو کاریگر کے پاس زیور بنانے کے لئے آیا ہوا ہوتا ہے، جو کبھی تو دوکاندار کے دیئے ہوئے سونے کے معیار کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی اس سے کم و بیش ہوتا ہے اور کبھی اس تیسرے آدمی کی رضامندی سے شامل کرتا ہے اور کبھی اس کی رضامندی کے بغیر شامل کر لیتا ہے، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... تیسرے آدمی کا سونا کاریگر کے پاس امانت ہے اس کا سونا اس کی اجازت کے بغیر دوکاندار کے زیور میں لگانا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کی طرف سے اجازت ہو تو لگانا جائز ہے، اس صورت میں اتنا سونا اسی معیار کا دوکاندار پر قرض ہو جائیگا۔

مختلف لوگوں کا سونا ملانے کی ناگزیر صورتحال

سونے کے زیورات میں بعض حصے ڈھلائی کے ذریعے تیار کئے جاتے ہیں اور آج کل ڈھلائی مشینوں کے ذریعے ہوتی ہے مشینوں کے ذریعے زیور ڈھالنے کے لئے سونے کی کم سے کم مقدار مقرر ہوتی ہے اس سے کم مقدار سونے کا زیور ڈھالنا ممکن نہیں جس کے لئے سونے کی وہ مقدار پوری کرنا ضروری ہوتا ہے، مثلاً کسی مشین میں زیور ڈھالنے کے لئے کم از کم ۱۵۰ گرام سونا ناگزیر ہے اور زیور ڈھلوانے والے کی طلب مثلاً ۱۰ گرام یا ۲۰ گرام یا ۵۰ گرام ہے تو اس

مقدار سونے کی ڈھلائی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ۱۵۰ گرام سونا جمع نہ ہو جائے، جس کے لئے ڈھلائی کرنے والا دوسرے لوگوں کی طلب کا انتظار کرتا ہے اس طرح جب مختلف لوگ اپنی اپنی طلب کے مطابق اس کے پاس سونا جمع کر دیتے ہیں اور ان سب کی مجموعی مقدار ۱۵۰ گرام یا اس سے زیادہ ہو جاتی ہے تو زیور ڈھال دیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے روشنی میں درج ذیل صورتوں کا حکم دریافت کرنا مطلوب ہے۔

مختلف لوگوں کا ایک معیار کا سونا ملانا

سوال:...... زیور ڈھالنے والے کے پاس ڈھلائی کے لئے مختلف لوگوں کا جو سونا جمع ہوا ہے وہ تقریباً ایک ہی معیار کا ہے اور وہ سب کی رضامندی سے ایک دوسرے کا سونا ملا کر ہر ایک کی طلب کے مطابق زیور ڈھال کر دیدیتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... اگر سب کی طرف سے صراحۃً اس کی اجازت ہو تو ان کی اجازت سے ان کے سونے کو ملا کر ڈھالنا جائز ہے۔

اس صورت میں ایک فقہی اشکال ہوتا ہے کہ جب گاہکوں کی اجازت سے سونے کو آپس میں ملا دیا تو مجموعہ مشترک ہوا، پھر جب ہر ایک کے لئے زیور بنا کر دیا جا رہا ہے تو یہ مشترک کی تقسیم ہے اور تقسیم میں تبادلہ ہوتا ہے جو بحکمِ بیع ہے اور یہ بیع چونکہ صرف ہے اس لئے تمام شرکاء کا مجلسِ تقسیم میں قبضہ ضروری ہے ورنہ بیع صرف درست نہ ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ڈھلا ہوا سونا ذوات الامثال میں سے ہے، اور

ذوات الامثال کی تقسیم میں افراز غالب ہے، لہٰذا تقسیم کے وقت ہر شخص اپنا سونا لے رہا ہے، لہٰذا یہاں بیع نہیں ہوتی۔[1]

مختلف لوگوں کا مختلف معیار کا سونا اکٹھا ڈھالنا

سوال:...... زیور ڈھالنے والے کے پاس ڈھلائی کے لئے مختلف لوگوں کا جو سونا جمع ہوتا ہے وہ اگر مختلف معیار کا تیزابی سونا ہو اور سب کی رضامندی سے اس کو ملا کر ڈھال دیا جائے تو اس صورت میں ہر ایک کے پاس زیور اس معیار کے مطابق نہ آئے گا، جس معیار کا اس نے سونا دیا تھا۔ تو اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... اگر گاہکوں کی صریح رضامندی سے ایسا کیا جاتا ہے تو اس کی گنجائش ہے مگر گاہکوں کی صریح رضامندی کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ سوال میں درج تفصیل کے مطابق گاہکوں کے سونے مختلف معیار کے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بعض گاہکوں کا حق دوسرے کے پاس چلے جانے کا قوی احتمال ہے نیز اس میں درج بالا شرط کا ہونا بھی ضروری ہے کہ جس گاہک نے جتنا سونا دیا ہے اس کو اتنا سونا واپس کیا جائے۔ اس میں کمی بیشی نہ کی جائے۔

چھلن کا مسئلہ

زیور آخری مراحل میں خوبصورتی کو دوبالا کرنے کے لئے کاریگر کے پاس

---

[1] (فی الشامیة: ۲۵۶/۶) قوله (الافراز هو الغالب على المثلی) لأن ماخذه احدهما نصفه ملکه حقیقة ونصفه الآخر بدل النصف الذی بید الآخر فباعتبار الأول افراز، وباعتبار الثانی مبادلة، الا أن المثلی اذا أخذ بعضه بدل بعض کان المأخوذ عین الماخوذ عنه حکما لوجود المماثلة بخلاف القیمی.

بھیجا جاتا ہے کاریگر اس میں جگہ جگہ چھلائی کرتا ہے، اور چھلائی میں سونے کے ذرات اور باریک ٹکڑے کاریگر کے پاس جمع ہوتے ہیں اس عمل کے بعد وہ حسب موقع زیور میں نگینے جڑتا ہے نگینے جڑنے کے لئے بھی چھلائی کا عمل ناگزیر ہوتا ہے، اس چھلن کے جمع ہونے کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔

سوال:۔ (الف)......بعض دوکاندار وسیع پیانے پر زیورات چھلائی اور جڑائی کے لئے کاریگر کو دیتے ہیں، اور تاکید بھی کر دیتے ہیں کہ ہماری چھلن الگ رکھی جائے کاریگر اس ہدایت کی پابندی کرتا ہے، اور کاریگر اپنا عمل مکمل کر کے طے شدہ اصول کے مطابق چھیجت کاٹ کر باقی چھلن دکاندار کو واپس کر دیتا ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:......ایسا کرنا جائز ہے۔

ایک معیار کے سونے کی چھلن کو یکجا کرنے کے بعد دوکانداروں کو وزن کے اعتبار سے چھلن واپس کرنا

سوال:۔ (ب)......مختلف دوکاندار اپنا اپنا زیور چھلائی اور جڑائی کے لئے کاریگر کے حوالہ کرتے ہیں، ان سب کے زیورات کا سونا ایک معیار کا ہوتا ہے کاریگر ان سب کے زیورات تیار کرتا ہے لیکن ان کی چھلن الگ الگ نہیں رکھتا، بلکہ ملا دیتا ہے اور وزن کے حساب سے سب کی چھلن واپس کر دیتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:......اس صورت میں اگر دکانداروں کی طرف سے چھلن ملانے کی صراحۃً اجازت ہو تو جائز ہے کیونکہ ہر دوکاندار کو اس کی چھلن کے بقدر سونا وزن کے حساب سے مل جاتا ہے اور اور معیار بھی سب کا ایک ہے۔ لیکن

اگر صراحۃً اجازت نہ ہو تو چھلن ملانے سے کاریگر اس تمام چھلن کا مالک بن جائیگا۔ اور اس پر تمام دوکانداروں کی چھلن کا ضمان واجب ہوگا۔ ❶

مختلف معیار کے سونے کی چھلن کو یکجا کرنے کے بعد دوکانداروں کو وزن کے اعتبار سے چھلن واپس کرنا

سوال: ...... مختلف دوکاندار مختلف معیار کے سونے کا زیور چھلائی وغیرہ کے لئے کاریگر کے حوالے کرتے ہیں، کاریگر ان سب کے زیورات تیار کرتا جاتا ہے لیکن ان کی چھلن الگ الگ نہیں رکھتا بلکہ یکجا کرتا جاتا ہے اور آخر میں بلا امتیاز وزن کے اعتبار سے ہر ایک کو چھلن واپس کردیتا ہے اس میں یہ بات قرین قیاس ہے کہ جس کے زیور کا سونا اچھے معیار کا تھا چھلن اس کے پاس اعلیٰ معیار کی جاتی ہے لیکن دوکاندار کوئی اعتراض نہیں کرتے بلکہ چشم پوشی سے کام لیتے ہیں جس کی عمومی وجہ ذہن میں یہ ہوتی ہے کہ مختلف معیار کا جو سونا ان زیورات میں استعمال کیا گیا ہے ان میں معمولی فرق ہے مثلاً کوئی 81/2 ملاوٹ کا ہے کوئی ۹ رتی یا ۱۰ رتی ملاوٹ کا ہے۔

اگر ان زیورات کے سونے کے معیار میں بہت زیادہ فرق ہو مثلاً کوئی سونا ۹ رتی ملاوٹ کا اور کوئی ۱۲ رتی ملاوٹ کا ہو تو اس چھلن کے ملانے پر ۹ رتی ملاوٹ کے سونے کا زیور بنوانے والا اعتراض کرتا ہے۔

ان دونوں صورتوں کا کیا حکم ہے؟

❶ ان خلط الجنس بالجنس تعدیًا سبب لزوال الملک عن المخلوط ماله ای الخالط. (فتح القدیر)

جواب:......اگر دکانداروں کی طرف سے چھلن باہم ملانے کی صراحۃً اجازت ہوتو یہ صورت جائز ہے، چاہے سونے میں ملاوٹ کا تفاوت کم ہو یا زیادہ۔ لیکن اگر صراحۃً اجازت نہ ہوتو کاریگر ہر دکاندار کی چھیلن کا ضامن ہے جیسا کہ اس سے پہلے جواب میں لکھا گیا ہے۔

دوکاندار کی طرف سے چھلن کو گلا کر دینے کی پابندی

سوال:......واضح ہو کہ دوکاندار کی طرف سے کاریگر کو جو زیورات چھلائی وغیرہ کے لئے دیئے جاتے ہیں اس میں دوکاندار کاریگر کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ اس زیور کی چھیلن پگھلا کر ڈلی کی شکل میں واپس کرے، کاریگر عام طور پر دوکاندار کی اس پابندی کو ناپسند کرتے ہیں اور نہ ہی قبول کرتے ہیں کہیں کسی بڑے پیانے پر کام کرنے میں بادل ناخواستہ چھلن کو گلا کر کر دیدیں تو اور بات ہے۔

اور کاریگر کے دوکاندار کی اس پابندی کو قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چھلن کو گلانے سے عموماً چھلن کا وزن گھٹ جاتا ہے کیونکہ اس میں کچھ مٹی اور ٹوٹے ہوئے نگینہ الگ ہوجاتے ہیں اور چھیلن کے بعض ذرات اتنے باریک بھی ہوتے ہیں کہ وہ گلانے کے دوران اڑ بھی جاتے ہیں۔

اور دوکاندار چھلن کو گلا کر دینے کی پابندی اس لئے لگاتا ہے کہ وہ کاریگر کو اس کام میں مروّجہ شرح کے مطابق پوری چھیجت دیتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ چھلن کے وزن میں کمی چاہے ذرات کے اڑنے کی وجہ سے ہو یا نگینوں کے ٹکڑے اور مٹی کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے ہو کاریگر کے ذمہ ہونی چاہئے کیونکہ چھیجت طے شدہ

شرح کے مطابق پوری دی جاتی ہے۔اس پابندی کا کیا حکم ہے؟

جواب:......اس صورت میں کاریگر کواس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں کہ وہ چھلن گلا کردے ہاں اس سے درخواست کی جاسکتی ہے اگر وہ راضی ہوجائے اور گلا دے تو یہ اس کا تبرع ہوگا، لیکن اس صورت میں اگر سونا کم ہوا تو کاریگر کواس کا ذمہ دار ٹھہرانا جائز نہیں ہے بلکہ یہ نقصان دکاندار کا ہوگا، بشرطیکہ کاریگر نے بددیانتی یالاپرواہی کے ساتھ سونا ضائع نہ کیا ہو۔

زیورات کی پالش

زیورات کی تیاری میں ایک مرحلہ پالش کا ہوتا ہے، کاریگر زیور کو تیار کرنے کے بعد پالش کے لئے دوسرے کاریگر کو بھیجتا ہے، پالش کرنے کے لئے موٹر سے بف لگایا جاتا ہے، بف لگانے سے زیور کی اوپر والی سطح اتر جاتی ہے اور اندر سے چمکدار اور شفاف سطح برآمد ہوتی ہے، اس عمل سے زیور کا وزن کم ہوجاتا ہے پالش کے عمل میں وزن کم ہونے کی بھی کام کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف شرحیں مقرر ہیں جو بار بار کے تجربات سے طے کی گئی ہیں، کچھ زیورات میں ۲ رتی فی تولہ، کچھ میں ۳ رتی فی تولہ اور کچھ میں ۴ رتی فی تولہ تک مقرر ہیں، پالش میں جو سونا کم ہوتا ہے اس کا واپس کرنا پالش کرنے والے کے لئے ممکن نہیں کیونکہ ذرات نہایت باریک ہوتے ہیں لہٰذا پالش والے سے مختلف طریقوں سے حساب کیا جاتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اعلیٰ پالش سے اترا ہوا سونا اجرت میں طے کرنے کا حکم

سوال:......ایسے زیورات جن میں نہایت اعلیٰ درجہ کی پالش درکار ہوتی ہے ان کے اترے ہوئے سونے کو ایک مقررہ شرح سے پالش کرنے والے کی اجرت میں شمار کیا جاتا ہے، الگ سے کوئی معین اجرت نہیں دی جاتی۔ ان کا کیا حکم ہے؟

جواب:......اس اترے ہوئے سونے کو بطور اجرت مقرر کرنا جائز نہیں، یہ **قفیز الطحان** کی صورت ہے، اس کا حل یہ ہے کہ اجرت میں نقد رقم مقرر کی جائے، پھر اگر فریقین راضی ہوں تو کاریگر اس رقم کے بدلے اترے ہوئے سونے کی خاص مقدار خرید لے۔[1]

کم معیار کی پالش سے اترے ہوئے سونے کا کچھ حصہ اجرت میں دینا

سوال:......دیگر کاموں میں جن میں پالش ذرا کم معیار کی ہوتی ہے ان کے اترے ہوئے سونے کو مکمل طور پر اجرت میں شمار نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے عوض کاریگر سے سونے کی تقریباً ایک تہائی قیمت وصول کی جاتی ہے اور بقیہ قیمت اس کی اجرت میں شمار ہوتی ہے مثلاً ۲ تولہ وزن کا سیٹ پالش کے لئے وزن کر کے دیا گیا اور اس پر پالش کے دوران ۴ رتی سونا کم ہوتا ہے، یہ ۴ رتی سونا جو پالش کرنے والے کے پاس رہ گیا ہے اس میں سے ایک تہائی حصہ کی قیمت پالش کرنے والا ادا کرتا ہے اور دو تہائی اس کے پاس بطور اجرت کے رہ جاتا ہے اور

[1] (فی الهداية: ۴/۳۴۵) أو يذبح شاة بدرهم و رطل من لحمها فهو فاسد.

وہ اس پر راضی رہتا ہے اور فریقین میں اس بناء پر کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔

البتہ اگر ۴ رتی کے بجائے ۵ رتی سونا کم ہو جائے تو ۴ رتی تک تو مذکورہ بالا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اور زائد ایک رتی سونے کی قیمت بازار کے ریٹ کے مطابق حساب کے وقت پالش کرنے والے کو ادا کرنی پڑتی ہے یہ بھی بازار میں معروف ہے۔

اس طرح سے پالش میں اترنے والے سونے کو کاملاً اجرت میں دینا یا اس کا کچھ حصہ اجرت میں شمار کرنا اور کچھ حصہ کی قیمت لینا از روئے شرع کیسا ہے؟

نیز یہ کہ اترنے والے سونے کی قیمت تو پہلے سے متعین کر لی جاتی ہے مثلاً ۱۰۰ روپے فی رتی ۱۲۰ روپے فی رتی اور بازار کے بھاؤ میں اتار چڑھاؤ کا اس قیمت پر فوری اثر نہیں ہوتا البتہ طے شدہ شرح سے زائد گھٹنے والے سونے کی قیمت حساب کے وقت کا بازاری بھاؤ لگا کر وصول کی جاتی ہے۔

جواب:......اس کا حکم بھی وہی ہے جو پچھلے سوال کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے کہ اترے ہوئے سونے کو یا اس کے جزء کو بطور اجرت مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا حل وہی ہے جو سابقہ جواب میں ذکر کیا گیا۔

بلا ضرورت پالش میں سونا اتارنا

سوال:......چند زیورات ایسے بنتے ہیں جن کو اگر صحیح طریقہ سے پالش کیا جائے تو مطلوبہ چمک ایک رتی فی تولہ سونا گھٹنے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن

ضابطہ چونکہ ۲ رتی فی تولہ سونا گھٹانے کا ہے اس لئے پالش کرنے والا ۲ رتی فی تولہ ہی گھٹاتا ہے تاکہ اپنی آمدنی پوری کر سکے۔ ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:...... مطلوبہ چمک حاصل ہوجانے کے بعد دکاندار کی صریح اجازت کے بغیر کاریگر کو مزید سونا گھٹانا جائز نہیں۔ اور سونا کم گھٹنے کی صورت میں بھی کاریگر طے شدہ اجرت کا مستحق ہے، جس کی تفصیل پیچھے صفحہ نمبر ۱۴۵ میں گذر چکی ہے۔

اجرت طے کرنے کے مسائل

سونے کے زیورات تیار کرانے میں اجرت طے کرنے کا مسئلہ بھی خاصا اہم ہے عام طور پر اجرت کے سلسلہ میں کئی طرح کے معاملات ہوتے ہیں۔

مشہور و معروف اجرت کا حکم

سوال:...... بعض زیورات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی اجرت بازار میں اور کاریگروں میں نہایت مشہور و معروف ہوتی ہے اسی دستور کے مطابق سونا کاریگر کو دیدیا جاتا ہے، اور صراحۃً کوئی اجرت طے نہیں کی جاتی، بلکہ رواجی اجرت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اسی کو طے سمجھا جاتا ہے اور جب کاریگر زیور بنا کر لاتا ہے تو اس کو وہی معروف اجرت دیدی جاتی ہے اور کاریگر بھی اس کو بخوشی قبول کر لیتا ہے اور باہم کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔

مثلاً سونے کی ایک چوڑی کی اجرت ۳۰ روپے معروف ہے جب کاریگر چوڑی بنا کر لاتا ہے تو اس کو ۳۰ روپے دیدیئے جاتے ہیں اور وہ بخوشی قبول کر لیتا

ہے، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... چونکہ تاجروں کے عرف میں اجرت متعین ہے، اس لئے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ جائز ہے۔

غیر معروف اجرت کا حکم

سوال:...... بعض زیورات اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ ان کی اجرت بازار میں معروف نہیں ہے ایسے زیورات کے بارے میں عام دستور یہ ہے کہ سونا دیتے وقت اجرت طے نہیں کی جاتی بلکہ جب کاریگر زیور تیار کر کے لاتا ہے تو اس وقت کاریگر کی محنت کا اندازہ کر کے اجرت دی جاتی ہے جس میں بسا اوقات فریقین میں جھگڑا ہوتا ہے کاریگر زیادہ محنت ہونے کی بناء پر زیادہ اجرت مانگتا ہے اور دوکاندار محنت میں کمی محسوس کرتے ہوئے کم اجرت دینا چاہتا ہے، اس طرح بغیر اجرت طے کئے زیورات بنوانا، اور کاریگر کا بنا کر دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...... اس صورت میں بغیر اجرت طے کئے زیور بنوانے کے لئے کاریگر کو دینا جائز نہیں، سونا دیتے وقت صاف صاف اجرت طے کرنا ضروری ہے اگر اجرت طے کئے بغیر کام دیا تو یہ اجارہ فاسدہ ہوگا یعنی ناجائز ہوگا، جس میں دوکاندار اور کاریگر دونوں گناہگار ہوں گے۔ اور اگر کاریگر نے زیور بنا دیا تو اس کی اس کو اجرت مثل ملے گی۔ یعنی اس کام کے بنانے کی بازار میں جو اجرت عام طور پر دی جاتی ہے کاریگر کو وہ اجرت ملے گی۔

طے شدہ اجرت سے کم دینا

سوال:...... بعض معاملات میں سونا دیتے وقت مزدوری طے کر لی جاتی ہے لیکن تیاری کے بعد جب زیور سامنے آتا ہے تو اس وقت دوکاندار بعض مرتبہ یہ محسوس کرتا ہے کہ زیورات کی تیاری میں محنت کم ہوئی ہے اور اجرت زیادہ طے ہوئی تھی، اس لئے وہ اجرت کم کرنے کی ترکیبیں کرتا ہے اور بعض مرتبہ کاریگر کہتا ہے کہ میری محنت زیادہ ہوئی ہے لہٰذا وہ طے شدہ اجرت سے زیادہ لینے کی کوشش کرتا ہے جس کی وجہ سے باہم جھگڑا ہوتا ہے اور اس طرح بعض اوقات دوکاندار کم اجرت دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور بعض مرتبہ کاریگر زیادہ اجرت حاصل کر لیتا ہے، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... اس صورت میں اگر کاریگر نے آرڈر کے مطابق کام کیا ہے تو وہ پوری اجرت کا مستحق ہے دوکاندار کے لئے اس کی اجرت کم کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کی محنت کم ہوئی ہو اور دوکاندار کا اندازہ غلط نکلے۔

اسی طرح کاریگر کے لئے متعین اجرت سے زیادہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ صرف طے شدہ اجرت کا حقدار ہے اگرچہ اس کا اندازہ کم محنت کا تھا اور بعد میں کام زیادہ کرنا پڑا۔

ہاں ان دونوں صورتوں میں اجرت میں کمی یا زیادتی کی ایک دوسرے

سے درخواست کی جا سکتی ہے اگر دوسرا فریق بخوشی اس کو قبول کر لے تو اس کا احسان ہوگا لیکن ایسا کرنے پر اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، اور نہ اس کے لئے جھگڑا کرنا جائز ہے۔

کاریگر کو زیور بنانے کے لئے دیا ہوا سونا ضائع ہو جائے تو اس کا ضمان کس پر ہوگا؟

سوال:...... جیسا کہ پہلے تفصیلات میں گزرا کہ زیور بنانے کے لئے کاریگر کو سونا دینا پڑتا ہے اور وہ اس سے زیور بنا کر اپنی اجرت حاصل کرتا ہے، اگر زیور بنانے کے لئے کاریگر کو دیا جانے والا سونا کسی وجہ سے ضائع ہو جائے یا کاریگر کے پاس سے چوری ہو جائے تو اس کا ضمان کس کے ذمہ آئے گا۔ جبکہ اس میں کاریگر کی غفلت یا لاپرواہی کا علم ہو جائے تو اس کا ضمان کاریگر پر ڈالا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:...... اگر کاریگر کی غفلت اور لاپرواہی سے مال ضائع ہو گیا تو بالاتفاق وہ ضامن ہوگا لیکن اگر کسی ایسی آسمانی آفت سے مال ضائع ہو جس سے بچنا ممکن نہیں تھا جیسے آگ لگ جانا، یا فسادات پھوٹ پڑنا وغیرہ، تو اس صورت میں وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر کاریگر یہ دعویٰ کرے کہ اس کے حفاظت کرنے کے باوجود سونا چوری ہو گیا، یا ضائع ہو گیا اور کاریگر کی غفلت کا کوئی ثبوت بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں اختلاف ہے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ضامن نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہے

اور بعض متاخرین نے یہ فرمایا ہے کہ نصف قیمت پر صلح کر لی جائے اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ اجیر نیک اور صالح ہے، جھوٹ بولنے کی عادت نہیں ہے تو ضامن نہیں ہے اور اگر وہ فاسق اور جھوٹا ہے تو ضامن ہے۔

آج کل کے حالات کے پیشِ نظر صاحبینؒ کے قول کو اختیار کرنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ❶

---

❶ فی الدر: (ولایضمن ماهلک فی یده وان شرط علیه الضمان) لان شرط الضمان فی الامانة باطل کالمودع (وبه یفتی) کما فی عامة المعتبرات، وبه جزم اصحاب المتون فکان هو المذهب خلافا للاشباه، وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمة، وقیل ان الاجیر مصلحا لایضمن، وان بخلافه یضمن، وان مستور الحال یومر بالصلح، فی الشامیة: وفی البدائع: لایضمن عنده ماهلک بغیر صنعه قبل العمل او بعده لانه امانة فی یده وهو القیاس، وقالا یضمن الامن حرق غالب او لصوص مکابرین وهو استحسان اه. قال فی الخیریة: فهذه اربعة اقوال کلها مصحة مفتی بها، والا حسن التفصیل الا خیر والاول قول ابی حنفیة رحمة الله تعالیٰ......اه وفی التبیین وبقولهما یفتی لتغیر احوال الناس، وبه یحصل صیانة اموالهم اه لانه اذا علم لایضمن ربما یدعی انه سرق او ضاع من یده. وفی الخانیة والمحیط والتتمة: الفتوی علی قوله فقد اختلف الافتاء، وقد سمعت مافی الخیریة. (ج:٦،ص/٦٥)

اچھے طریقے سے روزی کا حصول

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو تمہیں جنت کے قریب کرسکتی تھی اور جہنم سے دور لے جاسکتی تھی میں نے تمہیں اس کا حکم کیا ہے، اور ہر وہ چیز جو تمہیں جہنم کے قریب اور جنت سے دور لے جاسکتی تھی میں نے تمہیں اس سے روکا ہے، اور جبرئیلِ امین نے بذریعۂ وحی مجھے بتایا ہے کہ کوئی جاندار (چاہے انسان ہو یا جانور یا درندہ) اس وقت تک ہرگز نہیں مر سکتا جب تک اپنا رزق مکمل حاصل نہ کرلے، اور رزق کی تاخیر سے تم پر ہرگز یہ اثر نہ ہو کہ تم اسے اللہ کی نافرمانی کے طریقوں سے حاصل کرنے لگو (کیونکہ رزق کے خزانے تو اللہ کے پاس ہیں) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ ہی حاصل کیا جاسکتا ہے، (نافرمانی سے نہیں)۔ (الطبرانی)

آٹھواں باب
تیار زیورات کی تجارت
دوکاندار اور کاریگر کے درمیان

تیار زیورات کا کاریگروں سے لین و دین

کاریگروں کے ساتھ لین و دین کی ایک صورت یہ ہے، کہ دوکاندار اپنا سونا دیتے ہیں، اور اجرت دیکر اپنی ضرورت کے مطابق زیورات بنواتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ کاریگر اور تاجر حضرات اپنے سونے سے زیورات تیار کرا کر دوکانداروں کو فروخت کرتے ہیں، اور تیار زیورات عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم نگینہ والے یعنی جڑاؤ زیورات کی ہوتی ہے، اور دوسری قسم کے زیورات بغیر نگینہ کے یعنی سادہ ہوتے ہیں۔

جڑاؤ زیورات

سوال:...... جڑاؤ زیورات کے لین و دین کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ کاریگر اور تاجر حضرات اپنے تیار کردہ زیورات دوکاندار کو فروخت کرتے ہیں اور اس زیور کے کل وزن کے عوض میں خالص سونا طلب کرتے ہیں، اور ان زیورات کی مزدوری فی تولہ کے حساب سے الگ لیتے ہیں، کچھ زیورات میں اصلی نگینہ جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اور کچھ میں نقلی نگینہ بھی جڑے ہوتے ہیں، زیور چونکہ خالص سونے کا نہیں بن سکتا، اس لئے تمام زیورات ملاوٹ شدہ سونے کے ہوتے ہیں، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات کی وضاحت مطلوب ہے۔

۱...... جڑاؤ زیور میں جو نگینہ جڑے ہوتے ہیں ان کا وزن نہیں کاٹا جاتا بلکہ نگینوں کے وزن کے عوض میں بھی خالص سونا لیا جاتا ہے، اور زیورات میں جو ملاوٹ شدہ سونا استعمال ہوتا ہے، اس کے عوض میں بھی خالص سونا لیا جاتا ہے، اس طرح

ملاوٹ شدہ سونے کے جڑاؤ زیور کے پورے وزن کے برابر خالص سونا لیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ نگینوں کے عوض میں حاصل ہونے والے سونے کو نگینوں کی قیمت کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے، اور ملاوٹ شدہ سونے کے عوض میں خالص سونے کا جو فرق ہے وہ فرق زیور بنانے کی چھیجت شمار کیا جاتا ہے اس پوری صورت معاملہ میں یہ بات مدنظر رہے کہ جڑاؤ زیورات کے بدلے میں جو خالص سونا لیا جاتا ہے وہ مقدار اور وزن دونوں کے لحاظ سے برابر نہیں ہوتا۔

وزن میں برابر نہ ہونا اس طرح ہے کہ جڑاؤ زیور میں نگینہ جڑے ہوئے ہیں اور ان کے بدلے میں بھی سونا مل رہا ہے، لہٰذا دونوں طرف سونے کا وزن برابر نہیں ہے، اور مقدار میں فرق اس طرح ہے کہ زیور کا سونا ملاوٹ شدہ ہے اور اس میں خالص سونے کی مقدار کم ہے، اور اس کے عوض میں خالص سونا دیا جا رہا ہے جو مقدار میں زیادہ ہے، مثلاً ایک زیور کا وزن 5 تولہ ہے جس میں 4 ماشہ نگینہ ہیں اور 5 ماشہ ملاوٹ ہے، اس طرح اس زیور میں خالص سونے کی مقدار 4 تولہ اور 3 ماشہ ہے، جبکہ اس کے عوض میں خالص سونا 5 تولہ دیا جاتا ہے، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:......صورتِ مسئولہ میں جبکہ سونے کے زیور کی خالص سونے سے بیع ہو رہی ہے تو مزدوری کے نام سے رقم لینا جائز نہیں، [1] البتہ اس رقم کو نگینوں کی قیمت کا جزو قرار دیا جا سکتا ہے، یعنی جو کچھ مزدوری کے نام سے لیتے ہیں، اسے

---

[1] فی المبسوط: (۱۴/۷) عن ابی رافع سئلت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن الصوغ اصوغه فابیعه قال وزنا بوزن فقلت انی ابیعه وزنا بوزن ولکن آخذ فیه اجر عمل فقال انما عملک لنفسک ولاتردد شیئا فان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهانا ان نبیع الفضة الا وزنا بوزن (الی قوله) فان عمر رضی اللہ عنه بین انه فی الابتداء عمل لنفسه فلایستوجب الاجر علی غیره.

نگینوں کی قیمت میں شامل کرلیں، پھر فریقین (کاریگر اور دکاندار) جدا ہونے سے پہلے پہلے زیور اور اس کی قیمت پر قبضہ کرلیں تو یہ سودا جائز ہو جائے گا، کیونکہ زیور میں سونے کی جو مقدار موجود ہے (اگرچہ اس میں کچھ کھوٹ بھی شامل ہے) یہ خالص سونے کی اس مقدار کے مقابلے میں ہوگا جو قیمت میں دیا جارہا ہے اور قیمت میں جو زائد سونا یا رقم دی جارہی ہے وہ نگینوں کے مقابلے میں شمار ہوگی اس طرح جنس کو خلافِ جنس کی طرف پھیر کر سودا درست قرار پائے گا، لہٰذا سوال میں جو مثال لکھی ہے، اس میں زیور کا ۴ تولہ ۸ ماشہ (ملاوٹ سمیت) قیمت میں دیئے جانے والے سونے کے ۴ تولہ ۸ ماشہ کے مقابل میں ہوگا اور باقی ۴ ماشہ اور مزدوری کی رقم نگینوں کی قیمت ہوگی، اگر یہ سودا مذکورہ طریقے پر نہ ہو بلکہ کاریگر نے زیورات دکاندار کو فروخت کردیئے اور پھر بعد میں کسی وقت یا کسی اور دن دکاندار نے سونا ادا کیا تو یہ معاملہ ناجائز ہوگا۔[1]

سوال:...... کچھ معاملات اس طرح بھی ہوتے ہیں کہ جڑاؤ زیور کے کل وزن کے بدلے خالص سونا نہیں دیا جاتا ہے، مثلاً 22 کیرٹ سونے کے زیور کا وزن اگر ایک تولہ ہے تو اس کے بدلے میں 11 ماشہ خالص سونا دیا جاتا ہے اور

---

[1] فی البدائع: واما الشرائط فمنها قبض البدلین قبل الافتراق الخ(۲۱۵/۵) وفی الهدایة: ومن باع درهمین ودینارا بدرهم ودینارین جاز البیع وجعل کل جنس منهما بخلافه.(۱۰۷/۳) وفیها ایضاً: وکذلک لو باع سیفا محلی بمائة درهم وحلیته خمسون ودفع من الثمن خمسین جاز البیع فکان المقبوض حصة الفضة وان لم یبین ذالک لما بینا وکذلک ان قال خذ هذه الخمسین من ثمنها لان الاثنین قد یراد بذکرهما الواحد (۱۰٦/۳) وفتح القدیر: بخلاف ما مالو صرح فقال خذ هذه الالف من ثمن الجاریة فان الظاهر حینئذٍ عارضه التصریح بخلافه فاذا قبضه ثم افترق بطل فی الطوق کما اذا لم یقبضه. واللّٰه اعلم

مزدوری علیحدہ دی جاتی ہے، ملاوٹ کے اعتبار سے وزن کم کر کے خالص سونا دینے کا کیا حکم ہے؟

واضح ہو کہ مذکورہ قسم کے معاملات میں زیور بنانے کے دوران ہونے والی چھیجت کے بدلے سونا نہیں لیا جاتا، بلکہ مزدوری بڑھا کر لی جاتی ہے۔

مذکورہ صورتوں میں زیورات کے کل وزن کے بدلے سونا دیا جاتا ہے اور بناوٹ کے عوض میں الگ سے اجرت دی جاتی ہے، یہ اجرت زیور کے بناوٹ کے معیار اور نگینوں کی عمدہ یا ناقص، یا اصلی اور نقلی اقسام کی بنیاد پر طے کی جاتی ہے۔

اس طرح تیار زیورات کی بناوٹ کے عوض میں معینہ اجرت دینے کا کیا حکم ہے؟

بعض لوگوں کو اس مزدوری کے دینے میں سود کا شبہ ہوتا ہے کہ اس کا لین دین سود کے دائرے میں آتا ہے، چونکہ جڑاؤ زیور کے کل وزن کے بدلے میں خالص سونا دیدیا گیا ہے اور بناوٹ کی مزدوری وزن سے ایک زائد چیز ہے۔

براہِ کرم اس شبہ پر بھی غور کرلیا جائے۔ اور اس کی بھی شرعی حیثیت واضح کردی جائے۔

جواب:...... جواب سے قبل ایک تمہید کا ذکر کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ سونے میں اگر کھوٹ (ملاوٹ) سونے کی مقدار سے کم ہو تو وہ خالص سونے کے حکم میں ہے یعنی جب خالص سونے سے اس کی بیع ہوگی تو وزن میں برابری ضروری ہے، اب صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اس سودے میں مزدوری لینا جائز نہیں، البتہ اس کی جائز صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مزدوری کی جتنی رقم بنتی ہے اس کو سونے کے ساتھ ملا کر مجموعہ کو زیور کی قیمت قرار دیا جائے اور سودا مکمل ہوجانے کے بعد

فریقین جدا ہونے سے پہلے زیور اور اس کی قیمت میں دیئے جانے والے سونے پر قبضہ کرلیں تو سودا درست ہوجائے گا کیونکہ قیمت میں دیئے جانے والے سونے کی مقدار اس مقدار زر کے مقابلے میں ہوگی جو زیور کی جانب میں ہے اور زیور کی جانب میں جو سونا زائد ہے وہ اور نگینہ (قیمت میں دی جانے والی) رقم کے مقابلے میں ہونگے لہٰذا یہاں بھی جنس کو خلافِ جنس کی طرف پھیرا جائے گا اور سودا درست ہوگا۔[1]

سادے زیورات

سوال:......سادے یعنی بغیر نگینہ والے زیورات جو کاریگر یا تاجر حضرات اپنے سونے سے بنا کر دوکانداروں کو فروخت کرتے ہیں، ان کے لین ودین میں کل وزن کے بدلے خالص سونا نہیں دیا جاتا، بلکہ ملاوٹ کے اعتبار سے وزن کم کرکے دیا جاتا ہے، مثلاً 12 گرام وزن کے زیور کے بدلے 11 گرام خالص سونا دیا جاتا ہے۔

جواب:......زیور میں اگر ملاوٹ کم ہے، اور سونا زیادہ ہے، تو مجموعی طور پر وہ شرعاً خالص سونے کے حکم میں ہے اور خالص سونے کے ساتھ اس کا سودا کرنے میں دونوں طرف برابری ضروری ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں کھوٹ کے برابر سونا کم دینا جائز نہیں۔اس کے دو حل ہیں۔

پہلا حل

اگر کھوٹ کی مقدار کم کرنا مقصود ہو تو قیمت میں صرف سونا نہ دیا جائے

---

[1] فی الھدایة: و اذا کان الغالب علی الدراھم الفضة فھی فضة و اذا کان الغالب علی الدنانیر الذھب فھی ذھب ویعتبر فیھما من تحریم التفاضل ما یعتبر فی الجیاد حتی لایجوز بیع الخالصة بھا ولا بیع بعضھا ببعض الا متساویا فی الوزن.(۱۰۸/۳) واللہ اعلم

بلکہ سونے کے ساتھ کچھ رقم ملا کر دونوں کا مجموعہ قیمت میں طے کیا جائے، مثلاً 12 گرام زیور کی قیمت میں ساڑھے دس گرام سونا اور 200 روپے ملا کر دیئے جائیں تو ساڑھے دس گرام سونا جو قیمت میں دیا جا رہا ہے وہ زیور میں موجود ساڑھے دس گرام سونے کے بدلے میں ہو جائے گا اور 200 روپے ڈیڑھ گرام سونے کے بدلے میں ہو جائیں گے، اس طرح یہ سودا درست ہو جائے گا۔

دوسرا حل

دوسرا حل یہ ہے کہ 12 گرام وزن کے زیور کے بدلے سونا دینا طے نہ کیا جائے بلکہ رقم دینا طے کیا جائے اور یہ رقم باہمی رضامندی سے کم وبیش بھی مقرر کی جاسکتی ہے، رقم طے ہونے کے بعد اگر کاریگر سونا لینا چاہے تو اس رقم کے بدلے میں باہمی رضامندی سے اس دن کی قیمت کے لحاظ سے گیارہ گرام سونا بھی خرید سکتا ہے، مگر پہلے سے یہ طے نہ کریں کہ آخر میں سونا لیا جائے گا۔

تیار شدہ زیور لیتے وقت ٹانکہ اور ''مینہ'' کے بدلے میں سونا دینے کا حکم

سوال:...... بغیر نگینہ والے زیورات میں عموماً ٹانکہ بھی ہوتا ہے، جو وزن میں شامل ہوتا ہے مگر ٹانکہ کا وزن نہیں کاٹا جاتا، صرف ملاوٹ کے حساب سے وزن کم کر کے خالص سونا دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ کچھ زیورات میں ''مینہ'' لگا ہوا ہوتا ہے، مینہ ایک قسم کا شیشہ ہے جسے باریک پیس کر زیور میں لگایا جاتا ہے اور بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں، مینے والے زیورات کاریگر سے لیتے وقت مینہ کا

وزن بھی نہیں کاٹا جاتا، بلکہ اس کے بدلے بھی سونا دیا جاتا ہے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ زیور لیتے وقت ٹانکہ اور مینہ کے عوض میں سونا دینے کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کہ صرف ملاوٹ کے تناسب سے وزن کم کر کے خالص سونا دینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:...... ٹانکہ اور کھوٹ چونکہ کم ہے اس لئے سونے کے تابع ہونگے اور ان کا وزن کاٹنا درست نہیں، اس لئے اس کے مقابلے میں اگر سونا دیا جائے تو برابری ضروری ہے البتہ مینہ ایک مستقل جنس ہے، جو سونے کے تابع نہیں اس لئے اس کا وزن کاٹنا درست ہے، لیکن اس کا وزن کاٹنے کی صورت میں اس کی قیمت میں کچھ رقم دینا ضروری ہے، تا کہ سونا سونے کے مقابلے میں ہو جائے، اور رقم مینہ کے مقابلے میں ہو اور اگر وزن نہ کاٹا جائے اور اس کے مقابلے میں بھی خالص سونا دیا جائے تو یہ بھی درست ہے اس صورت میں جو زائد سونا ہوگا وہ مینہ کے مقابلے میں شمار ہوگا اور سودا درست ہوگا۔

زیورات ادھار میں بیچنا سود میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال:...... سونے کے زیورات کی خرید و فروخت ادھار میں جائز ہے یا نہیں، جبکہ ادھار میں ہر چیز مہنگی بکتی ہے بہ نسبت نقد کے، یہاں کے شافعی علماء کہتے ہیں کہ جائز ہے کیونکہ جب زیور بن جاتا ہے تو اصل زر یعنی سونے کا نام ہی نہیں رہتا، کیونکہ اس پر مزدوری وغیرہ پڑے گی، اور قیمت خواہ مخواہ بڑھ جائے گی۔

جواب:...... سونے کے زیور کی بیع اگر سونے یا چاندی یا ان کے سکوں سے

کی جائے، تو ان میں ادھار بالکل حرام ہے، بناوٹ کی وجہ سے اس حکم پر کوئی فرق نہیں آتا، اور جب سونے کے زیور کو سونے سے خریدا جارہا ہو، تو دونوں کا وزن بھی یکساں ہونا ضروری ہے، اور اگر سونے یا چاندی کے زیور کو دوسری دھات کے سکوں سے خریدا جائے تو اس میں ادھار جائز ہے، اور اگر کاغذی نوٹوں سے خریدا جائے تو بھی جائز ہے، لیکن دھات کے سکے ہوں یا نوٹ یہ ضروری ہے کہ کسی ایک پر مجلس عقد میں قبضہ کیا جائے اور اگر کسی پر بھی قبضہ نہ ہوا تو یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ بیع الکالی بالکالی ہے، جو ناجائز ہے۔[1]

تیار زیورات کے لین و دین میں ادھار کے معاملات

سوال:...... سونے کے زیورات کے ادھار لین و دین میں ایک صورت یہ رائج ہے کہ زیورات کا تاجر یا کاریگر تیار شدہ سادہ اور جڑاؤ زیورات دوکاندار کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، اور عوض میں سونا لینا طے ہوتا ہے، لیکن عوض کا سونا نقد اور ہاتھ در ہاتھ ادا نہیں کیا جاتا، بلکہ ایک خاص مدت تک کے لئے اس کی ادائیگی کو طے کر لیا جاتا ہے، مثلاً 5 تولے سونے کے وزن کا زیور دوکاندار کو فروخت کیا اور اس کے عوض میں 5 تولے سونا ایک ہفتہ کے بعد دینا طے ہوا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

---

[1] وفی الدرالمختار: وصح بثمن حال وهو الاصل أو مؤجل الی معلوم لئلایفضی الی النزاع (الی قوله) بخلاف جنسه ویجمعها قدر. لما فیه من ربا النساء (الدر المختار: ج/۵،ص/ ۵۳۱، ۵۳۵ مطلب فی التاجیل الی أجل مجهول بدایة کتاب البیوع) وفی الهدایة: قال الربوا محرم فی کل مکیل او موزون.

جواب:......سونے کے زیورات کو سونے کے بدلے ادھار فروخت کرنا جائز نہیں، اس میں ضروری ہے کہ خریدار اور فروخت کنندہ ایک ہی مجلس میں زیورات اور سونے کا تبادلہ کریں۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو اس طرح بیچنا جائز نہیں اس کا آسان حل یہ ہے کہ سونے کے زیورات کو سونے کے بدلے میں فروخت نہ کریں، بلکہ پیسوں کے بدلے فروخت کریں، کیونکہ سونے کے زیورات کی پیسوں کے بدلے ادھار خرید وفروخت جائز ہے، جبکہ ادھار کی مدت طے ہو۔ پھر جب رقم کی ادائیگی کا وقت آجائے تو مقررہ پیسے لے لیں یا اس کے بجائے اس دن کے نرخ کے مطابق سونا لے لیں، پہلے سے سونا لینا طے نہ کریں۔

سوال:......بعض مرتبہ بدلے کا سونا طے شدہ مدت پر پورا ادا نہیں کیا جاتا، بلکہ آدھا یا اس سے کم وبیش ادا کیا جاتا ہے، اس طرح مختلف قسطوں میں عوض کے سونے کی ادائیگی ہوتی ہے، 5 تولہ سونے کے زیورات کے عوض میں 5 تولہ سونا ایک ہفتہ کے بعد دینا طے پایا، جب کاریگر ایک ہفتہ کے بعد سونا لینے کے لئے آتا ہے تو دوکاندار اس کو 2 یا 3 تولہ اس وقت دے دیتا ہے، باقی مزید ایک ہفتہ کے بعد دیتا ہے۔

اور بعض مرتبہ عوض کا سونا مقررہ مدت پر دوکاندار کاریگر کو نہیں دیتا، بلکہ ٹال دیتا ہے، اس طرح ہفتوں اسے ٹالتا رہتا ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:......سونے کے زیورات کی خرید وفروخت کا یہ طریقہ ناجائز ہے، اس کا حل وہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے کہ زیورات پیسوں کے بدے میں فروخت کئے جائیں۔ اور قیمت ادھار طے کرلیں اور ادھار کی مدت مقرر کرلیں۔ پھر جب

وہ مدت آجائے تو چاہے مقررہ رقم لے لیں یا باہمی رضامندی سے اس دن کے نرخ سے اس قیمت کا سونا لے لیں، پہلے سے سونا لینا طے نہ کریں۔

سوال:...... بعض اوقات تیار زیورات کے عوض سونا ایک خاص مدت کے بعد دینا طے ہوتا ہے، اور جب کاریگر دوکاندار سے طے شدہ مدت پر سونا لینے آتا ہے تو دوکاندار سونا دینے سے معذوری ظاہر کرتا ہے اور عوض کے سونے کی جگہ اس دن کے بازار کے بھاؤ سے سونے کی قیمت ادا کر دیتا ہے اس معاملہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ سونے کے زیور کی سونے کے ساتھ ادھار خرید و فروخت جائز نہیں ہے، سودا کرنے کے بعد ہی نشست میں جدا ہونے سے پہلے زیور اور اس کے عوض والے سونے پر ایک دوسرے کا قبضہ ہو جانا ضروری ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ زیور کو سونے کے بدلے میں نہ بیچا جائے بلکہ ابتداءً ہی سے روپے کے بدلے میں بیچا جائے اور جب رقم کی ادائیگی کا وقت آجائے تو باہمی رضامندی سے روپے لے لیں یا اس کی بجائے اس کے بدلے میں اس دن کے نرخ سے سونا لے لیں جیسا کہ پیچھے گذرا ہے۔[1]

امانت برائے فروخت مال رکھوانا

سوال:...... بعض مرتبہ مال بیچنے والے تاجر اپنا مال دوسرے دوکاندار کے پاس امانۃً یہ کہہ کر رکھوا دیتے ہیں کہ آپ اس کو فروخت کیجئے۔ اگر یہ مال فروخت

---

[1] فی الشامیة: ویصح التصرف فی القرض قبل قبضه علی الصحیح والمراد بالتصرف نحو البیع والهبة والاجارة والوصیة وسائر الدیون کالثمن. (۵/۲۷۳)

ہوگیا تو ہم آپ سے اس زیور کے وزن کے عوض سونا لے لیں گے، اور مزدوری لے لیں گے اور اگر فروخت نہ ہوا تو کُل مال واپس لے لیں گے۔ اور اگر کچھ فروخت ہوا تو فروخت شدہ مال کے عوض سونا اور مزدوری اور باقی بچا ہوا مال واپس لے لیں گے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

واضح ہو کہ مذکورہ بالا معاملہ میں مزدوری اور سونے کے لین دین میں وہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جس کی تفصیلات اوپر گزر گئیں۔

جواب:...... صورتِ مسئولہ میں دوکاندار کے ساتھ یہ شرط لگانا کہ جب یہ سونا فروخت ہوجائے گا تو ہم آپ سے اس زیور کے وزن کے عوض سونا اور مزدوری لیں گے، درست نہیں کیونکہ اس صورت میں دوکاندار آپ کا وکیل ہے وہ جب سونا فروخت کرے گا تو قیمت اس کے پاس امانت رہے گی اور آپ کو اسی قیمت کے مطالبے کا حق ہے اس کے علاوہ آپ کسی اور چیز کا اس سے مطالبہ نہیں کرسکتے البتہ باہمی رضامندی سے کمیشن طے کرکے وصول کیا جاسکتا ہے جو گویا وکالۃً بیچنے کی اجرت ہوگی، اس کے بعد اگر دونوں چاہیں تو اس قیمت کے بدلے سونا خریدا جاسکتا ہے، بشرطیکہ خرید وفروخت کی مجلس میں سونے اور اس کی قیمت (روپے) میں سے کسی ایک پر قبضہ ہوجائے تاکہ رقم اور سونا دونوں ادھار نہ رہیں، نیز پہلے سے یہ بات طے نہ کی جائے کہ نقد رقم کے بدلے سونا لیا جائے گا۔[1]

---

[1] فی الشامیة: سئل الحانوتی عن بیع الذهب بالفلوس نسئية فاجاب بانه یجوز اذا قبض احد البدلین لما فی البزازیة لو اشتری مائة فلس بدرهم یکفی التقابض من الجانبین قال ومثله لو باع فضة او ذهبا بفلوس کما فی البحر عن المحیط(۱۸۰/۵) وفیها: ولو اشتری المودع الودیعة الدراهم بدنانیر وافترقا قبل ان یجدد المودع قبضا فی الودیعة بطل الصرف بخلاف المغصوبة لان قبض الغصب ینوب عن قبض الشراء بخلاف الودیعة. (۲۵۹/۵)

سونے کے بدلے سونے کے ادھار معاملہ میں ادائیگی کے دن، بھاؤ میں کمی بیشی کس کے ذمہ ہے؟

سوال:......ایک دکاندار نے ہم سے 10 تولہ......زیور خریدا اور کہا کہ آپ 5 دن کے بعد اپنا سونا لے لینا ہم نے اس سے ادھار کے مسئلے کی وجہ سے کہا کہ آپ اس سونے کی رقم بنالیں جو کہ 35000 ہزار روپے تولہ کے حساب سے 3,50,000 روپے بنتے ہیں اس نے ہم کو دس دن کے بعد 3,50,000 روپے دیئے۔ مگر 10 دن کے بعد سونے کا بھاؤ 37,000 روپے فی تولہ ہوجاتا ہے تو ہمیں 2000 روپے کا نقصان ہوا ہے اس طرح اگر سونے کا بھاؤ 33,000 روپے تولہ ہوجاتا ہے تو ہمیں دو ہزار روپے کا فائدہ ہوتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر 2000 روپے نقصان ہوتا ہے تو کیا ہمیں اس کو برداشت کرنا پڑے گا اور اگر دو ہزار روپے فائدہ ہوتا ہے تو یہ ناجائز تو نہیں ہے۔ براہِ کرم اگر یہ طریقہ صحیح نہیں تو صحیح طریقہ بیان فرمادیں۔

جواب:...... یہ طریقہ جائز ہے اور قیمت گرنے کی وجہ سے جو نفع آپ کو ہوا وہ آپ کے لئے حلال ہے اور قیمت بڑھنے سے جو نقصان ہوا وہ آپ کو برداشت کرنا پڑے گا۔[1]

---

[1] فی الفتاویٰ الانقروية: ١/٣٠٩: رجل اقرض من الناصری مبلغاً قيمته سبعة مثاقيل نصف دينار نيسابوری ومضت سنون وتغير سعر الناصری حتی صارت قيمته ثمانية عشر بدينار نيسابوری فله ان يطالبه بالنقد الذی دفعه اليه، وفی البحوث للشيخ العثمانی: ص ١٨٧: فلو اقترض أحد مائة فلس فی وقت يعتبر فيه الفلس الواحد عشرة دراهم واحد فاقترض فلوسا تساوی عشرة دراهم فی القيمة ثم تغير الاصطلاح حتی صار الفلس الواحد يعتبر نصف عشر درهم واحد فذهب جمهور الفقهاء الی ان المقترض لايودی الا مائة فلس وان كانت هذه المأة لا تساوی اليوم الا خمسة دراهم.

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سونے کے بدلے زیور کی خرید وفروخت اور اس میں ناجائز حیلہ کرنا

سوال:...... ہمارا تعلق سنار طبقے سے ہے، زیورات کو بنانا پھر انہیں بازار میں بیچنا ہمارا پیشہ ہے گذشتہ چند دن پہلے ہم نے قرآن پاک کے ترجمہ میں سنا کہ سونے کے کام میں ادھار لین و دین سخت منع ہے حرام اور سود ہے جب سے ہم نے یہ بات سنی ہے، بہت پریشان ہیں اسی سلسلے میں چند سوالات کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں چاہئیں۔

ا...... ایک دکاندار نے دس تولہ سونا دیا اور بیس تولہ زیور بنانے کا کام بتایا ہم نے اس 10 تولہ میں مزید 20 تولہ سونا اپنے پاس سے ملا کر اس کا کام تیار کیا، جب ہم اس زیور کو دینے گئے تو اس نے ہمیں 20 تولہ زیور کے بدلے میں 15 تولے سونا دیا اور کہا کہ بقایا 5 تولہ سونا میں آپ کو دس دن کے بعد دوں گا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر ہم اس سے دس دن کے بعد اپنا بقایا 5 تولہ سونا لیں گے کیا یہ طریقہ جائز ہے دس دن کے ادھار پر یہ سود تو نہیں ہو گیا۔

۲...... جب ہم نے ایک دکاندار کو ادھار لین و دین کے متعلق بتایا تو اس نے کہا میں تم سے حیلہ کرتا ہوں یعنی میں نے اس کو دس تولہ سونا دیا تو اس نے مجھے ایک رومال

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

وفیها ایضا ص ۱۷۸/ : اذا وقع البیع علی دینار مثلاً وقیمتة وقت البیع عشرة دراهم ثم لما اراد المشتری الاداء لم یکن عنده الا دراهم و قیمة الدینار الواحد یوم الاداء احد عشر درهما فانه یؤدی الیه احد عشر درهما. ایضا فی البدائع: ۲۴۲/۵: وفی الدر المختار: ۱۶۱/۵: القرض هو عقد مخصوص یرد علی دفع مال مثلی لاخر لیرد مثله. وفی الشامیة: ۱۶۲/۵: وکذلک لو قال اقرضنی عشرة دراهم غلة بدینار فاعطاه عشرة دراهم فعلیه مثلها ولاینظر الی غلاء الدراهم و لا الی رخصها.

یا کوئی بھی چیز دیدی اور کہا کہ یہ لین و دین ہو گیا اب جب کچھ دن کے بعد اس سے اپنا سونا لینے جاتا ہوں تو وہ مجھے میرا سونا دیتا ہے اور کہتا ہے آپ اس کے بدلے میں مجھے کوئی چیز دیدیں تو یہ لین و دین ہو گیا اور ادھار کا نہیں رہا۔

۳...... ہم نے ایک دکاندار کو ادھار لین و دین کے متعلق بتایا تو اس نے کہا کہ میں نے معلوم کیا ہے کہ میں اس دکاندار کو 10 تولہ کا زیور دیتا ہوں اور اس سے کہو کہ یہ میری امانت ہے آپ اس کو استعمال کر سکتے ہیں اسی طرح وہ مجھے پانچ تولہ سونا یہ کہہ کر دیتا ہے کہ یہ میری امانت ہے اور آپ اسے استعمال کر سکتے ہیں، یہ لین و دین اسی طریقہ پر چھ ماہ یا ایک سال چلتا رہا جب سال کے آخر میں ہم حساب ملانے بیٹھے تو وہ اپنا دیا ہوا سونا (جو کہ وہ مجھے امانت بتا کر دیتا رہا اور کہتا رہا کہ آپ اسے استعمال کر لو) جمع کرتا ہے اور مجھ سے لئے ہوئے زیورات (جو کہ اس نے مجھ سے امانت کی شکل میں لئے ہیں اور مجھ سے اسے استعمال کرنے کی اجازت مانگ کر استعمال بھی کیا ہے) کو جمع کرتا ہے اور پھر جمع تفریق کر کے جتنا میرا سونا نکلتا ہے وہ مجھے مکمل حساب دیدیتا ہے۔ کیا اس دکاندار کا اس طرح کہنا صحیح ہے؟

جواب:...... (۱) اس صورت میں آپ دکاندار سے کہہ دیں کہ اس پر آپ نے اپنی طرف سے جو سونا ملایا ہے وہ قرض کے طور پر لگایا ہے،[1] جس میں سے ۵ تولہ تو ابھی وصول کر لیا ہے، باقی ۵ تولہ دس دن کے بعد واپس لینا جائز ہے۔

(۲) یہ حیلہ درست نہیں ہے کیونکہ یہاں حقیقۃً سودا کرنا مقصود ہی نہیں کیونکہ بعد

---

[1] فی المبسوط للسرخسی: (ج ۱۴، ص: ۴۹) وَلَوِ اسْتَأْجَرَ صَائِغًا يَصُوْغُ لَهُ طَوْقَ ذَهَبٍ بِقَدْرٍ مَعْلُومٍ، وَقَالَ: زِدْ فِی هٰذَا الذَّهَبِ عَشَرَةَ مَثَاقِيلَ ؛ فَهُوَ جَائِزٌ، لِأَنَّهُ اسْتَقْرَضَ مِنْهُ تِلْكَ الزِّيَادَةَ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَخْلِطَهُ بِمِلْكِهِ فَيَصِيرُ قَابِضًا كَذٰلِكَ، ثُمَّ اسْتَأْجَرَهُ فِی إِقَامَةِ عَمَلٍ مَعْلُومٍ فِی ذَهَبٍ لَهُ ..

میں جب آپ اپنا سونا لینے جاتے ہیں اور وہ کہہ دے کہ اس کے بدلے میں میں آپ کو رومال دے چکا ہوں، لہٰذا اب وہ سونا میرا ہے تو آپ اس پر راضی نہیں ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ یہاں محض حیلہ کرنا مقصود ہے جو معتبر نہیں۔

(۳) یہ حیلہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہاں امانت رکھنا حقیقۃً مقصود نہیں ہے بلکہ یہاں مقصود سودا ہی ہے صرف نام امانت کا رکھ دیا ہے اور نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی **لان العبرة للمعانی**۔[1]

سونے کو سونے کے بدلے میں ادھار بیچنے کا حکم اور اس کی چند متبادل جائز صورتیں

سوال:......ہم سونے کے زیورات تیار کر کے بازار میں دکانداروں کو دیتے ہیں اس میں جس طریقے سے کاریگر لین و دین کرتے ہیں وہ تفصیل تحریر کی جاتی ہے۔

۱......ہم اپنا سونا لگا کر مال تیار کر کے دکاندار کے پاس لے جاتے ہیں دکاندار کو جو مال پسند ہوتا ہے وہ رکھ لیتا ہے اور ہمیں ایک کاغذ پر لکھ دیتا ہے مال کا وزن اور اس کی مزدوری پھر وہ ہمیں ایک ماہ یا اس سے پہلے پرانا سونا اور ہماری مزدوری دیتا ہے جس کی وصولی کے لئے ہمیں کئی چکر لگانے پڑتے ہیں کیوں کہ تقریباً تمام دکاندار ادھار ہی لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ کر کے سونا اور مزدوری دیتے ہیں۔ اکثر دکاندار سونے کے بدلے میں پرانا سونا دیتے ہیں اور ہماری

---

[1] فی الهداية: (۱۰۴/۳) فان باع فضة بفضة او ذهبا بذهب لایجوز الا مثلا بمثل......ولابد من قبض العوضین قبل الافتراق......فان افترقا فی الصرف قبل العوضین او احدهما بطل العقد لفوات الشرط. وهکذا ایضا فی البدائع: ۲۱۵/۵، وفی الدر المختار: ۲۵۷/۵: ویشرط التماثل والتقابض قبل الافتراق ان اتحدا جنسا.

مزدوری الگ دیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟

۲......ہم کچھ زیورات نگینے والے بناتے ہیں اور مال زیادہ تر سعودی عرب کے تاجر لیتے ہیں وہ ہمیں اس مال کی اجرت نہیں دیتے کیونکہ وہ نگینے کے ساتھ وزن کر کے لیتے ہیں اور اس کے بدلے میں سونا دیتے ہیں وہ خود سنار ہوتے ہیں ان کو معلوم ہوتا ہے کہ نگینے کی قیمت بہت کم ہے اور یہ سونے کے برابر دیتے ہیں اس لئے ہماری مزدوری سونے کے بدلے میں مل جاتی ہے اور یہ تمام کاروبار بھی ادھار ہی ہوتا ہے، ایک ماہ یا دو ماہ بعد سونا وصول ہوتا ہے، کچھ لوگ زیورات میں زیادہ وزن کے نگینے لگاتے ہیں اور زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں کیا یہ طریقۂ کار ٹھیک ہے یا نہیں؟

۳......سونے کے زیورات کا تمام کاروبار ادھار ہی ہوتا ہے کوئی دکاندار یا تاجر سونے کی قیمت ہمیں نہیں دیتا وہ سونے کے بدلے میں سونا ہی دیتا ہے، کچھ دکاندار 21 قیراط سونے کے بدلے میں حساب کر کے جتنا خالص سونا بنتا ہے اتنا ہی ہمیں دیتے ہیں یعنی خالص سونا۔ اکثر ہمیں پرانا سونا ہی دیتے ہیں۔ بہت کوشش کی کہ وہ ہمیں سونے کی قیمت ادا کریں لیکن کوئی بھی دکاندار راضی نہیں ہوا۔ کئی سالوں سے اسی طرح تجارت ہوتی ہے کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ اور سعودی عرب کے تاجر کو نگینے کا وزن نہیں بتاتے اور نہ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ کتنے وزن کے نگینے ہیں؟

جواب:......سوال میں سونے کے زیورات کی خرید وفروخت کا جو طریقۂ کار بیان کیا گیا ہے اس میں چونکہ سونے کی بیع سونے کے ساتھ ہوتی

ہے اور سارا معاملہ ادھار ہوتا ہے اس لئے اس طریقہ سے خرید وفروخت کرنا شرعاً ناجائز ہے کیونکہ سونے کی بیع سونے کے ساتھ ہونے کی صورت میں دونوں طرف سے سونے پر مجلس عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہے اور دونوں طرف سے سونے کا وزن میں بھی برابر ہونا ضروری ہے، اس میں کسی طرف کمی زیادتی اور ادھار حرام ہے۔ نیز یہ پہلے بھی کہا جاچکا ہے کہ جب زیور کاریگر نے اپنے سونے سے تیار کیا ہو تو اس کی مزدوری الگ سے لینا درست نہیں ہے، البتہ اس کا حل یہ ہوسکتا ہے کہ:

حل

آپ سونے کے زیورات پہلے ان تاجروں کو پیسوں کے بدلے میں فروخت کریں اور پیسوں سے جو قیمت متعین کی جائے، اس کے تعین میں سونے کے بازاری نرخ پر ہونا ضروری نہیں، بلکہ سونے کا نرخ پیسوں میں اتنا مقرر کرسکتے ہیں جس میں مزدوری بھی شامل ہوجائے پھر زیورات پر مجلس عقد میں قبضہ کرادیں اور پیسوں کی ادائیگی کی مدت متعین کرلیں پھر مدت آنے پر ان سے زیورات کے ان پیسوں کے بدلہ میں جو ان کے ذمہ واجب الاداء ہیں، باہمی رضامندی سے بیع کا معاملہ کرکے سونا اس روز کے نرخ پر یا ادائیگی کے وقت باہمی رضامندی سے جو نرخ طے ہوجائے اس نرخ پر خرید لیں اور وہ آپ کو پیسے ادا کرنے کی بجائے ان کے عوض میں سونا ادا کردیں، لیکن جب زیورات دے رہے ہوں، اس وقت معاملہ میں یہ شرط نہ لگائیں کہ آخر میں پیسوں کے بجائے ہم سونا ہی لیں گے، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ رقم کی ادائیگی کے وقت اگر دونوں فریق

چاہیں تو باہمی رضامندی سے اس دن کے ریٹ کے حساب سے یا اس وقت جس ریٹ پر معاملہ ہو جائے رقم کے بدلے سونا لیا جاسکتا ہے۔

نوٹ:...... اس صورت مین ان تاجروں کا زیورات کے بدلہ میں سونا دینے والا مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور یہ معاملہ بھی سودی کاروبار سے نکل کر شرعاً درست ہو جائے گا۔ اور اس میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے اور اگر بالفرض اس طریقہ سے کاروبار کرنے میں کچھ مشکل پیش بھی آئے تو ایک مسلمان کو اپنا کاروبار حلال کرنے اور اس کو سود اور حرام سے بچانے کے لئے اسے مشکل نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ ایک مسلمان کے لئے سود کے وبالِ عظیم سے بچنا بہت ضروری ہے۔[1]

مدت اور قیمت کا تعین کئے بغیر زیورات کی ادھار خرید وفروخت کا حکم

سوال:...... تیار زیورات کی تھوک تجارت میں عموماً ادھار مال فروخت کیا جاتا ہے جس میں مال کی مقدار متعین ہوتی ہے اور قیمت کا تعین خریدار پر چھوڑ دیا جاتا ہے خریدار مال لینے کے بعد وقفہ وقفہ سے علی الحساب رقم جمع کراتا رہتا ہے

---

[1] فی الهداية: (۱۰۴/۳): فإن باع فضة بفضة او ذهبا بذهب لايجوز الا مثلا بمثل وان اختلفت فی الجودة والصياغة...... قال ولابد من قبض العوضين قبل الإفتراق الخ وفی الهندية: (۲۲۴/۳): وإن اشترى خاتم فضة أو خاتم ذهب فيه فص أو ليس فيه فص بكذا فلسا وليست الفلوس عنده فهو جائز تقابضا قبل التفرق أو لم يتقابضا لأن هذا بيع وليس بصرف كذا فی المبسوط و فيه أيضاً: (۲۱۷/۳: ثم فرق بين بيع الدراهم بالدراهم والدنانير بالدنانير وبين بيع الفلوس بالدراهم أو بالدنانير حيث لم يشترط فی بيع الفلوس بالدراهم أو بالدنانير قبض البدلين قبل الإفتراق ويكتفى بقبض أحد البدلين كذا فی المحيط (وفی البحر: ٦ /١٩٤): وفی فتح القدير: (ص/۱۴۱، ج/٦):

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن قیمت متعین نہیں کی جاتی اور مدت بھی متعین نہیں ہوتی، واضح رہے کہ زیورات کی قیمت میں دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک سونے کی قیمت اور دوسری مزدوری، مذکورہ معاملہ میں مزدوری تو متعین ہوتی ہے، لیکن سونے کی قیمت متعین نہیں ہوتی۔ خریدار جب چاہے اور جتنے سونے کی چاہے قیمت متعین کر کے ادائیگی کر دیتا ہے، جب مال خریدار کے حوالہ کیا جاتا ہے تو اس کے نام میں مزدوری کی رقم اور سونے کی قیمت اور مزدوری جملہ قیمت کر کے اس کے نام میں قرض لکھ دی جاتی ہے بعض اوقات کچھ لوگ سونے کی نصف مقدار کی قیمت متعین کر لیتے ہیں اور نصف مجہول رکھتے ہیں اور وقفہ وقفہ سے ادائیگی کرتے ہیں۔

(حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

(والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز) بالبیع والهبة والإجارة والوصیة سواء کان مما یتعین أو لایتعین عندنا سوی بدل الصرف والسلم فی الدرالمختار: (۵/ ۱۵۲): (وجاز التصرف فی الثمن) بهبة أو بیع أو غیرهما لو عینا ای مشارا الیه ولو دینا فالتصرف فیه تملیک ممن علیه الدین ولو بعوض ولایجوز من غیره ابن ملک (قبل قبضه) سواء (تعین بالتعیین) کمکیل (أولا) کنقود فلو باع إبلا بدراهم أو بکر بر جاز أخذ بدلهما شیئا آخر الخ فی الشامیة (قوله ولو بعوض) کان اشتری البائع من المشتری شیئا بالثمن الذی له علیه أو استاجر به عبدا أو دارا للمشتری الخ.
وفی الدر المختار: (۵/ ۲۵۷): (ویشترط التماثل والتقابض قبل الافتراق ان اتحدا جنسا وان اختلفا جودة وصیاغة) فی المبسوط للإمام السرخسیؒ: ۱۴/ ۲۴: واذا اشتری الرجل فلوسا بدراهم ونقد الثمن ولم تکن الفلوس عند البائع فالبیع جائز لان الفلوس الرائجة ثمن کالنقود وقد بینا ان حکم العقد فی الثمن وجوبها ووجودها معا ولا یشترط قیامها فی ملک بائعها لصحة العقد فی الثمن وجوبها ووجودها معا و لایشرط قیامها فی ملک بائعها لصحة العقد کما لایشترط ذلک فی الدرهم والدنانیر. وفیه أیضا: ۱۴/ ۲۵: و ان اشتری خاتم فضة أو خاتم ذهب فیه فص أو لیس فیه فص بکذا فلوسا ولیست الفلوس عنده فهو جائز ان تقابضا قبل التفرق أو لم یتقابضا لان هذا بیع ولیس بصرف فانما افترقا عن عین بدین لأن الخاتم یتعین بالتعین.

زیورات کی تھوک تجارت میں مذکورہ طریقوں سے لین و دین کا حکم شرعی کیا ہوگا؟

جواب:......زیورات کا مذکورہ معاملہ قیمت و مدت متعین نہ ہونے کی وجہ سے فاسد اور ناجائز ہے اور گناہ ہے جس کی تفصیل مسئلہ نمبر 1 میں ذکر ہوئی ہے، شرعی حل اس کا بھی یہی ہے کہ عقد کرتے وقت پیسوں میں زیورات کی قیمت متعین کردی جائے، جس میں مزدوری بھی شامل ہو، نیز ادھار کی مدت متعین ہوجائے، اور ادائیگی کی تاریخ بھی طے ہو، اس طرح کرنے سے زیورات کا مذکورہ معاملہ شریعت کے مطابق ہوجائے گا۔ اور اگر سونے کی نصف مقدار کی قیمت متعین اور نصف مجہول ہو تو جتنے سونے کی قیمت متعین ہے اگر ادائیگی قیمت کا وقت بھی متعین ہے تو اس مقدار میں یہ معاملہ درست ہوجائے گا اور اگر قیمت تو متعین ہو لیکن مدت متعین نہ ہو تو پھر اس مقدار میں بھی معاملہ فاسد ہوجائے گا البتہ اگر معاملہ ادھار نہ ہو بلکہ نقد ہو تو مدت متعین کرنا ضروری نہیں، مگر زیورات یا رقم میں سے کسی ایک چیز پر فوری قبضہ ضروری ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نواں باب
زیورات کی تجارت
گاہک اور دوکاندار کے درمیان
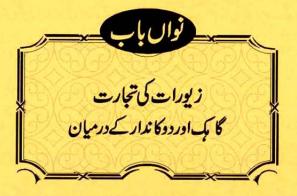
زیورات کی خرید وفروخت گاہک اور دوکاندار کے درمیان

ہمارے یہاں عام طور پر دو طرح کے زیورات ہوتے ہیں۔ایک قسم کے زیورات میں نگینہ اور موتی ہوتے ہیں۔اور دوسرے قسم میں نہیں ہوتے، اس لئے پہلے قسم اول کی فروخت کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے، اس کے بعد دوسری قسم کا طریقہ لکھا جائے گا۔

پہلی قسم کے زیورات کے فروخت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی خریدار دوکاندار کے پاس آتا ہے اور زیورات کا کوئی سیٹ پسند کر لیتا ہے تو اس کا مجموعی وزن پہلے ہی سے اس کے ساتھ لکھا ہوا ہوتا ہے، اس وزن میں سے موتی اور نگینوں کا وزن کاٹ دیا جاتا ہے اور باقی ملاوٹ شدہ سونے کا وزن رہ جاتا ہے، اس میں مقررہ شرح سے چھیجت جوڑ دی جاتی ہے، پھر سونے کی قیمت مروجہ بھاؤ سے لگائی جاتی ہے، اس کے بعد اس میں بنوائی کی اجرت اور نگینوں کی قیمت شامل کر کے کل قیمت گاہک کو بتادی جاتی ہے اور پھر باہمی رضامندی سے مجموعی قیمت سے کچھ کم وبیش پر سودا نقد ہو جاتا ہے، اس عمل کی مزید وضاحت کے لئے مثال درج ذیل ہیں۔

مثال

زیورات کا کل وزن	50-000	گرام
اندازاً نگینوں کا وزن	6-000	گرام
ملاوٹ شدہ سونے کا وزن	44-000	گرام
چھیجت مروجہ شرح سے	4-000	گرام
	48-400	گرام

48-400 گرام سونے کی قیمت

3000/= فی گرام	1,45,200/=
مزدوری	6,000/=
نگینہ	4,500/=
کل قیمت	1,55,700/=

مذکورہ طریقۂ فروخت میں درج ذیل باتیں دریافت طلب ہیں۔

نگینوں کا وزن کم کرنا

جڑاؤ زیورات کے کل وزن میں سے نگینوں کا وزن کم کیا جاتا ہے، جیسا کہ مثال میں واضح ہے، اور نگینوں کا وزن کم کرنے کے لئے بہت سے لوگ نگینوں کے وزن کا صحیح صحیح حساب رکھتے ہیں، اور حساب کے مطابق وزن کم کرتے ہیں، اور اکثر لوگ اندازے سے وزن کم کرتے ہیں، اور اندازہ بھی تقریباً صحیح ہوتا ہے، یہ محتاط لوگوں کا طریقہ ہے، اور بعض لوگ اس میں بڑی بے

احتیاطی کرتے ہیں اور نگینوں کے حقیقی وزن سے کم وزن کاٹتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ سونے کی قیمت مل سکے، شرعاً ان طریقوں کے مطابق نگینوں کا وزن کم کرنے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... ذکر کردہ صورت کے مطابق بھی زیورات فروخت کرنا جائز ہے البتہ اس میں نگینوں کا وزن کم کرنے میں صحیح وزن یا بہت ہی محتاط اندازہ ٹھیک ٹھیک لگانا ضروری ہے اس میں بے احتیاطی کرنا جائز نہیں اور زیورات کے بیچنے کا بے غبار جائز طریقہ یہ ہے کہ گاہک کو یہ تفصیل نہ بتائی جائے کہ اس زیور میں اتنا سونا ہے، اتنا وزن نگینوں کا ہے اور اتنی مزدوری ہے بلکہ اپنے طور پر حساب کرنے کے بعد جتنی قیمت پر وہ زیور فروخت کرنا مقصود ہے وہ گاہک کو بتادیا جائے کہ اس زیور کی کتنی قیمت ہے پھر باہمی رضامندی سے جو بھی قیمت طے ہوجائے اس پر فروخت کردیا جائے۔

خریدار سے چھیجت لینا

سوال:...... دوسری چیز چھیجت ہے جو زیورات کی فروخت کے وقت سونے کے وزن کے اوپر ایک خاص شرح سے حساب میں جمع کی جاتی ہے، پھر مقررہ بھاؤ سے سونے کی قیمت لگائی جاتی ہے اس طرح سونے کی قیمت میں جمع کی ہوئی چھیجت کی قیمت بھی شامل ہوجاتی ہے، جیسا کہ مثال میں واضح ہے کہ سونے کا وزن 44 گرام دیا جارہا ہے اور قیمت 400-48 گرام کی وصول کی جارہی ہے، اور چھیجت اس وجہ سے لی جاتی ہے کہ دوکاندار اس زیور کی

بنوائی میں کاریگر کو کم وبیش ادا کر چکا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... اگر سونے کے زیور کی بیع سونے کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً کرنسی سے ہو تو چھیجت اور مزدوری کا خرچہ جمع کرنا جائز ہے کیونکہ یہ دکاندار کی لاگت ہے، اور لاگت کو سونے کی قیمت کے ساتھ جمع کرنا جائز ہے، تاہم یہ ضروری ہے کہ جتنی چھیجت دکاندار نے دی ہے، اتنی ہی جمع کی جائے، اس سے زائد چھیجت جمع کرنا جائز نہیں، یہ اس وقت ہے جب چھیجت الگ سے بتائی جارہی ہو لیکن اگر زیور کی بیع کرنسی سے ہو رہی ہو اور زیور کی مجموعی قیمت باہمی رضامندی سے طے کی جارہی ہو جیسا کہ اوپر تجویز کیا گیا تو باہمی رضامندی سے کوئی بھی قیمت مقرر کی جاسکتی ہے۔ اور اگر سونے سے تبادلہ ہو تو یہ اخراجات جمع نہیں کئے جاسکتے۔ [1]

ملاوٹ شدہ سونے کے بھاؤ کو خالص سونے کے بھاؤ کے تناسب سے زیادہ مقرر کرنا

سوال:...... مذکورہ بالا مثال میں سونے کا جو بھاؤ لکھا گیا ہے وہ ملاوٹ شدہ سونے کا بھاؤ ہے، اور یہ بھاؤ خالص سونے کی قیمت کے ساتھ منسلک ہوتا ہے، اور خالص کے بھاؤ میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ ملاوٹ شدہ سونے کے بھاؤ میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، لیکن خالص اور ملاوٹ شدہ سونے کے مابین قیمت

---

[1] فی المبسوط: لاقیمة للصنعة فی الذهب و الفضة عند المقابلة بجنسها. (۴ /ج ۱۴) فی الهداية: ان الجودة معقومة فی ذاتها حتی تعتبر عند المقابلة بخلاف جنسها و فی تصرف المريض وان كانت لاتعتبر عند المقابلة بجنسها سمعا(۴/ ۵۳۴ كتاب الرهن) وفی الكفاية: فالجودة والصناعة كعين مال قائم.

کا جو فرق ہے، وہ عام طور پر ملاوٹ کے تناسب کے عین مطابق نہیں ہوتا، بلکہ بھاؤ تھوڑا سا زیادہ ہوتا ہے، مثلاً خالص سونے کی قیمت 36,000/= فی تولہ ہے تو ملاوٹ شدہ کی قیمت 33,000/= روپے فی تولہ ہوتی ہے، لیکن عام طور پر 33,500/= مقرر کی جاتی ہے، اس انداز سے سونے کی قیمت مقرر کرنے اور اس کے مطابق بھاؤ لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... قیمت طے کرنا گاہک اور دکاندار کی باہمی رضامندی پر مبنی ہے وہ دونوں جس قیمت پر راضی ہو جائیں اس پر خرید و فروخت درست ہے، البتہ دھوکہ دینا جائز نہیں کہ زیادہ کھوٹ کو کم کھوٹ ظاہر کریں اس لئے گاہک پر واضح کر دیا جائے کہ اس سونے میں اتنی ملاوٹ ہے اور میں آپ کو مثلاً 33500/= روپے میں دوں گا، اگر گاہک اس پر راضی ہو جائے تو اس قیمت پر فروخت کرنا درست ہے۔[1]

گاہک سے زیورات بنانے کی مزدوری وصول کرنا

سوال:...... چوتھی چیز مزدوری ہے جو کہ زیورات پر دوکاندار کاریگر کو ادا کرتا ہے، اور پھر مزدوری کم و بیش گاہک سے وصول کی جاتی ہے اس طرح سے مزدوری لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... اگر زیور بنانے کے لئے اپنا سونا دکاندار کاریگر کو دیتا ہے تو اس کو مزدوری دینا جائز ہے اس طرح اگر زیور دکاندار گاہک کو روپوں کے بدلے فروخت کرتا ہے تو مزدوری کی رقم قیمت کے ساتھ شامل کرنا جائز ہے لیکن اگر

[1] فی الدر: لاباس ببیع المغشوش اذا بین غشہٗ او کان ظاہرا یری(۵/ ۲۳۸) واللہ اعلم

دکاندار گاہک کو سونے کا زیور سونے کے بدلے میں دیتا ہے تو اس میں مزدوری لینا جائز نہیں، لہٰذا گاہک کو سونے کا زیور پیسوں سے ہی بیچنا چاہئے، اور پیسوں میں وہ قیمت بھی شامل کی جاسکتی ہے جو دکاندار نے کاریگر کو دی ہے۔

نگینوں کی قیمت گاہک سے لینے کا حکم

سوال:...... ان زیورات میں خریدار سے نگینوں کی قیمت بھی الگ سے وصول کی جاتی ہے، کیونکہ نگینوں کا وزن کم کردیا جاتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

بعض لوگ ایسا بھی کرتے ہیں کہ کل وزن میں سے نگینوں کا وزن نہیں نکالتے اور الگ سے ان کی قیمت بھی نہیں لیتے۔ بلکہ نگینوں کا وزن سونے کے وزن میں شامل کرکے نگینوں کو سونا قرار دیا جاتا ہے، یعنی نگینوں کو سونے کے بھاؤ بیچ دیا جاتا ہے اور پھر جھیجت سونے کے اصل وزن اور نگینوں کے وزن کے مجموعہ پر لی جاتی ہے، اس طرح نگینوں کو سونا شمار کرنا اور اس پر جھیجت بھی لینا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:...... نگینوں کی قیمت الگ لینا درست ہے۔ لیکن نگینوں کو سونا شمار کرکے سونے کی قیمت لینا درست نہیں ہے کیونکہ یہ دھوکہ ہے، ہاں اگر گاہک کو صاف طور پر بتادیا جائے کہ ہم نگینے سونے کی قیمت میں دیں گے اور وہ اس پر راضی ہوجاتا ہے تو باہمی رضامندی سے نگینوں کی کوئی بھی قیمت وصول کی جاسکتی ہے، اور جھیجت اتنی جوڑنا جائز ہے جتنی دکاندار نے آگے دی ہے، اور اگر جڑاؤ زیور کی مجموعی قیمت مقرر کرلی جائے، ہر چیز کی الگ الگ قیمت کا تعین نہ کیا جائے، تو باہمی رضامندی سے کوئی بھی قیمت مقرر کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ زیور پیسوں سے خریدا جارہا ہو۔

سادے زیورات کے مینہ کا حکم

سوال:......زیورات کی دوسری قسم سادہ ہوتی ہے، جس میں نگینہ نہیں ہوتے، البتہ بعض سادہ زیورات میں مینا لگا ہوا ہوتا ہے، اس کے فروخت کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ خریدار جو سیٹ پسند کر لیتا ہے دوکاندار اس کے وزن میں جھیجت شامل کرتا ہے، اور سونے کی قیمت لگا کر مزدوری شامل کر لیتا ہے، اور اس طرح کل قیمت خرایدار کو بتا کر فروخت کر دیتا ہے، مثال حسب ذیل ہے۔

زیور کا وزن گرام	:	50 - 000
چھیجت	:	5 - 000
		55 - 000

55 گرام سونے کی قیمت

3000/= فی گرام	:	1,65,000/=
مزدوری	:	5,000/=
کل قیمت	:	1,70,000/=

پہلی قسم کے یعنی جڑاؤ زیورات کی فروخت میں جس طرح سونے کے وزن میں الگ سے چھیجت اور قیمت میں علیحدہ سے مزدوری شامل کی جاتی ہے بالکل اسی طرح یہاں بھی شامل کرتے ہیں، اور مینہ والے زیورات بھی اس طرح فروخت کئے جاتے ہیں اور ان میں سے مینے کا وزن نہیں کاٹا جاتا، اور نہ ہی مینہ کی قیمت الگ سے شامل کی جاتی ہے، شرعاً ان زیورات کے فروخت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:......سادے زیورات جن میں مینہ لگا ہوتا ہے ان کا حکم بھی نگینہ

والے زیورات کی طرح ہے کہ اگر گاہک کو صاف طور سے بتا دیا جائے کہ اس میں مینے کو سونا فرض کر کے اس کی قیمت سونے کی لگائی جارہی ہے اور وہ راضی ہو جاتا ہے تو باہمی رضامندی سے یہ سودا جائز ہوگا۔ اور اگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ سونے میں مینے کا وزن بھی شامل کر کے مجموعہ وزن کی قیمت سونے کی وصول کی جارہی ہے تو یہ ایک طرح کا دھوکہ ہے جو ناجائز ہے۔ باقی تمام امور کا وہی حکم ہے جو نگینہ والے زیور کا بیان کیا گیا۔

زیورات کی فروخت کا نیا طریقہ

سوال:...... بعض دوکاندار اور اکثر تیار مال فروخت کرنے والے زیورات کی ہر دو قسم کی فروخت میں، مذکورہ بالا طریقوں سے ہٹ کر یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں، کہ وہ زیورات میں سے نہ تو نگینوں کا وزن کم کرتے ہیں اور نہ ہی چھیجت جوڑتے ہیں، اور مزدوری بھی الگ سے نہیں لگاتے، بلکہ زیورات کو تول کر ان کے مجموعی وزن پر فی گرام بھاؤ مقرر کر لیتے ہیں اور اس طرح کل قیمت گاہک کو بتا کر زیور فروخت کرتے ہیں، بیچ کی تمام تفصیلات اس طریقہ میں نہیں بتائی جاتیں۔

نگینہ والے زیورات میں نگینوں کی کم یا زیادہ تعداد، بڑھیا یا گھٹیا اقسام اور بناوٹ کے اعلیٰ اور کمتر معیار کی مناسبت سے قیمت مقرر کیجاتی ہے، اور سادہ زیورات میں بناوٹ کے معیار پر بھاؤ کم یا زیادہ مقرر کیا جاتا ہے، نیز دیگر ممالک میں بھی دونوں اقسام کے زیورات صرف مندرجہ بالا طریقہ پر فروخت کئے جاتے ہیں، اس طریقہ سے فروخت کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:...... اس طریقے سے زیورات فروخت کرنا بلاشبہ جائز ہے، بشرطیکہ

قیمت پیسوں میں متعین کی گئی ہو، بلکہ زیورات کی خرید وفروخت کا یہ طریقہ سب سے بہتر اور بے غبار ہے، اسی کو اختیار کرنا اور رائج کرنا چاہئے۔

زیورات میں سے موتی کی لڑیاں اور بڑے نگینوں کا وزن کم کرنا

سوال:...... جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جدید طریقۂ فروخت میں نگینوں کا وزن کم نہیں کیا جاتا، لیکن یاد رہے کہ بعض زیورات جن میں موتیوں کی لڑیاں اور بڑے بڑے نگینے یا بڑے سائز کی سیپیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں، فروخت کے وقت ان کا وزن کم کیا جاتا ہے، اوران کی قیمت الگ سے لگائی جاتی ہے، اور یہ بات بھی مشاہدہ میں آئی ہے کہ بعض دوکاندار موتی کی لڑیاں یا بڑے نگینوں والے زیورات کے وزن میں سے موتی کا وزن کم نہیں کرتے بلکہ قیمت کو کم کر کے بھاؤ لگالیتے ہیں، مثلاً بغیر موتی والا زیور اگر =/4,000 فی گرام فروخت ہوتا ہے تو موتی کی لڑیوں والا =/3,000 فی گرام فروخت کرتے ہیں، شرعاً ہر دو صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

بغیر تول کے زیورات فروخت کرنا

سوال:...... سونے اور چاندی کے زیورات کی بغیر وزن کئے ہوئے قیمت مقرر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مثلاً سونے کے کسی سیٹ کا نہ تو وزن کیا جائے اور نہ ہی مروجہ بھاؤ سے سونے کی قیمت لگائی جائے، نہ الگ سے مزدوری شامل کی جائے اور وضاحت صرف اتنی ہو کہ یہ سونے کا زیور ہے، حساب وکتاب کچھ نہیں بتایا جاسکتا، کل قیمت =/2,00,000 روپے ہے۔

نیز یہ کہ زیور کے علاوہ اگر سونے کی ڈلی یا ٹکڑا کوئی شخص فروخت کرنا چاہے، اور شرط یہ عائد کرے کہ بلا وزن کئے ہوئے فروخت کروں گا، کسی بھاؤ کا اطلاق نہیں ہوگا، بس ایک ڈلی ہے اور قیمت مثلاً =/1,00,000 روپے ہے، اس طرح سونے کی بیع کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:...... سونے کا متعین زیور یا متعین ڈلی بغیر وزن کئے رقم کے بدلے فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ زیور یا ڈلی خریدار کو دکھا دی گئی ہو، اور باہمی رضامندی سے اس کی کوئی بھی قیمت طے کی جاسکتی ہے۔

زیورات کی ادھار خرید و فروخت

سوال:...... بعض مرتبہ خریدار کوئی زیور پسند کرلیتا ہے، اور قیمت بھی طے ہوجاتی ہے، اور وہ خرید لیتا ہے، خریدنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ قیمت کا کچھ حصہ اب رکھ لیجئے، باقی رقم میرے پاس فی الحال نہیں ہے، لہٰذا بعد میں ادا کروں گا، دوکاندار ایسا کرنے پر راضی ہوجاتا ہے اور اس کو مال دیدیتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... روپے کے بدلے میں یہ صورت شرعاً درست ہے، البتہ باقی رقم کی ادائیگی کی مدت طے کرلی جائے۔

سوال:...... بعض مرتبہ دوکاندار خریدار کا پسندیدہ زیور قیمت وغیرہ طے کرکے خریدار کے سپرد کردیتا ہے اور پوری قیمت ادھار ہوجاتی ہے، لیکن قیمت کی ادائیگی کے لئے کوئی مدت متعین نہیں ہوتی، خریدار کی مرضی پر موقوف ہے جب چاہے قیمت ادا کردے، اور بعض مرتبہ قیمت کی ادائیگی کی مدت بھی متعین ہوجاتی ہے، ان دونوں صورتوں میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:...... اگر سودا ادھار ہوا ہے تو ادائیگی کی مدت متعین کرنا ضروری

ہے، اگر مدت متعین نہیں کی گئی تو بیع فاسد ہو جائیگی جسے ختم کرنا ضروری ہے، اور اگر بیع نقد ہوئی ہے تو خریدار پر فی الحال رقم کی ادائیگی واجب ہوگی لیکن اگر اس کے پاس فی الحال رقم نہیں اور دوکاندار بطور احسان کے ادائیگی اس کی سہولت پر چھوڑ دے تو جائز ہے، اس صورت میں مدت متعین کرنا ضروری نہیں۔ ❶

ادھار معاملے میں زیور اور اس کی قیمت کی تعین کے بعد فی الحال اس پر قبضہ نہ کرنا

سوال:...... بعض مرتبہ گاہک کوئی زیور پسند کر لیتا ہے۔ اور قیمت بھی طے ہو جاتی ہے یعنی سودا ہو جاتا ہے لیکن گاہک مال پر عملاً قبضہ نہیں کرتا، قیمت بھی ادا نہیں کرتا، اور نہ ہی زیور لیکر جاتا ہے، بلکہ اپنے لئے ایک خاص وقت تک مخصوص کروا کر رکھوا دیتا ہے، اور وقت مقررہ پر آکر قیمت ادا کر کے لیجاتا ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...... اگر قیمت کرنسی میں طے ہو جاتی ہے تو یہ صورت جائز ہے کیونکہ زیور متعین ہے اگر گاہک اس کو لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ ❷

---

❶ فی الدر: (وصح بثمن حال) وهو الاصل (ومؤجل الی معلوم) لئلایفضی الی النزاع(۵۳۵/۴) فی الهداية: ولایجوز البيع الی قدوم الحاج وكذالک الی الحصاد. بخلاف ما اذا باع مطلقا ثم اجل الثمن الی هذه الاوقات حيث جاز لان هذا تاجيل فی الدين وهذه الجهالة فيه متحملة بمنزلة الكفالة ولا كذلک اشتراطه فی اصل العقد لانه يبطل بالشرط الفاسد. (۶۱/۳) و فی الشامية: و عن محمد انه لايفسد البيع ويصح التاخير لان التاخير بعد البيع تبرع فيقبل التاجيل الی الوقت المجهول الخ(۵۳۲/۴۱) فی(الدار المختار: ۲۳/۴) له ألف من ثمن المبيع فقال: أعط كل شهر مائة فليس بتأجيل.

❷ فی المبسوط للسرخسی: وان اشترى خاتم فضة او خاتم ذهب فيه فص او ليس فيه فص بكذا فلوسا وليست الفلوس عنده فهو جائز ان تقابضا قبل التفرق او لم يتقابضا لان هذا بيع وليس بصرف فانما افترقا عن عين بدين لان الخاتم يتعين بالتعيين بخلاف ما سبق فان الدراهم والدنانير لاتتعين بالتعيين فلهذا شرط هناک قبض احد البدلين فی المجلس ولم يشترط هنا. (۱۳۶/۱۲)

ادھار معاملے میں قبضہ نہ کرنے کی صورت میں زیور ضائع ہو جائے تو نقصان کا ذمہ دار کون ہوگا؟

سوال:...... بعض مرتبہ گاہک زیور پسند کر کے خرید لیتا ہے، اور اس کی قیمت بھی پوری ادا کر دیتا ہے لیکن زیور اپنے قبضہ میں نہیں لیتا، بلکہ دوکاندار کے پاس ہی چھوڑ جاتا ہے، کیا یہ سودا مکمل سمجھا جائے گا، اور اگر خدانخواستہ دوکاندار کے پاس یہ زیور ضائع یا چوری ہوگیا، تو یہ نقصان خریدار کا ہوگا یا دوکاندار کا؟ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالئے۔

جواب:...... اگر خریدار نے خریدنے کے بعد زیور پر قبضہ نہیں کیا اور دکاندار کے پاس وہ زیور ضائع ہوا تو دکاندار کا نقصان ہوا اور اگر خریدار نے قبضہ کر کے پھر دکاندار کے پاس رکھوا دیا تو یہ امانت ہوگا ضائع ہونے کی صورت میں دکاندار ضامن نہیں ہوگا، بشرطیکہ دکاندار نے حفاظت میں کوتاہی نہ کی ہو۔

از روئے شرع قبضہ کی حقیقت یہ ہے کہ اگر دکاندار نے خریداری کے بعد زیور خریدار کے ہاتھ میں دے دیا یا خریدار کے سامنے رکھ کر یہ کہا کہ لو یہ آپ کا زیور ہے خریدار اگر اس کو لینا چاہتا تو لے سکتا تھا کوئی رکاوٹ نہ تھی تو اس صورت میں بھی شرعاً قبضہ مکمل ہوگیا۔ اگر دکاندار نے خریداری کے بعد زیور نکال کر خریدار کو نہیں دیا بلکہ شوکیس یا الماری کے اندر ہی خریدار کو دکھا دیا تو اس صورت میں یہ خریدار کا قبضہ نہیں کہلائے گا۔ اس صورت میں اگر زیور ضائع ہوا تو دکاندار کا ہوگا۔

بیعانہ دیکر مال رکھوانا

سوال:......(۱) بعض مرتبہ خریدار زیور پسند کرتا ہے اور قیمت بھی طے ہو جاتی ہے لیکن وہ پوری قیمت دیکر زیور نہیں لیتا بلکہ کچھ رقم بطور بیعانہ جمع کرادیتا ہے، اور اپنے لئے زیور کو مخصوص کروا کر رکھوا دیتا ہے، اور وقت مقررہ پر بقیہ رقم دیکر زیور لیجاتا ہے، زیورات کی اس طرح خرید وفروخت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) مذکورہ بالا صورت میں بعض مرتبہ خریدار زیور کی بقیہ قیمت ادا کرنے اور زیور لینے سے معذوری ظاہر کرتا ہے اور اپنے ادا کئے ہوئے زر بیعانہ کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے، ایسی صورت میں بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے یا بیعانہ ضبط کیا جاسکتا ہے یا بیعانہ کا کچھ حصہ ضبط کیا جاسکتا ہے، یا گاہک کو زیور لینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

(۳) بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ خریدار زیور کے سلسلہ میں بیعانہ رکھوا کر چلا جاتا ہے اور دوکاندار کسی وجہ سے زیور دینے سے معذور ہو یا انکار کرے تو خریدار اس کو زیور دینے پر مجبور کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا زر بیعانہ کی واپسی کے ساتھ کچھ اضافی رقم کا مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ شرعاً ایسے معاملات کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... بیعانہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک قسم وہ ہے جو سودا مکمل ہو جانے کے بعد دیا جاتا ہے، یہ دراصل قیمت کا حصہ ہوتا ہے جو پیشگی دیا جاتا ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جو بیع ہونے سے قبل بیع کو پکا کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اس صورت میں سودا مکمل نہیں ہوتا صرف وعدہ ہوتا ہے، اور جو بیعانہ دیا جاتا ہے وہ

امانت ہوتا ہے، سودا مکمل ہو جانے کے بعد وہ امانت رقم بطور ثمن (قیمت) کے محسوب کرلیا جاتا ہے۔

لہٰذا اس صورت میں اگر سودا مکمل ہو گیا ہے اور قیمت کا بعض حصہ ادا کر دیا گیا، اور بقیہ ادھار کیا گیا ہے تو یہ جائز ہے۔

(۲) دونوں صورتوں میں بیعانہ ضبط کرنا جائز نہیں، ہاں اگر بیع ہو چکی ہو تو خریدار کو زیور لینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

(۳) اگر بیع مکمل ہو جائے تو بیع ہو جانے کے بعد گاہک زیور کا مالک بن جاتا ہے، دکاندار کے لئے جائز نہیں ہے کہ گاہک کا زیور کسی اور کو دے یا گاہک کے مطالبے پر نہ دے۔ اور اگر دکاندار انکار کرے تو گاہک اس کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ زیور دے۔

قسطوں پر زیور کی فروخت

سوال:...... سونے اور چاندی کے زیورات کی خرید و فروخت میں کچھ لوگ قسطوں پر زیورات خریدنے کے خواہشمند ہوتے ہیں، لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ سونا یا اس کے زیورات قسطوں پر فروخت کئے جاسکتے ہیں یا نہیں نیز یہ کہ دیگر مال کی طرح اس کی بھی دو قیمتیں متعین کی جاسکتی ہیں یا نہیں، مثلاً نقد ادائیگی کی صورت میں قیمت 1,000 روپے اور قسطوں میں ادائیگی کی صورت میں 1,500 روپے مقرر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:...... سونے کی بیع اگر کرنسی کے بدلے میں ہو تو ادھار خرید

وفروخت جائز ہے، تاہم ادھار کی وجہ سے بازاری نرخ سے زیادہ قیمت مقرر کرنا جائز نہیں، کیونکہ سونے کا حکم دوسری اشیاء کی طرح نہیں، دوسری اشیاء میں ادھار کی وجہ سے قیمت زیادہ مقرر کی جاسکتی ہے، لیکن سونے چاندی میں ادھار کی وجہ سے بازاری نرخ سے زیادہ قیمت مقرر نہیں کی جاسکتی۔ [1]

قیمت کچھ نقد اور باقی قسطوں پر خریداری کا حکم

سوال:......ایک شخص کسی زرگر سے سونا خریدتا ہے، اس طرح کہ سونے کی قیمت طے ہوجاتی ہے، اور خریدنے والا زرگر سے کہتا ہے، کہ میں کچھ رقم ابھی دوں گا اور باقی رقم ماہانہ قسطوں پر ادا کروں گا۔ مثلاً سونے کی قیمت خریدتے وقت 40 ہزار روپے طے ہوئی۔ اور اس نے زرگر کو 10 ہزار نقد دے دیئے، اور باقی ماہانہ ڈھائی ہزار قسط ہوگی۔ تو اس صورت میں سونا خریدنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:......خرید وفروخت کی مجلس میں اگر سونے پر قبضہ ہوجائے تو یہ بیع درست ہے اور قیمت کچھ نقد اور باقی قسط وار طے کر کے ادا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ

---

[1] فی البحوث فی قضایا فقهیة معاصرة، حکم الأوراق النقدیة (ج ۱، ص ۱۷۰) ولکن جواز النسیئة فی تبادل العملات المختلفة یمکن أن یتخذ حیلة لأکل الربا، فمثلا اذا أراد المقرض أن یطالب بعشر ربیات علی المئة المقرضة، فانه یبیع مئة ربیة نسیئة بمقدار من الدولارات التی تساوی مئة و عشر ربیات، و سدا لهذا الباب، فانه ینبغی أن یقیّد جواز النسیئة فی بیع العملات أن یقع ذلک علی سعر السوق السائد عند العقد...... و فی الهدایة (۸۵/۳) وَاِنْ کَانَ الْغَالِبُ عَلَیْهِمَا الْغِشَّ فَلَیْسَا فِی حُکْمِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِیرِ) اعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ، فَاِنْ اشْتَرَی بِهَا فِضَّةً خَالِصَةً فَهُوَ عَلَی الْوُجُوهِ الَّتِی ذَکَرْنَاهَا فِی حِلْیَةِ السَّیْفِ وَاِنْ بِیعَتْ بِجِنْسِهَا مُتَفَاضِلًا جَازَ صَرْفًا لِلْجِنْسِ اِلَی خِلَافِ الْجِنْسِ......قَالَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَمَشَایِخُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ لَمْ یُفْتُوا بِجَوَازِ ذٰلِکَ فِی الْعَدَالِی وَالْغَطَارِفَةِ لِاَنَّهَا أَعَزُّ الْاَمْوَالِ فِی دِیَارِنَا، فَلَوْ أُبِیحَ التَّفَاضُلُ فِیهِ یَنْفَتِحُ بَابُ الرِّبَا..

ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ نہ کیا جائے۔[1]

فروخت شدہ نیا زیور واپس لینا

سوال:......زیور کے کاروبار میں بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خریدار خریدا ہوا زیور کسی بھی وجہ سے دوکاندار کے پاس واپس کرنے کے لئے لاتا ہے تو خریدا ہوا زیور واپس کرنے کے سلسلہ میں دستور یہ ہے کہ عام طور پر زیور فروخت کرتے وقت ہی دوکاندار خریدار پر یہ واضح کر دیتا ہے کہ تم یہ زیور اگر مجھے واپس کروگے تو اس زیور کی مزدوری تم کو نہیں ملے گی، یعنی فروخت کے وقت زیور کی قیمت میں جو مزدوری جوڑی گئی تھی، وہ واپسی کے وقت زیور کی قیمت میں سے منہا کر دی جائیگی، مثلاً زیور کی قیمت=1,00,000 روپے، جس میں=/2,000 روپے مزدوری کے شامل ہیں تو جس وقت یہ زیور واپس لیا جائے گا تو=/2000 روپے مزدوری کے کاٹ کر=/98,000 روپے واپس کئے جائیں گے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ اگر واپسی کی یہ صورت ناجائز ہے تو اس کا شرعی حل کیا ہے؟

---

[1] فی قضایا فقهية معاصرة: ثم إن هذه الاوراق النقدية وإن كان لايجوز فيها التفاضل ولكن بيعها ليس بصرف لأن الاوراق النقدية ليست اثمانا خلقية وإنما هي أثمان عرفية او اصطلاحية ولايجرى الصرف الا فى الـمـان الخلقية من الذهب والفضة فلا يشترط فيه التقابض فى مجلس العقد نعم يشترط قبض احد البدلين عند الإمام أبى حنيفة واصحابه لأن الفلوس عندهم لاتتعين بالتعيين فلو افترقا دون ان يقبض احد البدلين لزم الافتراق عن دين بدين(ص/١٦٧) فى الهندية: ج/٣/ ص/٢٢٤) وان اشترى خاتم فضة او خاتم ذهب فيه فص او ليس فيه فص بكذا فلسا وليست الفلوس عنده فهو جائز. تقابضا او لم يتقابضا لأن هنا بيع وليس بصرف كذا فى المبسوط. وفيه ايضا: ج/٣/ ص ٢١٧٣: ثم فرق بين بيع الدراهم بالدراهم والدنانير بالدنانير وبيع الفلوس بالدراهم او بالدنانير حيث لم يشترط فى بيع الفلوس بالدراهم او بالدنانير قبض البدلين قبل الافتراق ويكتفى بقبض احد البدلين كذا فى المحيط. (فى البحر: ج/٦/ ص/١٩٤)

بعض مرتبہ دوکاندار زیور واپس لینے کے لئے خریدار پر دو شرطیں لگا دیتا ہے، ایک یہ کہ فلاں مدت تک اگر واپس کرو گے تو ہم پوری قیمت پر واپس لے لیں گے، اور ساتھ یہ شرط بھی ہوتی ہے کہ وہ زیور استعمال نہ کیا جائے، اگر اس نے استعمال کرلیا اور دوکاندار کو کسی بھی طرح سے اس کا علم ہو گیا تو وہ واپس نہیں لیتا، فروخت شدہ زیور کی واپسی میں یہ شرط لگانا کیسا ہے؟

جواب:...... دکاندار کا زیور واپس لینا دراصل دوبارہ خریدنا ہے، اور شرعاً دکاندار پر اپنا فروخت کیا ہوا زیور دوبارہ خریدنا لازم نہیں، اس لئے اگر وہ یہ شرط بھی لگا دے کہ میں واپس نہیں لوں گا یا اتنے عرصہ کے بعد واپس نہیں لوں گا تو یہ بھی جائز ہے۔ لہٰذا اگر وہ پرانا زیور واپس نہ لے یا مقررہ مدت گزرنے کے بعد نہ لے تو اس کی گنجائش ہے۔ اور کم قیمت پر لینا گاہک کی رضامندی پر موقوف ہے اگر وہ کم قیمت پر دینے کے لئے راضی ہے تو کم قیمت پر لینا جائز ہے۔ اگر وہ راضی نہ ہو تو دکاندار لینے سے انکار کرسکتا ہے۔

ہاں اگر زیور میں کوئی معتبر عیب ظاہر ہوا جو دکاندار کے یہاں سے آیا تھا تو گاہک ایسا زیور واپس کرسکتا ہے اس صورت میں دکاندار کے لئے واپسی سے انکار کرنا جائز نہیں اور پوری قیمت واپس کرنا ضروری ہے۔

زیورات کے تبادلہ کی دو صورتیں

سوال:...... پرانے زیورات کا نئے زیورات سے تبادلہ کرنے کی عام طور پر دو صورتیں رائج ہیں جن کو الگ الگ تحریر کیا جاتا ہے۔

پہلی صورت:......تبادلہ کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ گاہک اپنا پرانا زیور دوکاندار کے پاس لے کر آتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھے اس کے بدلے میں نیا زیور چاہئے چنانچہ دکاندار اس سے وہ زیور لے لیتا ہے اور وزن کر کے اس زیور کی قیمت لگاتا ہے، یعنی پرانے زیور کی قیمت کا تعین کرتا ہے، اس کے بعد گاہک کو جو زیور مطلوب ہے دوکاندار اس کا وزن کرتا ہے، قیمت لگاتا ہے، اور قیمت طے ہونے کے بعد سودا ہو جاتا ہے، اور دونوں قسم کے زیور میں قیمت کا جو فرق ہے اس کا لینا دینا ہو جاتا ہے۔ تبادلہ کی اس صورت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:......(۱) اس صورت میں درحقیقت سودا زیور کا زیور سے ہو رہا ہے اور فرق ایک دوسرے سے لے لیا جاتا ہے۔ اور ہر زیور کی قیمت لگانا صرف فرق معلوم کرنے کے لئے ہے، اس لئے اس صورت میں دونوں طرف سے سونا برابر ہونا ضروری ہے کمی اور بیشی درست نہیں، لہٰذا یہ صورت ناجائز ہے۔

حل

اگر کمی بیشی کے ساتھ سودا کرنا مطلوب ہو تو اس کا حل یہ کہ پہلے پرانے زیور کو کرنسی کے بدلے میں خرید لیا جائے اور سودا مکمل ہونے کے بعد نیا زیور گاہک کو کرنسی کے بدلے میں فروخت کر دیا جائے تو اس طرح ان کی الگ الگ خرید و فروخت جائز ہے، لیکن پرانے سونے کی خریداری میں یہ شرط لگانا جائز نہیں کہ میں پرانا سونا اس شرط پر خریدتا ہوں کہ تم مجھ سے نیا سونا ضرور خریدو گے، البتہ اگر خریداری میں یہ شرط نہ لگائی جائے پھر باہمی رضامندی سے

خریدار دکاندار سے نیا سونا خرید لے تو کسی بھی قیمت پر ایسا کرنا جائز ہے اور پرانے زیور کو کرنسی کے بدلہ خریدنے کی صورت میں پہلے اس کی قیمت ادا کرنا ضروری نہیں ہے، اس کا سودا کرنے کے بعد نئے زیور کا سودا کرلیا جائے اور دونوں قسم کے زیورات کی قیمت کے فرق کا لین و دین کرلیا جائے۔

دوسری صورت:......زیورات کے تبادلے کی دوسری صورت یہ ہے کہ دوکاندار گاہک سے پرانا زیور لیکر تولتا ہے اور اس میں اندازے سے ٹانکہ اور نگینہ کا وزن کاٹ کر سونے کے وزن کا تعین کرتا ہے اس کے بعد نئے زیور کا وزن کرتا ہے اور اس میں چھیجت جوڑ کر کل وزن میں سے پرانے زیور کے سونے کا متعینہ وزن منہا کردیتا ہے، اور باقی سونے کی قیمت میں مزدوری اور نگینہ کی قیمت شامل کرکے گاہک سے وصول کرلیتا ہے اور اگر پرانے مال میں متعینہ سونے کا وزن نئے زیور کے سونے سے زیادہ ہے تو اس زائد سونے کی قیمت میں سے نئے زیور کی مزدوری اور نگینہ کی قیمت منہا کردی جاتی ہے اور لین و دین مکمل کرلیا جاتا ہے۔شرعاً اس تبادلہ کی کیا حیثیت ہے؟

عام طور پر پرانے اور نئے زیور کے تبادلہ میں مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرلی جاتی ہے اور گاہک بھی اس کو قبول کرلیتا ہے، لیکن واضح ہو کہ ہر دو صورت میں تبادلے کے زیور کا وزن برابر نہیں ہوتا، پرانے زیور کا وزن عام طور پر زیادہ اور نئے زیور کا وزن کم ہوتا ہے، اگر اتفاقاً کبھی وزن برابر بھی ہو تو پرانے زیور کی قیمت کم اور نئے کی

قیمت زیادہ ہوگی، کیونکہ پرانے زیور میں کٹوتیاں کرنا ضروری ہوتا ہے اور نئے زیور میں چھیجت جوڑی جاتی ہے، مزدوری لگائی جاتی ہے اور نگینوں کی قیمت بھی جمع کرنی ناگریز ہوتی ہے۔

اگر کبھی نئے زیور کا خالص سونے سے تبادلہ کیا جائے تو عام طور پر وزن کی برابری نہیں ہوتی کیونکہ زیور کی قیمت چھیجت، اجرت اور نگینوں کی لاگت کی وجہ سے خالص سونے سے زیادہ ہوتی ہے۔

جواب:...... پرانے زیور کی نئے زیور سے تبادلہ کی یہ صورت بیع صرف ہے جس میں وزن کے اعتبار سے برابری ضروری ہے نیز اس میں مزدوری اور چھیجت جوڑنا بھی جائز نہیں اس لئے سوال میں ذکر کردہ تمام صورتیں ناجائز ہیں۔لہٰذا اس کے بجائے اس طرح کیا جائے کہ پرانے زیور کی قیمت لگا کر کرنسی کے بدلے میں فروخت کیا جائے، اور نئے زیور کی بھی قیمت لگائی جائے اور کرنسی ہی کے بدلے میں فروخت کیا جائے۔اس کے بعد دونوں قیمتوں میں برابری کی جائے۔اگر کچھ فرق ہو تو وہ وصول کیا جائے۔[1]

---

[1] عن أبی سعید الخدری وعن أبی هریرة رضی الله عنهما :أن رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم استعمل رجلا علی خیبر فجاء هم بتمر جنیب، فقال اکل تمر خیبر هکذا فقال انا لنا خذ الصاع من هذا بالصاعین والصاعین بالثلاثة فقال لا تفعل بع الجمیع بالدراهم، ثم ابتع بالدراهم جنیبا وقال فی المیزان مثل ذلک. (رواه البخاری: ج/۲/ص/۸۰۸) فی الهدایة: ولایجوز التصرف فی ثمن الصرف قبل قبضه حتی لو باع دینارا بعشرة دراهم ولم یقبض العشرة حتی اشتری بها ثوبا فالبیع فی الثوب فاسد لان القبض مستحق بالعقد حق الله تعالیٰ وفی تجویزه فواته. (ج/۳/ص/۱۰۵)

بسم الله الرحمن الرحيم

دسواں باب

آڈر کے معاملات کی تفصیل
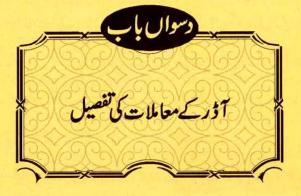
آرڈر دیکر زیورات بنوانا

سوال:......بعض مرتبہ خریدار کو اپنی مطلوبہ ضرورت کا زیور تیار نہیں ملتا تو وہ دوکاندار سے آرڈر پر بنوانے کے لئے کہتا ہے، دوکاندار گاہک کی طلب کو سمجھ کر مطلوبہ زیور کی قیمت کا تخمینہ بتا دیتا ہے، اور معاملہ طے ہونے کے بعد گاہک زر بیعانہ دیتا ہے اور پھر وقت مقررہ پر طے شدہ معاملات کے مطابق بقیہ قیمت ادا کر کے زیور لیجاتا ہے ، آرڈر کے معاملات ایک معاہدہ کے طریقہ پر ہوتے ہیں جس میں زیور کی بنائی کی اجرت اور نگینوں کی قیمت حتمی طور پر طے کر لی جاتی ہے، مگر سونے کی قیمت حتمی نہیں ہوتی، کیونکہ جو زیور مطلوب ہے وہ موجود نہیں ہوتا، لہٰذا صرف سونے کا بھاؤ طے کر لیا جاتا ہے۔اس سلسلے میں چند نکات کی وضاحت مطلوب ہے۔

۱...... مذکورہ بالا طریقۂ کار میں مزدوری، نگینوں کی قیمت اور سونے کا بھاؤ پہلے سے طے کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جبکہ یہ طے کرنا ایک معاہدہ کے طریقہ پر ہے، حتمی بیع زیور تیار ہونے پر کی جاتی ہے۔

جواب:......اس صورت میں مزدوری، نگینوں کی قیمت اور سونے کا بھاؤ وعدے کے طور پر پہلے سے طے کرنا جائز ہے جبکہ حتمی بیع بعد میں کی جائے۔اور اگر پہلے ہی مطلوبہ زیور کی مکمل حتمی قیمت طے کر لی جائے جس میں سونا، نگینہ، مزدوری سب چیزوں کو مدِ نظر رکھا گیا ہو تو یہ بھی جائز ہے۔اور فقہی اعتبار سے یہ استصناع ہے، اس میں یہ ضروری ہے کہ وزن اور ڈیزائن سودے کے وقت متعین کر لئے جائیں، اس

صورت میں بعد میں سونے کے بھاؤ کی کمی بیشی سے قیمت میں فرق نہیں پڑے گا۔[1]

۲......سونے کے بھاؤ میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے، لہٰذا اس سبب سے ہونے والے نقصان کے پیشِ نظر کچھ دوکانداروں نے مختلف قسم کے اصول وضع کر رکھے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سوال:......بعض لوگ سونے کا بھاؤ طے کرنے یعنی (Fix) کرنے سے پہلے سونے کی کل رقم بطور زر بیعانہ طلب کرتے ہیں ورنہ بھاؤ غیر طے شدہ (Unfix) چھوڑ دیتے ہیں اور باہمی رضامندی سے (Delivery) یعنی ادائیگی کے وقت بھاؤ طے کرتے ہیں، شرعاً ایسا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:......دونوں طرح کرنا جائز ہے بشرطیکہ سونے کی خرید وفروخت کرنسی وغیرہ کے عوض میں ہو، سونے کی بیع سونے کے ساتھ نہ ہو، البتہ پہلی صورت میں یہ بیع ہے اور دوسری صورت میں یہ وعدۂ بیع ہے، اس لئے زیور دیتے وقت باقاعدہ بیع کرنا ضروری ہے۔

سوال:......بعض دوکاندار سونے کا بھاؤ بالکل طے نہیں کرتے بلکہ سونے کی قیمت کے عوض سونا لینا طے کرتے ہیں اور ادائیگی کے وقت خریدار کی سہولت کے مطابق یا اس وقت کے بھاؤ سے قیمت لے لیتے ہیں یا پھر اگر خریدار سونا دینا چاہے تو سونا لے لیتے ہیں۔

---

[1] فی الهنداية: الاستصناع جائز فی کل ماجری التعامل فيه کالقلنسوة والخف او الاوانی المتخذة من الصفر والنحاس وما اشبه ذلک استحسانا کذا فی المحیط......وصورته ان يقول للخفاف اصنع لی خفا من اديمک يوافق رجلی ويريه رجله بکذا او يقول للصائغ صغ لی خاتما من فضتک وبين وزنه وصفته بکذا. (ج/۳،ص/۲۰۷)

جواب:...... وعدۂ بیع کی صورت میں یہ جائز ہے کہ بدلے میں سونا دینے کا وعدہ کیا جائے، یہ بیع نہیں ہوگی، بیع کا وعدہ ہوگا، بیع اس وقت ہوگی جب دونوں طرف سے فوری ادائیگی ہوگی۔ چاہے ادائیگی کے وقت باہمی رضا مندی سے سونے کے بجائے قیمت دے دی جائے۔ لیکن بیع کی صورت میں یہ جائز نہیں۔ کیونکہ سونے کی سونے سے بیع صرف ہے جس میں فی الفور نقد ادائیگی ضروری ہے۔

سوال:...... سونے کے عوض میں سونا لینا جب طے ہو جاتا ہے تو پھر زر بیعانہ اگر روپوں کی شکل میں ملے تو اس کو وصول کر کے اسی وقت کے بھاؤ سے سونے کا وزن مقرر کر کے جمع کر لیا جاتا ہے، یعنی روپے وصول کئے جاتے ہیں مگر لکھا جاتا ہے کہ اتنے پیسوں کا سونا وصول پایا، کیونکہ سونے کے عوض میں سونے کی ادائیگی کے معاہدہ کی پابندی مقصود ہوتی ہے۔

جواب:...... ابھی تک چونکہ بیع نہیں ہوئی بلکہ وعدۂ بیع ہے اس لئے جو روپے یا سونا دیا جارہا ہے وہ قیمت کی ادائیگی نہیں ہے۔ اس لئے اگر دکاندار سونے کی شکل میں لکھنا چاہے تو اس کی بے غبار صورت یہ ہے کہ دوکاندار اس رقم کا سونا گاہک کو فروخت کر دے۔ گاہک سونا قبضہ میں لینے کے بعد دکاندار کے پاس امانت رکھوادے۔ اس کے بعد جب بیع ہو تو بقیہ سونا دیکر یہ سونا بھی ملا کر دونوں طرف وزن میں برابری کی جائے۔ اور اگر ایک طرف سے سونا کم ہو تو اس کے ساتھ رقم شامل کر دی جائے تا کہ زائد سونا رقم کے بدلے میں ہو جائے۔

آرڈر پر زیور کی پیشگی رقم لے کر اس سے نفع اٹھانے کا حکم

سوال:...... زیور خریدنے والا زرگر کو زیور بنانے کے لئے رقم دے اور کہے کہ اس تاریخ کو زیور تیار چاہئے اور زرگر اسی رقم کو کاروبار میں لگائے اور فائدہ حاصل کرے اور خریدار سے کہے کہ زیور تیار نہیں ہے کیا یہ فائدہ حاصل کرنا حلال ہے یا حرام؟

جواب:...... آرڈر پر زیور بنوانا استصناع ہے۔ اور استصناع ابتدأ اجارہ اور انتہاءً بیع ہے۔ اور اس میں رقم کاریگر کی ملکیت میں آجاتی ہے، لہٰذا زرگر کے لئے اس رقم سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ البتہ اس پر لازم ہے کہ وقت پر زیور تیار کرکے دے۔ بلا عذر معتبر وقت پر زیور تیار کرکے نہ دینا وعدہ خلافی ہے جو بڑا گناہ ہے جس سے بچنا واجب ہے۔[1]

سوال:...... سونے اور چاندی کا قرض کرنا حلال ہے یا حرام؟

جواب:...... سونے اور چاندی کا ایک دوسرے کے عوض میں جنس یا خلافِ جنس ادھار معاملہ یعنی بیع کرنا جائز نہیں ہے، لیکن قرض لینا جائز ہے، اور قرض

---

[1] اقول، والفقه فيه ان هذا البيع ليس بصرف حتى يجب فيه التقابض لأن الأوراق النقدية من قبل الأثمان الإصطلاحية ومن نوع المحدودات اما الذهب والفضة فالثمان خلقة بجوهريتها وهى من الموزونات فاختلف النوعان قدرا وجنسا لكنها لما كانا هما لايتعين بالتعيين فوجب القبض على أحد البدلين حذراً عن بيع الكالى بالكالى، راجع التفصيل احكام الأوراق النقدية لحضرة الفاضل الشيخ محمد تقى العثمانى حفظه الله، و لما لم يكن هذا البيع صرفاً فهو استصناع للتعامل به ولا يدخل فى السلم لإشتراط الأجل فيه وأقل ذلك شهر ولأن الحلية بصياغتها الخاصة ربما لاتوجد من وقت العقد إلى حلول الأجل. وذلك من شرائط الجواز فى السلم فكونه استصناعاً اقرب. والله اعلم

لینے والے کے ذمہ اتنی ہی مقدار کی اس جنس میں سے واپسی لازم ہے، کمی وبیشی کی شرط لگانا حرام ہے اور قرض اور بیع میں فرق یہ ہے کہ بیع اگر ادھار ہو تو جو مدت ادائیگی کے لئے متعین کی گئی ہو اس سے پہلے مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہوتا، سونے چاندی کی ایسی ہم جنس بیع ناجائز ہے، البتہ قرض میں ادائیگی کی کوئی مدت قرض خواہ پر لازم نہیں ہوتی، قرض دینے والا جب چاہے قرض واپس دینے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

گمشدہ اشیاء کا حکم

سوال:...... بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ خریدار دوکاندار کو اپنا کوئی ذاتی زیور بطور نمونہ کے دیتا ہے اور پھر طویل عرصہ تک لینے نہیں آتا یا کچھ رقم بطور بیعانہ کے دیتا ہے اور بہت عرصہ تک کوئی رابطہ نہیں ہوتا، نیز یہ کہ اکثر گاہک کا فون نمبر یا پتہ بھی نامعلوم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے بیعانہ اور نمونہ کے زیور کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... اس صورت میں جن گاہکوں کا فون نمبر اور پتہ معلوم ہو، ان سے رابطہ کر کے ان کا زیور اور بیعانہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے اور جن کا نام و پتہ کچھ معلوم نہ ہو اور ان سے رابطہ کی بھی کوئی صورت نہ ہو تو ایسے لوگوں کے زیور اور بیعانہ کے بارے میں شرعاً حکم یہ ہے کہ ان کو دوکاندار اپنے پاس امانت کے طور پر اتنا عرصہ تک رکھے کہ مالک کے لینے کے لئے آنے کی توقع ختم ہو جائے اس کے بعد یہ زیور اور بیعانہ کی رقم اصل مالک کی طرف سے نیت کر کے مستحقِ زکوٰۃ فقراء اور مساکین کو صدقہ کر دے، لیکن اگر صدقہ کرنے کے بعد ان کا اصل مالک آجائے تو اس کو صورتحال بتادی جائے اگر وہ صدقہ پر راضی ہو تو خیر اور اگر

وہ زیور یا بیعانہ کی رقم کا مطالبہ کرے تو اس کو ادا کرنا ہوگا، اس صورت میں صدقہ کرنے کا ثواب دوکاندار کو ملے گا۔ (مأخذہٗ امداد المفتین: ص ۸۷۴)

سوال:...... بعض مرتبہ نمونہ کا زیور دوکاندار کے پاس بغیر اس کی کسی کوتاہی کے گم ہوجاتا ہے یا دوکاندار کے ہاں چوری ہوجائے تو ایسی صورت میں کیا دوکاندار پر اس کا تاوان واجب ہے یا نہیں؟

جواب:...... نمونہ کا زیور اگر حفاظت سے رکھنے کے باوجود گم ہوجائے یا دوکاندار کے یہاں چوری ہوجائے تو ایسی صورت میں دوکاندار پر اس زیور کا ضمان ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ [1]

گاہک کے سونے سے زیور بنانا

بعض مرتبہ کوئی گاہک آرڈر دیتے وقت اپنا پرانا زیور یا خالص سونا دوکاندار کو دیتا ہے اور اصرار کرتا ہے کہ مطلوبہ زیورات اس کے سونے سے بنائے جائیں۔ جیسا کہ گذشتہ تفصیلات میں گزرا کہ زیور بنانے کے لئے زیور کے وزن سے زائد سونا ملانا ضرور ہوتا ہے، لہٰذا ایسا معاملہ مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

سوال:...... اگر گاہک مطلوبہ زیور کے وزن سے زائد سونا دے جس سے کہ زیور بنانا ممکن ہو تو گاہک کا سونا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

جواب:...... یہ صورت جائز ہے۔ اس صورت میں دکاندار اپنی مزدوری لے سکتا ہے اور اگر کوئی سونا بچ گیا تو وہ گاہک کا ہوگا جو اس کو واپس کرنا ہوگا۔

سوال:...... اگر سونا مطلوبہ مقدار سے کم ہو تو معاملہ صراحت سے کیا جاتا ہے اور پوری وضاحت کردی جاتی ہے کہ دوکاندار اپنے سونے سے زیور بنائے گا

---

[1] فی الدر المختار: (۵ / ۶۶۴) وھی (الودیعة) امانة...... فلا تضمن بالهلاک مطلقا سواء امکن التحرز أم لا، هلک معها شئ أم لا، لحدیث الدار قطنی: لیس علی المستودع غیر المغل ضمان اه

اور گاہک کا سونا احتیاطاً معاملہ کے اختتام تک محفوظ رکھے گا۔

جواب:......اگر گاہک راضی ہو جاتا ہے کہ دکاندار اپنے سونے سے زیور بنائے تو یہ جائز ہے۔اس صورت میں گاہک کا سونا دکاندار کے پاس امانت ہوگا اور جب وہ اپنے سونے سے زیور تیار کر کے گاہک کے حوالے کریگا اور اس کے بدلے میں اس کا سونا لے گا تو یہ بیع صرف ہوگی اس میں بیع صرف کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ کہ جو سونا دکاندار کے پاس گاہک نے رکھوایا ہے، وہ مجلس عقد میں حاضر کرے اور اس پر قبضہ کرے دوسرا یہ کہ دونوں طرف سے سونے کا وزن برابر ہونا چاہئے ۔ اور اس صورت میں دکاندار کوئی مزدوری یا چھیجت وغیرہ نہیں لے سکتا۔ہاں اگر اس طرح کرلیا جائے کہ دوکاندار کے سونے کا وزن زیادہ ہوتو وہ گاہک سے زائد سونے کا عوض طلب کرسکتا ہے۔اس لئے بہتر ہے کہ دکاندار کا سونا کچھ زیادہ ہو اور وہ اس زائد سونے کے بدلے میں رقم لیکر اپنی مزدوری اور چھیجت وغیرہ کی کمی پوری کر لے۔اور باہمی رضامندی سے اس زائد سونے کی کوئی بھی قیمت مقرر کی جاسکتی ہے۔اور یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ زیور تیار ہو جانے کے بعد دکاندار گاہک کے زیور کو کرنسی کے بدلے خریدے۔اور اپنا زیور کرنسی کے بدلے میں فروخت کرے اور جو فرق ہو وہ بے باق کر دیا جائے۔

سوال:......اگر گاہک پرانا زیور دے کر نیا سامان بنوانا چاہے تو پرانے مال کی قیمت متعین کرلی جاتی ہے اور ادائیگی کے وقت نئے زیور کی قیمت میں سے پرانے مال کی قیمت منہا کر دی جاتی ہے۔

جواب:......اس صورت میں دکاندار پرانے مال کی قیمت کرنسی میں مقرر

کر کے پرانا مال خرید کر قبضہ میں لے لے۔ اور قیمت گاہک کو ادا کرے، یا بیع مکمل ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے یہ طے کرلیں کہ ابھی یہ رقم دکاندار کے پاس ہی رہے گی، جب دوسرا زیور لیں گے اس وقت مقاصہ کرلیں گے اس کے بعد اس کے ساتھ نئے زیور کا معاملہ استصناع کی بنیاد پر کرے۔ پھر اگر چاہے تو ساری قیمت اسی وقت نئے زیور کی قیمت کے طور پر وصول کرلے اور اگر چاہے تو ادائیگی کے وقت وصول کرے۔ یا کچھ ابھی وصول کرے اور اور کچھ بعد میں۔

سوال:...... بعض مرتبہ گاہک مطلوبہ مقدار سے کم سونا دیتا ہے اور شرط لگاتا ہے کہ میرے ہی سونے سے زیور بنایا جائے دوکاندار اقرار کرلیتا ہے لیکن گاہک کا سونا مطلوبہ مقدار سے کم ہے اس لئے اپنا سونا اس میں شامل کرنا ناگزیر ہے اس کے بغیر مطلوبہ زیور بنانا ممکن نہیں ہے اس لئے دوکاندار اپنا سونا شامل کرتا ہے۔ اور جب گاہک زیور لینے آتا ہے تو پوچھتا ہے کہ زیور میرے سونے سے بنایا ہے تو اس کے جواب میں دوکاندار کہتا ہے کہ ہاں آپ ہی کے سونے بنایا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... جب گاہک کا سونا کم ہو تو اس کو بتادیا جائے کہ ہم اس میں اپنا سونا بھی ملائیں گے جس کی قیمت آپ کو ادا کرنی ہوگی۔ اس کے بعد بناتے وقت اپنا سونا ملالیا جائے۔ بنانے کے بعد اگر کچھ سونا بچ جائے تو دکاندار اس کو واپس رکھ لے اور جو سونا گاہک کے زیور میں لگایا ہے اس کی قیمت گاہک سے وصول کرے۔[1]

---

[1] فی المبسوط للسرخسی: و لو استاجر صائغا یصوغ له طوق ذهب بقدر معلوم وقال زد فی هذا الذهب عشرة مثاقیل فهو جائز لانه استقرض منه تلک الزیادة وأمر ان یخلطه بملکه فیصیر قابضا کذالک. ثم استاجره فی اقامة عمل معلوم فیه ذهب له ولان هذا معتاد فقد یقول الصائغ لمن یستعمله ان ذهبک لا یکفی لمن تطلبه فیامره ان یزید من عنده و اذا کان اصل الاستصناع یجوز فیما فیه التعامل فکذالک الزیادة. (ج/۱۴، ص/۴۹)

آرڈر کینسل ہونے کی صورت میں بیعانہ کا حکم

سوال:...... بازار میں ایک دستور یہ بھی ہے کہ جب کوئی گاہک دوکاندار کو مطلوبہ زیور بنا کر دینے کا آرڈر دیتا ہے، تو دوکاندار معاملہ کی پختگی کے لئے خریدار سے کچھ رقم بطور بیعانہ وصول کرتا ہے، اور بیعانہ لیتے وقت خریدار پر یہ شرط عائد کرتا ہے کہ اگر آپ نے وقت مقررہ پر مطلوبہ زیور حاصل نہ کیا تو آپ کا بیعانہ ضبط کرلیا جائے گا، یا بعض لوگ یہ شرط لگاتے ہیں کہ وقت مقررہ پر زیور حاصل نہ کرنے کی صورت میں مطلوبہ زیور کی بنوائی کی اجرت اور چھیجت کی رقم بیعانہ کی رقم سے منہا کر کے باقی رقم واپس کردی جائے گی، خریدار بادلِ ناخواستہ اس شرط کو قبول کرلیتا ہے، شرعاً ایسی شرطیں لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... دکاندار کو مطلوبہ زیور کا آرڈر دینا فقہی اعتبار سے استصناع ہے۔ اور استصناع کا حکم یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کی رضامندی کے بغیر اس کو فسخ نہیں کرسکتا اس لئے اس صورت میں دکاندار گاہک کو مجبور کرسکتا ہے کہ وہ اپنا زیور لے جائے بشرطیکہ زیور آرڈر کے مطابق ہو اور اگر گاہک زیور نہ لیجائے اور اس کی وجہ سے دکاندار کا نقصان ہوا تو دکاندار اپنا حقیقی نقصان گاہک سے طلب کرسکتا ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ گاہک کے انکار پر دکاندار فوری طور پر بیعانہ کی رقم واپس نہ کرے بلکہ زیور کو کسی دوسری جگہ فروخت کرنے کی کوشش کرے اگر پوری قیمت مل گئی تو گاہک کو اس کا مکمل بیعانہ واپس کرے۔ اور اگر کم قیمت ملتی ہے تو کمی

گاہک کے بیعانہ سے وصول کرسکتا ہے۔[1]

استصناع کے متفرق مسائل

سوال:...... میں نے زیور بناتے وقت یہ طے کیا کہ جس دن زیور بن جائے گا اور میں آپ سے زیور وصول کرونگا تو اس دن سونے کی جو قیمت ہوگی میں آپ کو اسی دن کے حساب سے **Payment** کرونگا۔ اس سے پہلے یعنی آرڈر دیتے وقت سونے کا جو بھاؤ ہے مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں ہے بلکہ زیور جس دن میں آپ سے لونگا اُس دن کا جو بھاؤ ہوگا۔ وہی میں ادا کرونگا۔ بہرحال میں نے کچھ دن کے بعد وہ زیور قیمت کا تعین کر کے لے لیا لیکن رقم کچھ دنوں کے بعد ادا کی۔ آیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب:...... آرڈر پر زیور بنوانے (استصناع) کی یہ صورت جہالتِ ثمن کی وجہ سے جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں بیع مکمل ہونے کے بعد بھی زیور کی قیمت متعین نہیں، کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ جب زیور تیار ہو جائے گا تو وصولی والے دن سونے کی قیمت کیا ہوگی، لہٰذا یہ صورت شرعاً جائز نہیں۔

البتہ اس معاملہ کی ایک جائز صورت یہ ہے کہ آپ دکاندار کو زیور کا آرڈر دیتے وقت بیع نہ کریں، بلکہ بیع کا وعدہ کرلیں اور اسے کہیں کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تم میرا مطلوبہ زیور تیار کردو گے تو وہ زیور میں تم سے خریدلوں گا۔ پھر

---

[1] فی الھندیة: الاستصناع جائز فی کل ماجری التعامل فیه کالقلنسوة والخف والاوانی المتخذة من الصفر والنحاس وما اشبه ذلک استحسانا کذا فی المحیط......وصورته یقول للخفاف اصنع لی خفا من ادیمک یوافق رجلی ویریه رجله بکذا او یقول للصائغ صغ لی خاتما من فضتک وبین وزنه وصفته بکذا. (ج/۳،ص/۲۰۷)

جب دکاندار وہ زیور تیار کردے تو آپ اس سے اسی دن کے سونے کے ریٹ کے بدلہ خرید لیں۔ اس صورت میں چونکہ آرڈر دیتے وقت آپ نے بیع نہیں کی بلکہ صرف بیع کا وعدہ کیا ہے اس لئے آرڈر دیتے وقت سونے کی قیمت متعین کرنا لازم نہ ہوگا۔

گیارہواں باب

پرانے زیورات کی خرید وفروخت
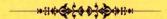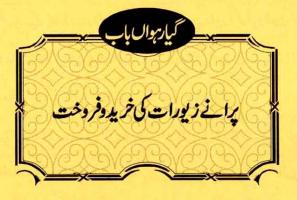
پرانے زیورات خریدنا

سوال:...... جب کوئی شخص اپنا پرانا زیور فروخت کرنے کے لئے دوکاندار کے پاس لاتا ہے تو وہ اس کو تولتا ہے اور چار چیزوں کا اندازہ کرتا ہے، میل کتنی ہے، نگینے یا مینا کتنا ہے، ٹانکہ کتنا ہے اور ملاوٹ کتنی ہے، اپنے طور پر ان کا اندازہ کر کے خالص سونے کے وزن کا اندازہ کرتا ہے اور بازار میں رائج خالص سونے کی قیمتِ خرید کے بھاؤ سے اس کی قیمت لگاتا ہے، اور اگر فروخت کرنے والا رضامند ہو جائے تو اس کی قیمت ادا کر دیتا ہے، اس صورت میں اندازے سے دوکاندار کا چار قسم کی کٹوتیاں کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

جبکہ اس اندازے میں اس بات کا امکان بھی موجود ہے کہ ان چاروں چیزوں کا اندازہ صحیح ہوا ہے یا صحیح کے قریب ہوا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اندازہ صحیح نہ ہو، ہر دو پہلو پر غور فرما لیا جائے۔

(۱) مذکورہ صورت میں ایک بات یہ قابل دریافت ہے کہ چار چیزوں کی اندازے سے کٹوتی کرنے کے بعد جب اس زیور کو صاف کیا جاتا ہے تو اکثر خالص سونا کم و بیش حاصل ہوتا ہے جس کے لحاظ سے نفع بھی کم و بیش ہوتا ہے، اس نفع و نقصان کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور بعض مرتبہ دوکاندار ان چار چیزوں کے اندازے سے کٹوتی کرنے میں غیر محتاط طریقہ اختیار کرتے ہیں اور زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے

قصداً زیادہ کٹوتیاں کر دیتے ہیں ، اس طرح انہیں غیر معمولی نفع حاصل ہوتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:......(۱) صورت مسئولہ میں اگر دوکاندار گاہک کا سونا کرنسی کے بدلے خرید رہا ہو تو اس کے لئے مذکورہ کٹوتیاں کرتے ہوئے سونے کو اندازے سے خریدنا جائز ہے اور خالص سونے کا اندازہ کر کے یہ کہہ دے کہ میرے اندازہ کے مطابق اس میں اتنا سونا ہے اور میں اس زیور کی اتنی قیمت ادا کروں گا۔ یقینی طور پر نہ کہے کہ اس میں اتنا ہی سونا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اتنا سونا نہ نکلے۔

(۲) اگر دوکاندار قصداً اپنے اندازہ سے کم سونا بتاتا ہے تو اس میں گاہک کو دھوکہ دینا ہے جو ناجائز ہے۔ دوکاندار پر لازم ہے کہ وہ اپنے محتاط علم کے مطابق صحیح اندازہ بتائے پھر چاہے سونے کی قیمت کم لگائے لیکن اپنے علم کی حد تک سونے کی صحیح مقدار گاہک کے علم میں لانا ضروری ہے تا کہ اس کو دھوکہ نہ ہو۔

پرانے زیور میں کٹوتی کی مختلف شرحیں مقرر کرنا

سوال:......بعض دوکاندار پرانا زیور خریدنے کے لئے نگینوں کا وزن ، ٹانکہ کی کٹوتی اور ملاوٹ کاٹنے کی مختلف شرحیں مقرر کی ہوتی ہیں اور زیور فروخت کرتے وقت خریدار پر واضح کر دیتے ہیں کہ اگر تم یہ زیور واپس ہمیں ہی فروخت کرو گے تو اس شرح سے کٹوتی کی جائے گی۔ یہ شرحیں صرف اپنا فروخت شدہ زیور واپس خریدنے کی صورت میں مقرر ہیں۔

(۱)......اگر فروخت کنندہ کسی دوسری دوکان سے خریدا ہوا زیور فرخت

کرنے آئے تو دوکاندار کسی شرح کا پابند نہیں ہوتا بلکہ ناواقفیت کی بناء پر محض اندازے سے زیادہ کٹوتی کردی جاتی ہے تاکہ کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہ رہے ،شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(۲)...... نیز مقررہ شرح کے مطابق اس صورت میں بھی کٹوتی کی جاتی ہے جبکہ دوکاندار کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اس زیور میں ٹانکہ برائے نام ہے جس کو اگر مقررہ شرح سے ہٹ کر کم مقدار میں کاٹا جائے تو بھی دوکاندار کو کسی نقصان کا امکان نہیں ہے لیکن وہ نفع حاصل کرنے کے لئے یا متوقع نقصانات کے پیش نظر ایسا کرتا ہے، شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے،؟

(۳)...... جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ دوکاندار اپنے فروخت شدہ زیور خریدتا ہے تو خریدتے وقت کٹوتی متعینہ شرح کے مطابق کرتا ہے، جو اس نے گاہک کو فروخت کرتے وقت صراحت کے ساتھ بتادی ہوتی ہے جبکہ بعض زیورات ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں ٹانکہ برائے نام ہوتا ہے اور کٹوتی اگر مقررہ شرح سے کم مقدار میں کی جائے تو دوکاندار کو کسی قسم کا نقصان نہ ہو، مگر دوکاندار نفع حاصل کرنے کے لئے یا سونے کے بھاؤ میں کمی کی وجہ سے ہونے والے متوقع نقصان سے بچنے کے لئے کٹوتی مقررہ شرح کے مطابق ہی کرتا ہے۔

جواب:...... (۱) کسی زیور میں سونے کا اندازہ کرنا اور اسی اندازے کے مطابق قیمت طے کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ گاہک کو غلط اندازہ نہ بتایا جائے اور اس کو دھوکہ نہ دیا جائے۔ لہٰذا اس صورت میں اگر دوکاندار گاہک کو غلط اندازہ بتاتا ہے تو اس میں دھوکہ ہے۔ اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو سونے کا اندازہ

گاہک کو نہ بتائے بلکہ خود اندازہ کر کے گاہک کو کل زیور کی قیمت بتائے کہ میں یہ زیور اتنی رقم میں خریدوں گا اگر گاہک راضی ہو جاتا ہے تو خریدنا جائز ہے۔

(۳،۲) اس کا حکم بھی درج بالا مسئلہ کی طرح ہے کہ اگر گاہک کو غلط اندازہ بتا کر کٹوتی کی گئی تو یہ ناجائز ہے۔ اگر سونے کے اندازہ کا ذکر نہ کیا جائے اور کل زیور کی قیمت ذکر کی جائے اور گاہک راضی ہو جائے تو خریدنا جائز ہے۔

پرانے زیور کی دو قیمتیں مقرر کرنا

سوال:......(۱) بعض مرتبہ دوکاندار پرانا زیور لانے والے سے یہ معلوم کرتا ہے کہ اس زیور کے بدلے کوئی دوسرا زیور لینا ہے یا رقم لینی ہے اس کے بعد وہ زیور بدلنے کی صورت میں پرانے زیور کی الگ قیمت بتاتا ہے مثلاً 1,00,000 روپے اور رقم لینے کی صورت میں دوسرا نرخ بتلاتا ہے مثلاً 90,000 روپے، اس کے بعد زیور بیچنے والا جو صورت بہتر سمجھتا ہے، اس پر فریقین کا معاملہ طے ہو جاتا ہے، اس طرح معاملہ طے ہونے سے پہلے پرانے زیور کی دو قیمتیں سامنے آتی ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(۲)...... مذکورہ صورت میں بعض مرتبہ تبادلہ کی قیمت طے ہونے کے بعد فروخت کرنے والا نقد رقم کا مطالبہ کرتا ہے جس پر دوکاندار پہلا معاملہ ختم کر کے پرانے زیور کی دوبارہ قیمت مقررہ کرتا ہے جو تبادلہ کی صورت میں بتائی گئی قیمت سے کم ہوتی ہے۔ اس کا کیا حکم؟

جواب:......(۱) اس صورت میں اگر دوکاندار اندازہ درست بتاتا ہے البتہ رقم

لینے کی صورت میں زیور کی قیمت کم لگاتا ہے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، کیونکہ دوکاندار کو اختیار ہے کہ وہ زیور نہ خریدے، لہذا یہ بھی اختیار ہوگا کہ کم قیمت میں خریدنے کے لئے راضی ہو اور گاہک کو بھی اختیار ہے کہ کم قیمت میں فروخت نہ کرے۔

اور دوسرا زیور خریدنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر گاہک زیور کے بدلے زیور خریدے تو یہ بیع صرف ہے اس میں بیع صرف کی تمام شرائط لاگو ہوں گی اور اگر گاہک پہلے اپنے زیور کو رقم کے بدلے فروخت کرتا ہے پھر اس رقم کے بدلے نیا زیور خریدتا ہے تو بیع صرف نہیں، اس میں اندازہ کر کے قیمت طے کرنا جائز ہے۔

(۲)......اس صورت میں اگر صرف قیمت طے ہوئی ہے ابھی تک معاملہ مکمل نہیں ہوا تو دوکاندار انکار کر سکتا ہے اور اگر معاملہ مکمل ہو گیا ہے تو دوکاندار کو معاملہ یک طرفہ طور پر فسخ کرنے کا اختیار نہیں تاہم اپنا وعدہ پورا نہ کرنے کی بناء پر گناہ گار ہوگا۔

پرانا زیور خریدنے کا نیا طریقہ

سوال:...... پرانے زیور خریدنے کا ایک نیا طریقہ یہ ہے کہ زیور کو تول لیا جاتا ہے اور جن کٹوتیوں کا اوپر تفصیل سے ذکر آیا ہے یعنی میل، نگینہ، اور ملاوٹ ان کا ایک اندازہ اپنے ذہن میں لگا کر اس زیور کی Lump sum فی گرام قیمت لگا کر خریدار کو بتا دی جاتی ہے اور اس کی رضامندی پر اسی قیمت سے زیور خرید لیا جاتا ہے، درمیان کی کٹوتیوں کی کوئی تفصیل اس کو نہیں بتائی جاتی، اس طریقۂ خرید میں بھی پرانے زیور کی قیمت تبادلہ کی صورت میں الگ اور رقم لینے کی

صورت میں الگ نرخ سے مقرر ہوتی ہے، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:......اگر یہ خرید وفروخت کرنسی کے ذریعے ہوتی ہے تو یہ جائز ہے، اس میں اپنے طور پر کٹوتیوں کا حساب کر کے مجموعی زیور کی قیمت گاہک کو بتانے او رباہمی رضامندی سے معاملہ کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

کٹوتی کا بذاتِ خود حکم

سوال:......مذکورہ بالا معاملات میں متعدد جگہ پرانا زیور خریدنے میں مختلف قسم کی کٹوتیوں کا ذکر ہوا ہے، پرانا زیور خریدتے وقت اس کے وزن میں سے کٹوتیاں کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:......اگر پرانے زیور کا سودا کرنسی کے بدلے میں ہو تو گاہک کی رضامندی سے ذکر کردہ کٹوتیاں کرنا جائز ہے۔اور اگر سونے کے زیور کے بدلے سونے کا زیور یا سونا دیا جائے تو دونوں کا وزن برابر ہونا چاہئے، کٹوتی کر کے کمی بیشی کرنا جائز نہیں۔

اپنی دکان کے فروخت شدہ پرانے زیور کی خریداری

سوال:......(۱) سونا فروخت کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہار سیٹ میں (موتی) ٹانکا، مزدوری سب ملا کر فروخت کیا جاتا ہے اور واپسی کی صورت میں موتی ٹانکہ اور مزدوری کاٹ کر صرف سونے کے پیسے دئے جاتے ہیں شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سونا فروخت کرتے وقت یہ بات بتادی جاتی ہے کہ واپسی کی صورت میں %20 کاٹ کر پیسے دیئے جائیں گے اور مال خراب نہ ہونے کی گارنٹی بھی دی جاتی ہے اس طرح گاہک خوشی سے مال لیتا ہے۔

جواب:...... (۱) اس صورت میں اگر گاہک کو بتادیا جائے کہ موتی ٹانکا اور مزدوری کی رقم کی مقدار ہم قیمت میں سے کم کردیں گے اور وہ راضی ہوجائے تو ان کی قیمت کم کر کے زیور خریدنا درست ہے، بشرطیکہ زیور کرنسی سے خریدا جارہا ہو۔

(۲) اگر واپسی سے مراد پہلا سودا ختم کرنا ہو تو اس صورت میں سابقہ قیمت پوری لوٹانا ضروری ہے کمی یا زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر زیور میں کوئی نقص پیدا ہوگیا ہو تو اس کے بقدر قیمت کم کر کے زیور واپس لینا بھی جائز ہے، اور اگر واپسی سے مراد پہلا سودا ختم کرنا نہ ہو بلکہ نیا سودا کرنا ہو یعنی ان فروخت شدہ زیوارت کو دوبارہ خریدنا مراد ہو تو اس صورت میں اگر سابقہ بیع کی قیمت دوکاندار پوری پوری وصول کرچکا ہو تو دوبارہ کم قیمت پر خریدنا جائز ہے اور اگر سابقہ سودے کی رقم ابھی تک گاہک کے ذمہ ہو تو پھر کم قیمت پر خریدنا درست نہیں ہے، لانه شراء ماباع باقل ماباع قبل نقد الثمن الاوّل۔

پرانا خریدا ہوا زیور نیا کر کے فروخت کرنا

سوال:...... بعض مرتبہ دکاندار کے پاس کچھ لوگ اپنا معمولی استعمال

شدہ زیور فروخت کرنے کے لئے لاتے ہیں تو قیمت لگاتے وقت دوکاندار اس زیور کو جانچ کر اندازہ لگاتا ہے کہ یہ زیور پالش کے بعد نئے زیور کی طرح ہوجائے گا، یا صرف گلانے کے قابل ہے، پالش کے بعد نئے کی طرح ہوجانے والے زیور کی قیمت عام طور پر زیادہ اور گلانے والے زیور کی قیمت کم لگائی جاتی ہے۔ جو معمولی ردوبدل کے بعد طے ہوجاتی ہے اس طرح پرانا زیور خریدنے میں شرعاً کوئی مضائقہ تو نہیں اور اسی طرح اس زیور کو صاف کرکے پالش کرواکر جب وہ نئے کے مانند ہوجاتا ہے اور بظاہر اس میں کوئی عیب بھی باقی نہیں رہتا، نئے زیور کی طرح اس کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اکثر فروخت کے وقت گاہک کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ یہ زیور پرانا ہے یا معمولی استعمال شدہ ہے، بغیر بتائے فروخت کیا جاتا ہے۔

جواب:...... پرانا زیور اگر رقم کے بدلے میں خریدیں تو اس طرح کم قیمت پر خریدنے میں کوئی حرج نہیں اور اس صورت میں گلانے کے قابل زیور کی قیمت کم لگانا اور پالش کے قابل زیور کی قیمت زیادہ لگانے میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں۔ پھر پالش کرنے کے بعد اس کو نئے زیور کی قیمت پر فروخت کرنا بھی درست ہے۔

زیورات کے تاجروں کی نظر میں وہ معمولی استعمال شدہ زیور جس کی اب

صفائی ہوچکی ہے، نئے زیور کی طرح فروخت کرنے کو اگر معیوب سمجھا جاتا ہو تو اس زیور کو فروخت کرتے وقت صحیح صورت حال کی وضاحت ضروری ہے، اور اگر اس کو معیوب نہ سمجھا جاتا ہو تفصیل بتائے بغیر بھی فروخت کرنا درست ہے۔

بارہواں باب
زیور رکھ کر قرض لینے کے احکام

زیور رہن رکھ کر پیسے قرض لینا
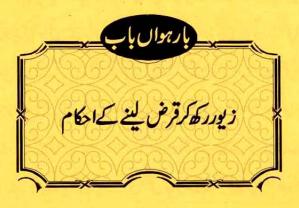
سوال:...... عام طور پر ضرورت مند لوگ اپنا زیور بطور رہن کے رکھ کر کچھ رقم قرض لیتے ہیں، جب کوئی شخص اپنا زیور رکھوا کر قرض لینا چاہتا ہے، تو پہلے زیور کی قیمت کا تعین کیا جاتا ہے اور پھر اس زیور کی قیمت کے مساوی یا اس سے کم رقم بطور قرض دیدی جاتی ہے، اور ساتھ ہی قرض کی ادائیگی کی مدت بھی طے کرلی جاتی ہے، مدت طے کرنے میں قرض لینے والے سے یہ وضاحت بھی کرلی جاتی ہے کہ مقررہ مدت تک اگر رقم کی ادائیگی نہ ہوئی تو رہن کے طور پر رکھا جانے والا زیور بعد مدت کے قرض میں ادا شدہ تصور ہوگا، یہ معاملہ پوری وضاحت کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی زیور کی قیمت بھی لکھی جاتی ہے، قرض کی رقم اور ادائیگی کی مدت بھی واضح ہوتی ہے نیز یہ کہ اگر قرض کی رقم زیور کی متعینہ قیمت سے کم ہو تو ایسی صورت میں میعاد گزرنے کے بعد قرض منہا کرکے بقیہ رقم ادا کردی جاتی ہے ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:...... زیور رہن رکھنا جائز ہے اور رہن رکھتے وقت قیمت کا تعین بھی درست ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ زیور کی قیمت بھی قرض کے برابر ہو، کم و بیش بھی ہوسکتی ہے، لیکن قرض دینے والے کو وہ زیور امانت کے طور پر رکھنا ہوگا، اسے استعمال کرنا یا بیچنا جائز نہیں ہے، نیز اگر قرض لینے والا وقت پر ادائیگی نہ کرسکا تو

دکاندار خود بخود زیور کا مالک نہیں بن جائے گا[1] بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ راہن سے باقاعدہ بیع کرے۔ اور بیع کرنے کے بعد پھر اس زیور پر قبضہ بھی کرے۔ اور اگر چاہے تو راہن کی اجازت سے اس کو بازار میں فروخت کرے۔ اور اپنی رقم وصول کرے اور اگر کچھ بچ جائے تو وہ راہن کو واپس کرے۔ اور اگر قیمت کم ہو تو بقیہ رقم راہن سے وصول کرسکتا ہے، لیکن عام حالات میں راہن کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا درست نہیں۔

اس لئے رہن رکھتے وقت ہی یہ شرط رکھی جائے کہ وقت پر ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں زیور کو فروخت کردیا جائیگا۔ تاہم اگر راہن قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کررہا ہو اور مرہونہ چیز بیچنے کی اجازت بھی نہ دے رہا ہو، تو ایسی صورت میں مرتہن کے لئے راہن کی اجازت کے بغیر بھی وہ چیز بیچ کر اپنا قرضہ وصول کرنا جائز ہے۔[2]

---

[1] فی الهداية: والمراد بقوله عليه السلام لايغلق الرهن على ما قالوا الاحتباس الكلى و التمكن بان يصير مملوكا له كذا ذكر الكرخى عن السلف، وفى الهامش: والدليل عليه ما روى عن الزهرى ان اهل الجاهلية كانوا يرتهنون ويشترطون على الراهن انه ان لم يقض الدين الى وقت كذا فالرهن مملوک للمرتهن فابطل رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلک بقوله لايغلق الرهن وقيل لسعيد بن المسيب قول الرجل ان لم يات بالدين الى وقت كذا فالرهن بيع بالدين فقال نعم. (ج:۴،ص:۵۱۷) فى صفحة ،ص۵۱۸: وكذا قبض الرهن لاينوب عن قبض الشراء اذا اشتراه المرتهن لان العين امانة فلاينوب عن قبض ضمان. فى الدرالمختار: ج/۶،ص/۵۰۸ توقف بيع الراهن رهنه على اجازة مرتهنه او قضاء دينه فى الشامية: (قوله توقف بيع الراهن رهنه الخ) وكذا توقف على اجازة الراهن بيع المرتهن فان اجازه جاز الا فلا.

[2] فى الشامية: (۴/۹۵) فاذا ظفر بمال مديونه له الأخذ ديانة ، بل له الأخذ من خلاف الجنس.

مرہون زیور کی کس دن کی قیمت لگائی جائے گی؟

سوال:......بغیر وضاحت کے معاملات میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ زیور رکھواتے وقت قیمت کا تعین نہیں کیا جاتا اور قرض کی رقم بھی Lump Sum دیدی جاتی ہے اور مدت قرض کبھی طے ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی، قرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں قرض خواہ زیور کی قیمت کا تعین کرنا چاہتا ہے، تو قیمت کا تعین کس بھاؤ سے کیا جائے گا، یعنی جس دن قرض کی رقم دی گئی تھی اس دن کے سونے کے بھاؤ سے قیمت لگائی جائے گی یا جس دن زیور کو قرض میں وصول کیا جارہا ہے اس دن کا بھاؤ لگایا جائے گا؟

جواب:......جس دن زیور کو قرض میں وصول کیا جارہا ہے اس دن کی زیور کی قیمت کا اعتبار ہے۔[1]

---

[1] الدر المختار:(ج:٦، ص/٤٨٠) (والمعتبر قيمته يوم القبض) لا يوم الهلاک کما توهمه فی الأشباه لمخلتفه للمنقول کما حرره المصنف. فی الشامية: قوله(لا يوم الهلاک کما توهمه فی الأشباه) ای فی بحث ثمن المثل فی الفن الثالث. أقول يمکن حمل ما فی الأشباه علی ما اذا استهلکه المرتهن ولذا قال الرملی بعد کلام و أنت إذا أمعنت النظر ظهر لک الفرق بين الهلاک والاستهلاک فقطعت فی صورة الهلاک بأن المعتبر قيمته يوم القبض وفی صورة الاستهلاک يوم الهلاک لو روده علی العين المودعة اه. البحر الرائق شرح کنز الدقائق: لو کانت قيمته يوم الاستهلاک خمسمائة ويوم الارتهان ألفا غرم خمسمائة و کانت رهنا وسقط من الدين خمسمائة: لأن المعتبر فی ضمان المرتهن الرهن يوم قبضه. الدرالمختار:(ج/٦،ص/٤٨٥) (و کذا) يضمن (کل قيمته بجعل خاتم الرهن فی خنصره) سواء جعل فصه لبطن کفه أو لا. وبه يفتی.

فی الشامية: قوله(کل قيمته) ای بالغة ما بلغت لأن صار غاضبا إتقانی و فی الهداية لأن الزيادة علی مقدار الدين أمانه و الأمانات تضمن بالتعدی.

رہن رکھتے ہوئے امانت کے الفاظ بولنا

سوال:...... بعض اوقات قریبی جان پہچان کے لوگ رہن کے معاملات میں صراحت اختیار نہیں کرتے جس کی وجہ سے مسائل پیدا ہوتے ہیں چنانچہ یہاں یہ وضاحت مطلوب ہے کہ لوگ مال رہن رکھواتے ہیں مگر الفاظ امانت کے بولتے ہیں، کیا امانت کے الفاظ ادا کرنے سے رہن کا معاملہ امانت کے زمرے میں آئیگا یا اپنی عملی حیثیت کے اعتبار سے رہن کا معاملہ رہے گا، جبکہ فریقین کے ذہن میں امانت کے الفاظ سے رہن رکھنا اور رکھوانا ہی مقصود ہوتا ہے۔

جواب:...... اگر مقصود رہن رکھوانا ہے تو امانت کے الفاظ سے وہ حقیقت میں امانت نہیں ہوگا بلکہ وہ رہن ہی ہوگا کیونکہ اعتبار الفاظ کا نہیں بلکہ حقیقت کا ہوتا ہے، البتہ جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ قرض دینے والے کے لئے اس کا استعمال یا بیچنا جائز نہیں۔

سوال:...... بعض اوقات رہن رکھوانے والا اپنا زیور امانت کہہ کر رکھواتا ہے اور اس کے عوض قرض بھی وصول کرتا ہے لیکن جب بروقت قرض ادا نہیں کرتا اور قرض دینے والا اس کا زیور قرض میں وصول کرلیتا ہے تو وہ خفا ہوتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ زیور تو امانۃً رکھوایا گیا تھا قرض خواہ نے کیسے وصول کرلیا، جبکہ زیور رکھنے اور رکھوانے کے وقت دونوں کے ذہن میں رہن رکھوانے کا تصور ہوتا ہے، مگر الفاظ امانت رکھنے اور رکھوانے کے بولے جاتے ہیں، جبکہ یہ ایک اصطلاح بن چکی ہے، اس صورت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:...... اگر مقروض قرض وقت پر ادا نہیں کرتا تو قرض دینے والے کے لئے اس چیز کا مالک بن جانا درست نہیں بلکہ وہ صرف اپنی رقم ہی کا مطالبہ کرسکتا ہے، ہاں اگر راہن راضی ہو کہ اس زیور کو فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جائے تو پھر اس کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر رہن رکھتے وقت یہ شرط لگائی گئی تھی کہ اگر فلاں وقت تک ادائیگی نہیں کی تو یہ زیور قرض میں فروخت کر دیا جائیگا تو پھر اس وقت کے بعد زیور کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کرنا جائز ہے، تاہم اگر راہن قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کر رہا ہو اور مرہونہ چیز بیچنے کی اجازت بھی نہ دے رہا ہو، تو ایسی صورت میں مرتہن کے لئے راہن کی اجازت کے بغیر بھی وہ چیز بیچ کر اپنا قرضہ وصول کرنا جائز ہے۔[1]

امانت رکھی ہوئی اور رہن رکھی ہوئی چیزوں کا گم ہو جانا

سوال:...... اکثر و بیشتر گاہکوں کے پاس سے کچھ زیور بطور نمونہ آتے ہیں نیز یہ کہ کچھ لوگوں کا زیور بطور امانت رکھا ہوا ہوتا ہے اور کچھ مال بطور رہن کے بھی رکھا ہوا ہوتا ہے اگر کوئی مال دکاندار کے پاس سے گم ہو جائے یا چوری ہو جائے تو اس کا ضمان دوکاندار کو دینا لازم ہے یا نہیں؟

جواب:...... جو زیورات بطور رہن رکھے گئے ہیں وہ بقدر دین مضمون ہیں۔ یعنی اگر وہ زیور ضائع ہو گئے تو اس کے بقدر قرض دی ہوئی رقم ساقط

---

[1] (فی الشامیة: ۹۵/۴) فاذا ظفر بمال مدیونه له الأخذ دیانة، بل له الأخذ من خلاف الجنس.

ہو جائیگی۔ اور اس مقدار سے جو زائد زیور ہے وہ بحکمِ امانت ہے اس لئے اس کا ضمان دکاندار پر نہیں آئے گا۔ جبکہ اس کے ضائع ہونے میں دکاندار کی کوتاہی نہ ہو اور اگر قرض دی ہوئی رقم رہن رکھے ہوئے زیور سے زائد ہو تو زیور کی قیمت منہا کرنے کے بعد بقیہ قرض دکاندار واپس لے سکتا ہے۔[1]

اور رہن کے علاوہ جو زیورات واقعۃً امانت ہیں اگر دکاندار کی غفلت کے بغیر وہ ضائع ہو جائیں تو ضمان واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر دکاندار کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے زیور ضائع ہوا تو دکاندار ضامن ہوگا۔

راہن اگر رقم بھی ادا نہ کرے اور اپنا مال بھی طلب نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال:...... بلا صراحتِ وقت اگر کوئی چیز رہن رکھی جائے اور مال رکھوانے والا نہ رقم ادا کرے اور نہ ہی اپنا مال طلب کرے تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:......اس سے اولاً رقم طلب کی جائے اگر وہ انکار کرے تو اس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ رہن رکھی ہوئی چیز کو فروخت کر کے ادائیگی کرے۔ یا کم از کم دکاندار کو اجازت دے کہ وہ فروخت کرے۔ اگر وہ اجازت دے دیتا ہے تو اس کے بعد دکاندار کے لئے یہ چیز فروخت کرنا جائز ہے۔ اور آئندہ کے لئے رہن رکھتے وقت ہی یہ شرط رکھی جائے کہ اگر فلاں وقت تک ادائیگی نہ کی تو دکاندار کو

---

[1] فی الهداية: (۱۲۸/۴) قَال وَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنَ الدَّيْنِ ، فَإِذَا هَلَكَ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ ، وَقِيمَتُهُ وَالدَّيْنُ سَوَاءٌ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ ، وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ أَكْثَرَ فَالْفَضْلُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ لِأَنَّ الْمَضْمُونَ بِقَدْرِ مَا يَقَعُ بِهِ الِاسْتِيفَاءُ وَذَاكَ بِقَدْرِ الدَّيْنِ وَإِنْ كَانَتْ أَقَلَّ سَقَطَ مِنَ الدَّيْنِ بِقَدْرِهِ وَرَجَعَ الْمُرْتَهِنُ بِالْفَضْلِ أَنَّ الِاسْتِيفَاءَ بِقَدْرِ الْمَالِيَّةِ

اختیار ہوگا کہ وہ یہ چیز فروخت کر کے اپنی رقم وصول کرے۔[1]

راہن اگر لاپتہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال:...... اگر کچھ مال رہن کے طور پر رکھا ہوا ہو لیکن مال والے کا پتہ نہ معلوم ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...... مالک کے ورثاء اگر معلوم ہوں تو ان سے رابطہ کر کے ان کا پتہ معلوم کیا جائے اور جب تک مالک کی اجازت نہ ہو اس وقت تک اس چیز کو فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ حفاظت سے رکھا جائے۔

اگر راہن کا انتقال ہو جائے تو کیا کرنا ہوگا؟

سوال:...... اگر مال رکھوانے والے کا انتقال ہو جائے تو رقم کس سے وصول کی جائے اور مال کس کے حوالہ کیا جائے اور اگر رقم کی ادائیگی کے لئے ورثاء میں سے کوئی بھی رقم دینے کے لئے تیار نہ ہو تو کیا کرنا ہوگا؟

جواب:...... مرحوم کے ترکہ سے وہ رقم وصول کی جائے۔ اور وہ چیز ورثاء کے حوالہ کی جائے۔ اگر ورثاء رقم دینے کے لئے تیار نہ ہوں تو ان سے اجازت لے کر اس چیز کو فروخت کیا جائے اور اپنی رقم وصول کر کے زائد رقم ورثاء کو لوٹا دی جائے۔

---

[1] فی الدر المختار: ج۶، ص۵۰۸، توقف بیع الراهن رهنه علیٰ اجازة مرتهنه أو قضاء دينه، فی الشامية: (قوله توقف بيع الراهن رهنه الخ) وكذا توقف علیٰ اجازة الراهن بيع المرتهن فان أجازه جاز و الا فلا.

تیرھواں باب
زیورات کے متفرق مسائل
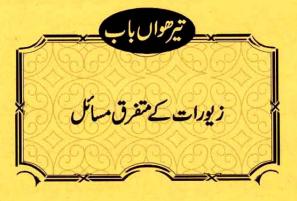
مذہبی نشانات بنانے کا حکم

سوال: ......سونے چاندی کے کچھ زیورات ایسے ہوتے ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے اور بہت سے لاکٹوں میں آیۃ الکرسی بھی لکھی ہوئی ہوتی ہے، ایسے زیورات بنانے اور فروخت کرنے کا کیا حکم ہے۔ نیز یہ کہ ان کے پہننے کا کیا حکم ہے، واضح رہے کہ ایسی چیزوں کو بنانے کے لئے آگ پر تپانا بھی پڑتا ہے اور تیزاب سے اجالا بھی جاتا ہے۔

جواب: ......لاکٹوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لکھنا آیۃ الکرسی لکھنا جائز ہے اور ان لاکٹوں کا بنانا، فروخت کرنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ البتہ انہیں اہانت اور موضع اہانت سے بچانا ضروری ہے۔ مثلاً گندی اور ناپاک جگہ نہ رکھے اسی طرح بیٹھنے یا جوتے اتارنے کی جگہ نہ ڈالے اور اسی طرح جہاں عرفاً رکھنا بے ادبی شمار ہوتا ہو وہاں نہ رکھنے اور قرآنی آیات پر بلا وضو ہاتھ نہ لگائے، اگر چھوئے بغیر اس طرح استعمال کرے کہ آیت جسم سے مس نہ ہو تو جائز ہے، اسی طرح جب بیت الخلاء میں جائے تو بہتر ہے کہ لاکٹ اتار کر جائے، تاہم اگر زیور چھپا ہوا ہو تو اتارنا ضروری نہیں۔ [1]

---

[1] فی الهندية: لا بأس بكتابة اسم الله على الدراهم لان قصد صاحبه العلامة لا التهاون كذا في جواهر الاخلاطي. (۳۲۳/۵) وفيها ايضا: ويكره لمن لايكون على الطهارة أن يأخذ فلوسا عليها اسم الله تعالىٰ، كذا في فتاوىٰ قاضيخان.

وفي الهندية: (۱۷۸/۱) رقية في غلاف متجاف لم يكره دخول الخلاء به والاحتراز أفضل.

سوال:...... بہت سے زیوارت ایسے ہوتے ہیں جن میں بچھو یا بکرے کا منہ بنا ہوا ہوتا ہے، کچھ کڑے ایسے بنتے ہیں جن کے سِروں پر سانپ، شیر یا ہاتھی کے منہ بنائے جاتے ہیں، نیز کچھ زیوارات میں مور کی شکل بھی بنائی جاتی ہے، تمام تصاویر بالکل صاف اور واضح ہوتی ہیں ایسے زیورات بنانے اور بیچنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... جانداروں کی تصاویر پر مشتمل زیور بنانا جائز نہیں ہے، جاندار اشیاء کی تصاویر خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی دونوں بنانا ناجائز ہے، اور احادیث میں اس پر بڑی وعید آئی ہے [1] البتہ اگر کسی اور نے بنائے ہوں تو ان زیورات کی بیع جائز ہے، اور استعمال کا حکم یہ ہے کہ اگر تصاویر اتنی چھوٹی ہوں کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھنے سے آنکھ، کان اور ناک نظر نہ آئیں تو استعمال جائز ہے۔

تصویر والے سکوں کی فروخت کا حکم

سوال:...... سونے اکثر سکے ایسے ہوتے ہیں جن میں تصویریں بنی ہوتی ہیں، مثلاً سونے کی گنی ایسے تصویر والے سکوں کی فروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... سونے کے وہ سکے جن پر پہلے سے تصویر بنی ہوئی ہو

---

[1] فی الشامیة: هذا کله فی اقتناء الصورة واما فعل التصویر فهو غیر جائز مطلقا لانه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالیٰ کما مر (۱/ ۶۵۰) وفی امداد الفتاوی: قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویره صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث و سواء صنعه لما یمتهن او لغیره فصنعته حرام بکل حال لانه فیه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالیٰ و سواء ما کان فی ثوب او بساط او درهم او دینار او فلس او اناء او حائط او غیرها. (۲۵۵/۴)

ان کو فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ تصویر کی بیع مقصود نہیں، سونے کی گنی کو بیچنا مقصود ہے۔ (مأخذہٗ امداالفتاوی (۲۵۴/۴)

صلیب کا نشان یا مورتی بنا کر دینے کا حکم

سوال:...... اگر کوئی عیسائی صلیب کا نشان بنانے کا آرڈر دے تو کیا اس کی طلب پر سونے کا صلیب کا نشان بنا کر فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں یا کوئی ہندو اپنے مذہبی نشانات یا مورتیاں بنوانا چاہے تو کیا کرنا ہوگا۔ نیز یہ کہ پہلے سے بنا کر فروخت کرنے کے لئے دوکان میں رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:...... کسی عیسائی کے لئے صلیب یا ہندو کے لئے مورتی بنا کر دینا یا فروخت کرنے کے لئے دوکان میں رکھنا جائز نہیں، حرام ہے، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ لوگ اس کی عبادت کریں گے جو کہ سخت گناہ ہے اور گناہ کے کام میں مدد کرنا بھی گناہ ہے۔ ❶

مردوں اور عورتوں کیلئے پلاٹینم کی انگوٹھی پہننے کا مسئلہ

سوال:...... (۱) زیورات کے مسائل میں یہ حکم معلوم ہوا کہ خواتین انگوٹھی صرف سونے یا چاندی کی استعمال کر سکتی ہیں اور مرد صرف چاندی کی انگوٹھی جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے زائد نہ ہوا استعمال کر سکتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ

---

❶ لقولہ تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان: استأجر لینحت لہ الاصنام او یتخذ علی ثوبہ تماثیل والصبغ من رب الثوب لاشئ لہ بمنزلۃ مالو استاجر نائحۃ او مغنیۃ. (بزازیۃ علی الھندیۃ(۵ / ۱۲۵) عن جابر قال :سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح یقول ":إن اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والخنازیر والاصنام والمیتۃ . " (مصنف ابن ابی شیبہ)

پلاٹینم کی انگوٹھی کے بارے میں کیا حکم ہے، پلاٹینم ایک سفید دھات ہے اور سونے سے زیادہ قیمتی ہے بہت سے مرد حضرات سونے کی حرمت کی بناء پر پلاٹینم کی انگوٹھی پہنتے ہیں؟

جواب:......خواتین کیلئے سونے چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی استعمال کرنا مختلف فیہ ہے، فقہ کی عام کتابوں میں اس کی ممانعت لکھی ہے اس لئے خواتین کو اس کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہئے خواہ پلاٹینم کی انگوٹھی ہو البتہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے حضرات فقہاء کرام کے اختلاف کی وجہ سے مکروہ تیز یہی کا قول ذکر کیا ہے اسلئے اگر کوئی خاتون سونے چاندی کے علاوہ پلاٹینم یا اور کسی دھات کی انگوٹھی استعمال کرے تو اس کو نرمی سے سمجھا دیا جائے لیکن سختی نہ کی جائے۔(تبویب: ۱۵/۷ ۵۹) اور مردوں کے لئے پلاٹینم کی انگوٹھی استعمال کرنا جائز نہیں وہ صرف چاندی کی انگوٹھی استعمال کر سکتے ہیں جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ تک ہو اس سے زیادہ نہ ہو۔

عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے زیور استعمال کرنا

سوال:......(۲) نیز کیا انگوٹھی کے علاوہ دیگر زیورات دوسری دھاتوں کے استعمال کئے جا سکتے ہیں؟

جواب:......سونے اور چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے زیور خواتین کے لئے استعمال کرنا جائز ہے جبکہ انگوٹھی میں درج بالا تفصیل ہے۔

مردوں کیلئے سونے کی انگوٹھی، بٹن اور کفلنگ بنانا اور فروخت کرنا

سوال:...... مردوں کیلئے سونے کی انگوٹھی، کرتوں کے بٹن اور کفلنگ بنا کر دینا یا پہلے سے تیار کر کے فروخت کرنا کیسا ہے جبکہ ان کو بنانے میں یقین ہے کہ ان کو مسلمان مرد ہی استعمال کرے گا۔ شرعی حکم واضح فرمائیں۔

جواب:...... مردوں کیلئے سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسے مرد کو سونے کی انگوٹھی فروخت کرنا مکروہ یعنی ناجائز ہے جس کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ خود استعمال کرے گا۔

نیز سونے کی ایسی انگوٹھیاں بنانا اور فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے جو مردوں کے لئے مخصوص ہوں، یا جن کے بارے میں یقین ہو کہ وہ مرد استعمال کریں گے، اسی طرح سونے کے بٹن اور کفلنگ بنانا اور فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔[1]

سونے کے ساتھ کسی دوسری دھات کو ملا کر انگوٹھی، بٹن اور کفلنگ بنانا، بیچنا اور استعمال کرنا

سوال:...... ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ سونے کی انگوٹھی، گلے کے بٹن اور کفلنگ وغیرہ میں سونے کی مقدار مغلوب اور کسی دوسری دھات کی مقدار غالب ہوتی ہے مثلاً 9KT کا سونا۔ ایسی صورت میں ان کو بنانے، فروخت کرنے اور

---

[1] فی الشامیة: وبیع المکعب المفضض للرجل إن لیلبسه یکره لأنه اعانة علی لبس الحرام.
وفی الهندیة: وبیع المکعب المفضض من الرجل ان علم انه اشتراه للبس یکره.

استعمال کرنے کا شرعی حکم کیا ہے۔ (9KT کا مطلب 9 حصہ سونا 15 حصہ دوسری دھات)۔

جواب:...... انگوٹھی میں سونے کے ساتھ اگر چاندی ملی ہوئی ہے تو عورتوں کے لئے اس کا استعمال جائز ہے سونا غالب ہو یا چاندی، اس لئے اس طرح کی انگوٹھی بنانا اور فروخت کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر سونے کے ساتھ چاندی کے علاوہ کوئی اور دھات ملی ہوئی ہو اور وہ سونے پر غالب ہو یعنی دھات کی مقدار سونے سے زیادہ ہو تو اس صورت میں اس کی انگوٹھی بنانا ناجائز ہے کیونکہ عورتوں کے لئے بھی صرف سونے اور چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے اس کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی کا استعمال عورتوں کے لئے بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ لہٰذا اس کا بنانا اور کاروبار کرنا مناسب نہیں۔

البتہ بٹن اور کفلنگ کا بنانا اور فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ جب اس میں دوسری دھات غالب ہے تو اس کا حکم سونے کی طرح نہیں ہے اور اس کا بٹن بنانا یا کفلنک بنانا مرد اور عورت دونوں کے لئے جائز ہے۔

زیورات کے نمونوں کی نقل اتارنا

سوال:...... زیورات میں ایک اہم مرحلہ ڈھلائی کا ہوتا ہے اس میں زیورات کو ڈھالنے کے لئے نت نئی ڈائیاں تیار کی جاتی ہیں اور ان کی تیاری پر اچھا خاصا خرچ آتا ہے اور وہ ڈائی بنانے والی کی آمدنی کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے، دوسرے ڈھلائی والے یا کاریگر یا دوکاندار اپنا اپنا سونا دیکر اس

سے ڈھلائی کرواتے ہیں اور ڈھلائی کی اجرت دیتے ہیں اور جب تک ایک ڈائی سے متعدد مرتبہ زیور ڈھالا نہ جائے تو ڈائی پر ہونے والا خرچ وصول نہیں ہوتا۔ اس لئے جس شخص نے یہ ڈائی بنوائی ہے وہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ لوگ اسی سے اس ڈائی پر زیور ڈھلوائیں اور اس کی نقل نہ اتاریں۔ لیکن بعض لوگ ایک مرتبہ اس سے زیور ڈھلوا کر اس زیور کے ذریعہ اپنی الگ ڈائی بنوا لیتے ہیں، اور اس سے زیور ڈھالنا شروع کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ڈائی کا پہلا مالک ناراض ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو نقصان پہنچتا ہے اس کی وجہ سے لڑائی جھگڑے اور نا اتفاقیاں پیدا ہوتی ہیں۔

پہلے تو ڈائی کی نقل بنوانے کو بہت معیوب سمجھا جاتا تھا لیکن اب یہ طریقہ ایسا عام ہو گیا ہے کہ اس کی برائی بھی ذہن سے کم ہو گئی ہے۔

بعض لوگ اپنے آپ کو نقل کے الزام سے بچانے کی خاطر ڈائی کی بعینہ نقل بنوانے کے بجائے اس میں برائے نام فرق کر لیتے ہیں کہ جب تک دونوں ڈائیوں کا ڈھلا ہوا زیور سامنے نہ ہو تو دیکھنے والا آسانی سے فرق نہیں کر سکتا، اس صورت میں جب اصل ڈائی بنانے والا نقل والے پر اعتراض کرتا ہے تو وہ جواب میں فرق بتاتا ہے حالانکہ یہ فرق معمولی ہوتا ہے بنیادی نوعیت کا نہیں ہوتا۔

واضح رہے کہ جو شخص کوئی ڈائی تیار کرواتا ہے وہ باقاعدہ رجسٹرڈ نہیں ہوتی اور نمونوں کے تحفظ کا کوئی باضابطہ نظام بھی موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت

میں ڈائی کی نقل بنوانا اور نمونہ کا چربہ کرنا از روئے شرع کیسا ہے، بعض اوقات کوئی شخص نمونہ کا چربہ اتارنے سے پہلے اصل نمونہ بنانے والے سے زیور بنوانا چاہتا ہے لیکن اصل نمونہ بنانے والا زیور بنا کر دینے سے صاف انکار کر دیتا ہے یا بہت زیادہ اجرت طلب کرتا ہے۔ عام طور پر ایسی صورت میں بھی مجبور ہو کر چربہ بنانا پڑتا ہے۔اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:......صورتِ مسئولہ میں اگر ڈائی بنانے والے نے ڈائی بنانے کے بعد اس کو رجسٹرڈ کروایا ہے تو اب یہ اس کا حق بن گیا اور اس کی نقل اتارنا قانوناً جرم ہے اس لئے شرعاً بھی اس کی نقل اتارنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر اس میں ایسی ترمیم کی جائے جس کے بعد قانوناً اجازت ہوتی ہو تو شرعاً بھی جائز ہوگا۔

اور اگر ڈائی والے نے اسے رجسٹرڈ نہ کرایا ہو تو یہ اس کا حق قانونی نہیں بنے گا۔اس لئے اس کی نقل اتارنا بھی ممنوع نہیں ہوگا خصوصاً جبکہ نقل اتارنے والے نے اس میں کچھ ترمیم بھی کی ہو یا ڈائی والا اس کا زیور بنانے سے انکار کرتا ہو یا بہت زیادہ اجرت طلب کرتا ہو۔

جیولر کے دکان کی "نیارہ مٹی" کی خرید وفروخت کا حکم

سوال:......دوکان کی مٹی کی فروخت کے بارے میں دریافت کرنا ہے، یہ وہ مٹی ہوتی ہے جو دوکان میں جھاڑو دیکر جمع کروائی جاتی ہے جسے نیارہ کہتے ہیں زیورات بنانے کے دوران سونے اور چاندی کے زرات اس مٹی میں گر جاتے

ہیں کچھ مدت بعد اس مٹی کے ماہر جو ''نیاریہ'' کہلاتے ہیں ہمارے پاس آتے ہیں ہم مٹی کا سودا کر کے قیمتاً فروخت کرتے ہیں، اب آپ یہ فرمائیں کہ اس مٹی نیارہ کی رقم اپنے مصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:......سوال میں ذکر کردہ ''نیارہ مٹی'' اگر آپ رقم یعنی روپے پیسے کے بدلے فروخت کرتے ہیں اور سونے یا چاندی کے بدلہ میں فروخت نہیں کرتے تو اس صورت میں مٹی کا بیچنا اور اس کی رقم اپنے ذاتی مصرف میں لانا جائز ہے۔[1]

[1] (فی البدائع: ۵/۱۹۶) وأما تراب الصاعة، فان كان فيه فضة خالصة فحكمه تراب معدن الفضة وان كان فيه ذهب خالص فحكمه حكم تراب معدن الذهب وان كان فيه ذهب وفضة فان اشتراه بذهب أو فضة لم يجز لاحتمال أن يكون ما فيه من الذهب أو الفضة اكثر أو أقل أو مثلهٔ فيتحق الربا، ولو اشتراه بذهب وفضة جاز لانه اشترى ذهبا وفضة بذهب وفضة فيجوز ويصرف الجنس الٰى خلاف الجنس ويراعى فيه شرائط الصرف ولو اشتراه لعرض جاز لانعدام احتمال الربا ، وهٰذا اذا خلص منه شئ فان لم يخلص تبين أن البيع كان فاسدًا.

فی الهنديه:(۳/۲۲۷) ولو اشتراه بثوب أو بعرض من العروض فالشراء جائز ولايراعى فيه شرائط الصرف كذا فی شرح الطحاوی وكذلک تراب الصواغين ا ه.

و فی المبسوط للسرخسی: (۱۴/۴۴،۴۵) وعن الشعبی قال لاخير فی بيع تراب الصّواغين وهو غرر مثل السمک فی الماء وبه ناخذ فالمقصود ما فی التراب من الذهب والفضة لاعين التراب.

چودھواں باب
زکوٰۃ کے چند مسائل
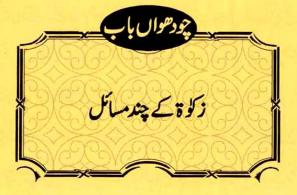
زکوٰۃ کے چند مسائل

زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق چند معاملات کی وضاحت

سوال:......زیورات کی تجارت کرنے والے لوگوں کے پاس عام طور پر سونے کے زیورات، جواہرات اور نقد کیش ہوتا ہے، اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف باقی سرمایہ اور کچھ دوسرے لوگوں کی دینداری بھی ہوتی ہے، زکوٰۃ کے تعین کے لئے عام طور پر زیورات کی قیمت، جواہرات کی قیمت اور نقد کیش جمع کر کے جملہ سرمایہ شمار کرلیا جاتا ہے اور دیگر کاروباری قرضوں کا لین ودین جمع تفریق کر کے خالص سرمایہ پر زکوٰۃ نکالی جاتی ہے۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ تیار زیورات کی قیمت متعین کرنے کا شریعت میں کیا طریقہ ہے یہ بات معروف ہے کہ زیورات بنوانے پر اجرت، چھیجت اور دیگر لاگتیں ہوتی ہیں جو صرف فروخت کرنے پر حاصل ہوتی ہیں اگر بالفرض زیور کر گلایا جائے تو سونے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا لہٰذا زکوٰۃ کے حساب کے لئے زیور کی کونسی قیمت معتبر ہے، صرف سونے کی قیمت شمار کی جائے گی یا قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا۔ نیز یہ کہ قیمت فروخت بھی دو قسم کی ہے ایک تھوک فروخت کی قیمت، دوسری پرچون قیمت، زکوٰۃ کے حساب کے لئے ان دونوں میں سے کس قیمت کو اختیار کرنا ہوگا؟

مذکورہ بالا تفصیلات دوکانداروں سے متعلق ہیں، نیز یہ کہ عام لوگوں کے زیورات کی قیمت کس طرح متعین کی جائے جو لوگ اپنا زیور زکوٰۃ کا حساب کروانے کے لئے لاتے ہیں تو عام طور پر دوکاندار اس زیور کے وزن میں سے نگینہ، ٹانکہ اور ملاوٹ کی کٹوتی کر کے خالص سونے کا اندازہ کرتا ہے جس طرح پرانا زیور خریدتے وقت صرف سونے کی قیمت لگائی جاتی ہے بالکل اسی طرح صرف سونے کی قیمت لگا کر زکوٰۃ کا حساب بتادیتا ہے اس طرح سے زکوٰۃ کا حساب کرنا از روئے شرع کیسا ہے۔ اگر مذکورہ طریقہ غلط ہے تو صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:...... دکاندار کے لئے زیور کی زکوٰۃ میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے اور وہ بھی تھوک کی قیمت کا اعتبار ہے۔ اگر زیور میں سونا کم ہے لیکن نگینہ اور بنوائی وغیرہ کی وجہ سے قیمت زیادہ ہے اور وہ زیادہ قیمت پر فروخت ہوگا تو اس زائد قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ یہ مالِ تجارت ہے اور یہ حکم دکاندار کے لئے ہے اور عام شخص جس کے پاس زیور ہو وہ جب زیور فروخت کرتا ہے تو زیور میں سے نگینہ، مزدوری، ٹانکہ وغیرہ کاٹ کر صرف خالص سونے کی قیمت دی جاتی ہے، اس کے حق میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے اور اس کی قیمت صرف سونے کی لگتی ہے اس لئے اس کے لئے صرف سونے پر زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال:...... زکوٰۃ کے متعلق ایک ضروری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ زکوٰۃ

کے مستحق کون لوگ ہیں یعنی کس کو دی جاسکتی ہے۔ تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

جواب:......شرعاً زکوٰۃ اس شخص کو دینا جائز ہے جو مستحق زکوٰۃ ہو۔ اور مستحق زکوٰۃ وہ ہے جس کی ملکیت میں بقدر نصاب مال نہ ہو اور وہ سید بھی نہ ہو۔ نصاب سے مراد ہے ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر کوئی کرنسی یا سونا یا مالِ تجارت یا فالتو گھریلو سامان یہ تمام چیزیں یا بعض چیزیں کچھ کچھ ہوں لیکن ان کی مجموعی مالیت 521/2 تولہ چاندی کی مالیت کے برابر یا اس سے زائد ہو، اس تفصیل کے مطابق اگر کسی کے پاس ان میں سے کوئی چیز موجود ہو اور اس پر اتنا قرضہ نہ ہو جس کی ادائیگی کرنے سے اس کا مال نصاب سے کم ہو جائے یا وہ سید ہو تو وہ زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔

لیکن اگر اس کے پاس اتنا مال بھی ہے اور اس پر قرضہ بھی ہے تو اس کے زکوٰۃ لینے میں یہ تفصیل ہے کہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس کے پاس جتنا فالتو ساز وسامان، نقد روپیہ اور زیور وغیرہ ہے وہ کتنا ہے؟ اس سے قرضہ کو منہا کیا جائے گا۔ اگر قرضہ منہا کرنے کے بعد کچھ نہیں بچتا یا اتنا کم بچتا ہے جو مقدارِ نصاب کے برابر نہیں ہے اور وہ سید بھی نہیں ہے تو ایسا شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ ورنہ زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد و آلهٖ

واصحابه وبارک وسلم دائمًا أبدًا الی یوم الدین.

دیگر مطبوعات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم، کی زیورات کے مسائل کے علاوہ،
مسائل پر، درج ذیل کتابیں، اور رسائل بھی، بہت آسان اور مفید ہیں جو ہر گھر کی ضرورت ہیں،
ہر شخص کو ان کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

- فقہی رسائل (دو جلدوں میں)
- وضو درست کیجئے
- مسائلِ غسل
- کامل طریقۂ نماز
- خواتین کا طریقۂ نماز
- صف بندی کے آداب، فضائل اور مسائل
- کرسی پر نماز کے ضروری مسائل
- موبائل فون کی نعمت اور ضروری احکام
- خواتین کی مسجد کی تراویح میں شرکت کا حکم
- رسائلِ جمعہ
- صلوۃ التسبیح کے فضائل و مسائل
- ماہ رمضان کے فضائل اور مسائل
- مسائلِ اعتکاف
- مسجدِ حرام میں اور مسجدِ نبوی ﷺ میں اعتکاف کے ضروری مسائل
- شادی بیاہ کے اسلامی احکام
- خواتین کا پردہ
- مروّجہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت
- عمرہ کا آسان طریقہ
- حج وعمرہ
- رسائلِ حج کا مجموعہ
- خواتین کا حج
- حج کا طریقہ قدم بہ قدم
- قربانی کے مسائل
- تقسیم وراثت کی اہمیت
- عیدِ سعید اور ہمارے گناہ